اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بدر

علامہ محمد احمد باشمیل

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاٹ کام

مجلس التحقیق الاسلامی

، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک کی مکمل

تنبیہ

، کتب کی حر وخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فر

kitabosunnat@gmail.com

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بدر

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتحپوری

نفیس اکیڈمی

اردو بازار، کراچی

جملہ حقوق طباعت واشاعت

بحق

چوہدری طارق اقبال گاہندری

نفیس اکیڈمی

اردو بازار کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب	غزوۂ بدر
تالیف	محمد احمد باشمیل
مترجم	مولانا اختر فتحپوری
ناشر	نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
ایڈیشن	آفسٹ
طبع اول	مارچ [illegible]

فون ۲۱۳۳۰۳

قیمت روپے

مطبوعہ: احمد برادرز پرنٹرز (کراچی)

عرض ناشر

دنیا کی ہر مہذب اور متمدن زبان میں رسول کریم ﷺ کی سیرت اور شخصیت پر تفصیل سے کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں مواد کے فراہم کرنے میں مولفوں نے مستند کتب تواریخ اور احادیث نبوی سے [illegible] [illegible] کا۔ ہمارا عام پڑھنے والا [illegible] ہی سے کر سکے گا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کے فن حرب و سیرت نبوی کے جنگی حصوں پر مکمل اور جامع کتابیں نہیں لکھی گئی ہیں۔ البتہ تمام ہی مورخوں نے [illegible] تحقیق اور وسعت مطالعہ کے مطابق سیرت نبوی کے اس اہم پہلو کا ذکر کیا ہے لیکن بعض محققوں اور مولفوں نے سیرت نبوی کے جنگی حصہ کو اپنی تحقیق و ریسرچ کا موضوع بنایا اور اس تعلق سے خاص اہتمام سے کتابیں لکھیں۔ ایسے محققوں اور مولفوں میں عربی زبان کے مشہور ادیب عہد حاضر کے [illegible] محمد احمد باشمیل کا شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے غزوات نبوی پر الگ الگ کتابیں لکھی ہیں [illegible] تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور [illegible] سیرت نبوی کا [illegible] کھول دیا ہے۔ [illegible] انہیں ایک [illegible] ان کی کتابیں شائع کی ہیں اور [illegible] فتح مکہ اور جنگ خیبر کو اردو میں منتقل کیا جا چکا ہے۔ زیر نظر کتاب جس کا موضوع جنگ بدر ہے اسے منظر عام پر لاتے ہوئے ہمیں [illegible] مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ [illegible] تھا لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے ہمیں ایسا کرنے میں دیر ہو گئی۔

[illegible] کا سب سے پہلا معرکہ [illegible] کے مقام پر لڑی جانے والی جنگ ہے جس کو تاریخ [illegible] یا غزوۂ بدر کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر قریش مدینہ منورہ کو تباہ کرنے اور اسلام کو مٹا دینے کے لئے اس طرح باہم متحد ہو گئے تھے کہ [illegible] مسلمانوں کی تعداد [illegible] ان کو [illegible] جنگی طاقت اور [illegible] نہیں ہو سکتی تھی۔ اس معرکہ میں جتنے مسلمان شریک ہوئے [illegible] ان کے مقابلہ میں [illegible] تین گنا سے زیادہ دشمن کے تھے۔ [illegible] مسلمانوں کو ہتھیاروں اور فوجی طاقت پر نہیں بلکہ اللہ [illegible] پر اس قدر اعتماد تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو شکست نہیں دے سکتی تھی۔ [illegible] دنیا کے مورخوں کے لئے حیرت کا باعث بنا ہوا ہے کہ اتنی کم تعداد میں [illegible] مسلمانوں نے [illegible] دشمن کو کس طرح [illegible] اس غزوہ نے ثابت کر دیا کہ اگر مسلمانوں میں توحید کا [illegible] جذبہ موجود ہو اور ان کا دل یقین و ایمان کی دولت سے مالا مال ہو تو [illegible] اس کی ہوتی ہے۔

اس غزوہ سے پہلے [illegible] محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں اس

جنگ میں مزید کچھ جزئی کی تشریح کی وضاحت کی گئی تھی۔ اس غزوہ میں کفر کی طاقت اور حق و کفر کی معرکہ آرائی تھی اگر مسلمان ہمت نہ ہارتے [redacted] تو اپنے کم تعداد جنگ میں اس غزوہ کے [redacted] تفصیلاً ذکر سورۃ انفال میں ہوا ہے۔

"وہ وقت خدا کا احسان تھا کہ جب وہ تمہارے خواب میں ان کافروں کو تھوڑا دکھا رہا تھا اور اگر وہ تم کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور جنگ کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگتے لیکن خدا نے اس سے تمہیں بچا لیا بے شک خدا سینوں کی بات جانتا ہے"

چنانچہ اس غزوہ میں مسلمانوں کو فیصلہ کن تاریخی کامیابی حاصل ہوئی اور اسلام کو پھلنے پھولنے والی طاقت کے مواقع ملا۔

محمد احمد باشمیل کی یہ کتاب اس غزوہ کی ایک جھلکی ہے۔ مختصر تحریر ہے اور ان کتابوں سے مختلف ہے جو جنگ بدر پر لکھی گئی ہیں۔ اس سے غزوہ بدر کی تمام جزئیات سامنے آتی ہیں بلکہ اس وقت کے مسلمانوں کے جذبہ جہاد اور جوش ایمانی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ جناب اختر فتح پوری نے کیا اور اس شائستگی اور سلیقے سے کیا ہے کہ ترجمہ پر بھی اصل کا گمان ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ نفیس اکیڈمی کی اصل غرض اشاعت مسلمانوں اور اسلام کی مستند تاریخی کتابوں کی جو نایاب اور کمیاب ہیں۔ سامنے لانا ہے۔ اس لیے کوئی خاص تجارتی منفعت نہیں بلکہ عوام کے اندر ان مستند اور معتبر لٹریچر کو جو بھولی ہوئی ہیں یاد دلانا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کو بھی محمد احمد باشمیل کی دوسری کتابوں کی طرح قبول عام حاصل ہوگی۔ آمین

ناشر

طارق اقبال گاہندری

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
	عرض ناشر	۳	۲۲	کاغذ کا پھاڑنا اور بائیکاٹ کا خاتمہ	۵۲
۱	جنگ بدر میں اسلام کی فتح	-	۲۳	فصل دوم	۵۵
۲	تذکرہ مؤلف ایڈیشن دوم	۲۳	۲۴	حضرت نبی کریمؐ اور انصار کی پہلی ملاقات	۵۷
۳	مقدمہ ایڈیشن اول	۲۰	۲۵	بیعت عقبہ اولیٰ	۶۰
۴	حمد	۱۴	۲۶	حضرت نبی کریمؐ کا سفیر مدینہ میں	۶۰
۵	فصل اول	۲۰	۲۷	مکہ کی طرف سفیر کی واپسی	۶۱
۶	معجزے کا سبب		۲۸	سن ۱۳ھ عقبہ ثانیہ	۶۲
۷	آنحضرتؐ کے خلاف پروپیگنڈا اور لوگوں کی تنظیم	۲۶	۲۹	مستورات کا آنا اور پہلی تقریر	۶۳
۸	مکہ کی پابندیوں کا احتجاج		۳۰	نمائندے کا سلسلہ	۶۴
۹	قسم اول ظلم	۲۸	۳۱	غیر مکتوب معاہدہ	۶۷
۱۰	نماز حق کی دھمکی	۲۹	۳۲	بارہ نقیب	〃
۱۱	قریش کا وفد ابوطالب کے پاس	۳۰	۳۳	جاسوس کا حضورؐ کو للکار کر دیکھنا	۶۸
۱۲	ابوطالب کا اتنیاء کو ترک کرنا	۳۱	۳۴	منیٰ میں انصار کا قریش کو لڑنے کے لیے تیار ہونا	۶۹
۱۳	قریش کا قرآن شریف والوں سے جھگڑ بازی کرنا	۳۲	۳۵	قریش کا بیعت پر احتجاج کرنا	〃
۱۴	جلسہ بازی کے منصوبے کی ناکامی	۳۳	۳۶	قریش کو بیعت کی خبر کا یقین ہو جانا	۷۱
۱۵	قریش کا بائیکاٹ کی سیاست اور اقتصادی بائیکاٹ	۳۵	۳۷	انصار کے بیعت کرنے والوں کے نام	〃
۱۶	معاہدہ کی تحریر اور ابوطالب کا اتفاق	۳۶	۳۸	سن ۱۳ھ عقبہ کے بیعت کرنے والوں کی تعداد	۷۲
۱۷	معاہدہ کے بعد مظالم کا بڑھنا	۳۸	۳۹	اوس کے لوگ خزرجی	〃
۱۸	تین سال مسلسل بائیکاٹ	۴۵	۴۰	قبیلہ خزرج سے شامل ہونے والوں کی تعداد	۷۳
۱۹	ناجائز بائیکاٹ کا بطلان	۵۱	۴۱	معاہدہ میں شریک ہونے والی دو عورتیں	۷۹
۲۰	پانچ شخص	۵۰	۴۲	بارہ نقیبوں کے نام	۸۰
۲۱	عہد نامہ کو دیمک کھا جاتی ہے	۵۰	۴۳	خزرج کے نقیب	〃

۴۴	دشمن کے تعاقب	۸۰	۶۹	اسلام کی پہلی مسجد	۱۰۵
۴۵	عظیم واقعہ	۸۰	۷۰	آنحضرتؐ مدینہ میں	〃
۴۶	آنحضرتؐ سے قبل مسلمانوں کی ہجرت	۸۱	۷۱	فصل سوم	۱۰۶
۴۷	عظیم منصوبہ	۸۴	۷۲	جدید معاشرہ	〃
۴۸	ابلیس کا مجلس میں ما قریش سے مشورہ کرنا	۸۵	۷۳	مسجد نبوی کی تعمیر	۱۰۸
۴۹	حضرت نبی کریمؐ کے قتل پر اتفاق	۸۶	۷۴	مدینہ میں آنحضرتؐ کا پہلا خطبہ	۱۰۹
۵۰	آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ	۸۷	۷۵	مسلمانوں کے درمیان مواخات کا نظریہ	۱۱۰
۵۱	سازش کی ناکامی اور ہجرت کی کامیابی	۸۸	۷۶	نصف مال کی پیشکش	۱۱۱
۵۱	ہجرت کیسے کامیاب ہوئی !	۹۱	۷۷	جدید معاشرہ کے دو ستون	۱۱۲
۵۲	آنحضرتؐ مکہ سے کس طرح نکلے ؟	۹۲	۷۸	انسانیت کے ترازو میں	۱۱۳
۵۳	غار میں چھپنا	۹۳	۷۹	یثرب میں غیر مسلم	〃
۵۵	تعاقب	۹۴	۸۰	اسلامی معاشرہ کی تکمیل	۱۱۴
۵۶	سو اونٹ انعام	۹۵	۸۱	معاشرہ کے لئے قوانین	۱۱۵
۵۷	حضرت صدیقؓ کے گھر کی تلاشی	〃	۸۲	عہد جدید کی مشکلات	〃
۵۸	کھوجی غار کے دروازے پر	〃	۸۳	سازش کرنے والوں اور فتنہ پیدا کرنے کی کوشش	۱۲۰
۵۹	تاریخ انسانیت کی نازک گھڑی	۹۶	۸۴	یہودیوں و منافقوں کی سازشوں کی ایک مثال	۱۲۱
۶۰	خدا ہمارے ساتھ ہے	〃			
۶۱	غار میں تین دن	۹۸	۸۵	سازش اور آمریت کا آلہ	۱۲۳
۶۲	آنحضرتؐ کی اونٹنی پر یثرب کی طرف روانگی	۹۹	۸۶	مسجد نبوی سے منافقین کا اخراج	۱۲۴
۶۳	قوت الیقین	۱۰۰	۸۷	فصل چہارم	۱۲۶
۶۴	مدینے کا راستہ	۱۰۱	۸۸	معرکۂ بدر سے قبل عسکری سرگرمی	۱۲۷
۶۵	تعاقب کرنیوالا خیر خواہ سراقہ بن مالک	〃	۸۹	معرکۂ بدر سے قبل مسلمانوں کی گشتی پارٹیاں	۱۲۸
۶۶	ارادہ قتل سے آنے والے کا آپ سے امان طلب کرنا	۱۰۲			
۶۷	آنحضرتؐ مدینے میں کس طرح داخل ہوئے	۱۰۳	۸۹	ماہ حرام میں جنگ	۱۳۰
۶۸	مدینے کا تاریخی دن	۱۰۵	۹۰	نازک مقام	۱۳۱

۹۱	جنگ کے اخلاقی قوانین کے مجموعہ	۱۲۲	۱۱۶	مکی فوج سے شدید مخبر پر سالاروں کا اتفاق	۱۴۹
۹۲	مکہ کی تجارت کو خطرہ	״	۱۱۷	انصار کی آخری بات	۱۵۰
۹۳	معرکۂ بدر	۱۲۳	۱۱۸	آنحضرتؐ انٹیلی جنس کے ساتھ	۱۵۲
۹۴	معرکۂ بدر کے اسباب	״	۱۱۹	مکی فوج کے متعلق اہم معلومات کی فراہمی	۱۵۴
۹۵	آنحضرتؐ کا قافلہ پر حملہ کیلئے نکلنا	۱۲۴	۱۲۰	بیچی شوکت کا نمونہ	۱۵۵
۹۶	عجیب منطق	۱۲۵	۱۲۱	دشمن کی فوج میں بدحواسی	۱۵۶
۹۷	فوج کا مارچ	۱۲۶	۱۲۲	مصیبتیں موتوں کو اٹھائے پھرتی ہیں	״
۹۸	[illegible]		۱۲۳	مکی فوج میں دوسرا افتراق	۱۵۷
۹۹	کمانوں کی تقسیم	۱۲۸	۱۲۴	تو قریش کا [illegible]	۱۵۸
۱۰۰	مدنی فوج کی طاقت	״	۱۲۵	مکی فوج میں عتبہ کی تقریر	״
۱۰۱	مسلمان اور سپاہی کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا	۱۲۹	۱۲۶	سرخ اونٹ کا سوار	۱۵۹
۱۰۲	جوابی انٹیلی جنس	۱۳۰	۱۲۷	ابوجہل کی شورش	״
۱۰۳	بدر کا راستہ	״	۱۲۸	سیاہ کینہ	۱۶۰
۱۰۴	ابو سفیان کا مکہ سے مدد طلب کرنا	۱۳۱	۱۲۹	ابوجہل اور اخنس بن شریق	۱۶۱
۱۰۵	اشتعال کرنے والا مکہ میں	۱۳۲	۱۳۰	ذرا تھمے میں نہ جنگ میں	״
۱۰۶	کنانہ کے قبائل نے پیدا کی الجھن	۱۳۲	۱۳۱	ابوجہل کا جنگ کیلئے حیلہ کرنا	״
۱۰۷	مکی فوج کا مارچ	۱۳۳	۱۳۲	ابن حضرمی کا آگ بھڑکانا	۱۶۲
۱۰۸	مکی فوج کو پسپا کرنے والے	״	۱۳۳	امر واقعہ	״
۱۰۹	نازک گھڑی	۱۳۴	۱۳۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ماتحت	۱۶۳
۱۱۰	مکی فوج اور قافلہ کو بچاؤ	۱۳۵	۱۳۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کا پہلا اثر	״
۱۱۱	مکی فوج میں پہلا افتراق	۱۳۶	۱۳۶	معرکہ سے قبل ابوجہل کی دعا	۱۶۴
۱۱۲	جریل سپید رنگ دو	״	۱۳۷	معرکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۱۳	مسلمانوں کے لئے نازک مقام	۱۳۷		کی اپنی فوج میں تقریر	۱۶۵
۱۱۴	اعلیٰ فوجی کیمپ	۱۳۸	۱۳۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصاص کیلئے	״
۱۱۵	موقف کی اہمیت	״		اپنے آپ کو پیش کرنا	

	[illegible]	۱۶۲
۱۴۰	معرکے کا پہلا راؤنڈ	۱۶۶
۱۴۱	دونوں صفوں کے درمیان [illegible] کا قتل	۱۶۹
۱۴۲	جنگ کا آغاز	۱۷۰
۱۴۳	عام حملہ	،،
۱۴۴	مسلمانوں کا جوابی حملہ	،،
۱۴۵	صف بستہ حملہ	۱۷۱
۱۴۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ میں	۱۷۲
۱۴۷	تباہ کن شکست	۱۷۳
۱۴۸	ابوجہل کی ثابت قدمی اور [illegible]	،،
۱۴۹	ابوجہل کا قتل	،،
۱۵۰	ابوجہل کا قاتل	۱۷۵
۱۵۱	ابوجہل کی حماقت	۱۷۶
۱۵۲	اسیرانِ بنی ہاشم	۱۷۷
۱۵۳	باپ بیٹے کی جنگ	،،
۱۵۴	غیر مسلم کی نیکی کا اعتراف	۱۷۸
۱۵۵	ابوالبختری کا قتل	۱۷۹
۱۵۶	معرکہ کا اختتام ابوجہل کا سر	۱۸۰
۱۵۷	تو ایک شخص چڑھائی چڑھتا ہے	،،
۱۵۸	اس امت کا فرعون	۱۸۱
۱۵۹	مقتول کنوئیں میں اور اسیر بیڑیوں میں	۱۸۲
۱۶۰	نوجوان مومن کا شاندار نمونہ	،،
۱۶۱	ابن خطاب کا اپنے ماموں کو قتل کرنا	۱۸۳
۱۶۲	قومیت کا پروپیگنڈہ کرنے والے کہاں ہیں	،،

۱۶۳	اس کے بعد تم غلطی سے باز رہو	۱۸۴
۱۶۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں والوں سے کیا کہا!	۱۸۵
۱۶۵	نفسی تجسس	۱۸۶
۱۶۶	معرکہ میں فریقین کے مقتولین	،،
۱۶۷	انصار کے شہداء کی تعداد اور ان کے نام	۱۸۸
۱۶۸	مشرکین کے مقتولین کی تعداد اور ان کے نام	۱۹۰
۱۶۹	مشرکین کے اسیرانِ جنگ کے نام	۱۹۱
۱۷۰	جنگ میں شامل ہونے والے مسلمانوں کے نام	۲۰۲
۱۷۱	بدری مہاجرین	،،
۱۷۲	بدری انصار کے نام	۲۱۲
۱۷۳	غزوات کے بدریوں کے نام	۲۱۳
۱۷۴	معرکہ کے متعلق قرآنی بیان	۲۲۳
۱۷۵	مکے سے فرار	۲۲۹
۱۷۶	[illegible] شعر	۲۳۲
۱۷۷	غزوہ کے متعلق اختلافات	،،
۱۷۸	[illegible]	۲۳۳
۱۷۹	نضر بن حارث کا قتل	،،
۱۸۰	عقبہ بن ابی معیط کا قتل	۲۳۵
۱۸۱	جنگ کے اسیر	۲۳۶
۱۸۲	[illegible]	۲۳۸
۱۸۳	مدینے میں فتح کی خبر کیسے ملی!	۲۳۹
۱۸۴	[illegible]	۲۴۱

۱۸۵	فاتح فوجوں کا مدینہ میں داخلہ	۲۲۱
۱۸۶	اسیروں سے سلوک	۲۲۲
۱۸۷	اسیروں کے بارے متعلق اختلاف	〃
۱۸۸	آخری فیصلہ	۲۲۶
۱۸۹	اسیروں کے معاملہ میں آیت عتاب	۲۲۷
۱۹۰	مکہ کو اپنی فوج کی شکست کی خبر پہنچی	〃
۱۹۱	اگر اس میں فضل ہے تو اس سے پوچھو	۲۳۰
۱۹۲	ابولہب کے دل پر شکست کا اثر	۲۳۱
۱۹۳	بدر کے مقتولین پر نوحہ کی ممانعت	۲۴
۱۹۴	کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے	۲۵
۱۹۵	اسیروں کا فدیہ	۲۵۱
۱۹۶	عباس بن عبدالمطلب نے اپنا فدیہ کیسے ادا کیا؟	〃
۱۹۷	زینب دختر رسول اور ان کا اسیر خاوند	۲۵۲
۱۹۸	سہیل کے دونوں اگلے دانت نکال دیجئے تاکہ آپ کے خلاف تقریر نہ کرے	۲۵۴
۱۹۹	اگر تم راضی ہو تو اپنے آپ پر راضی	۲۵۶
۲۰۰	جنگ بدر کی شکست [illegible] کا اثر	۲۵۷
۲۰۱	مکہ شکست کے بعد	۲۵۸
۲۰۲	معرکے کے بعد مدینہ کا موقف	۲۵۹
۲۰۳	معرکے کے بعد یہود کی	۲۵۹
۲۰۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و یہود کے درمیان معاہدہ	〃
۲۰۵	یہود کا معاہدہ کی نصوص کی خلاف ورزی	۲۶۰
۲۰۶	معرکے کے بعد اعراب کا موقف	۲۶۱
۲۰۷	مسلمان خطرات کے گھیراؤ میں	۲۶۲
۲۰۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش	۲۶۳
۲۰۹	سازش کا فیل ہونا	〃
۲۱۰	سازش کی ناکامی	۲۶۴
۲۱۱	اس خبیث سے مخاطبہ	۲۶۵
۲۱۲	سازش کا ہیرو کیسے مسلمان ہوا	۲۶۶
۲۱۳	تحلیل و تجزیہ	
۲۱۴	نتائج معرکہ	
۲۱۵	بغیر ہتھیاروں کے	۲۶۷
۲۱۶	فتح کے ظاہری اسباب	۲۷۱
۲۱۷	غیبی اسباب	۲۷۲
۲۱۸	نتائج اور تجزیہ	۲۸۰

مقدمہ ایڈیشن سوم

جنگ بدر میں اسلام کی فتح

از قلم لیوا رکن محمود شیت خطاب ممبر علمی اکیڈمی عراق

(۱)

الحمد رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدی ومولائی رسول اللہ و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ورضی اللہ عن قادۃ الفتح الاسلامی وجنودہ الغر المیامین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے تک اپنی حیات مبارک کے عرصہ کو مکہ مکرمہ میں اپنے دین جدید کی خاطر اسلامی حکومت کی بنیادیں استوار کرنے کے لیے جدوجہد کرتے گزارا۔ اس دوران میں مسلمان بہت سی اذیتوں سے دوچار ہوئے، انھیں دھتکارا گیا۔ انھیں عذاب دیے گئے وہ صرف ربنا اللہ کہتے، انھیں ان کے اموال و دیار سے ناحق طور پر بے دخل کر دیا گیا اور مسلمان اپنے اقربا کو اپنے دشمنوں کے رحم و کرم پر ایک مستقل خطرہ میں چھوڑ کر مدینہ کی جانب ہجرت کر گئے اور مدینہ میں سید القادات اور قدوۃ السادات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے جہاد اصغر کا دور شروع ہوا۔ اور رفیق اعلیٰ سے الحاق تک آپ کی زندگی میں توحید کی خاطر جہاد کرتے گزری۔ اور جن مظلوم لوگوں کے ساتھ جنگ کی جاتی تھی انھیں اذن جہاد دیا گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے پس خدا تعالیٰ کے سوار گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ جو ان کو شہسوار اور [illegible]

واجب ہوتے تھے مصائب ، موتوں کو اٹھائے ہوئے تھے ۔ یثرب کے اونٹ تازہ موت کو اٹھائے ہوئے تھے ، یہ ایسے لوگ تھے جن کی پناہ صرف ان کی تلواریں تھیں ، تاہم ان کی کوئی مدد تھی اور نہ کوئی گھات لگانے والی جماعت تھی ۔ یہ قرآن کریم اور ذکر الٰہی سے گنگناتے رہتے تھے اور اپنی دعاؤں میں " نصرِ الٰہی قریب آ " دہراتے رہتے تھے ۔

بدر میں ظلمت کی نور کے ساتھ ، کفر کی ایمان کے ساتھ ، باطل کی حق کے ساتھ اور جاہلیت کی اسلام کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی ۔ پس حق آگیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کو بھاگنا ہی تھا ۔ بدر میں دو بے جوڑ گروہوں کے درمیان تباہ کن جنگ ہوئی ، قلیل گروہ مومن تھا اور کثیر گروہ کافر تھا پس حکم الٰہی سے قلیل گروہ کثیر گروہ پر غالب آگیا " ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ "

مجھے فیصلہ کن معرکوں میں سے بدر کی طرح کا کوئی فیصلہ کن معرکہ معلوم نہیں ، جس میں صحیح عقیدے کو فاسد عقیدے پر فتح حاصل ہوئی ہو ۔ پس فتح حاصل کرنے والوں کے لیے اکیلا عقیدہ ہی پہلا اور آخری ہتھیار ہے ۔

مشرکین تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ تھے اور بہت اچھی تعداد والے تھے اور اپنے انتظامی معاملات میں بھی مستغنی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی ۔ اور مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور مشرکین کے پاس ایک سو گھوڑے تھے اور مسلمان برہنہ پا ، ننگے بدن اور بھوکے تھے ۔ اور مشرکین کسی دن دس اور کسی دن نو اونٹ ذبح کرتے تھے ۔ اور مسلمان مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور مشرکین قریش سے تعلق رکھتے تھے ۔ یہ عقیدے کی فتح تھی نہ بڑائی کی ۔ یہ فتح کیسے ہوئی ؟

اسلام نے قلوب و ذہنوں کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدل دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی اور جاں نثاری میں اپنے اصحاب کے لیے ذاتی طور پر ایک شاندار نمونہ تھے ۔

جنگ بدر میں مسلمان ایک اونٹ پر تین تین سوار ہوتے تھے جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آتی تو آپ کے دونوں ساتھی آپ سے کہتے کہ آپ سوار ہو جائیں۔ ہم آپ کی باری بھی پیدل چلیں گے ۔ آپ فرماتے تم دونوں چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں اور مجھے بھی تمہاری طرح اجر کی ضرورت ہے ۔ بدر کے روز جنگ کے مقدمات کے وقت مشرکین کے تین جوانوں اور لیڈروں نے باہر نکل کر دعوت مبارزت دی تو تین انصار ان کے مقابلہ میں نکلے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان ہونے والی یہ جنگ انصار کی ہو۔ آپ نے چاہا کہ جنگ آپ کی قوم اور آپ کے عم زادوں کے درمیان ہو۔ آپ نے فرمایا: اے بنی ہاشم! اٹھو! اور اپنے اس حق کے لیے جنگ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے جبکہ وہ اپنے باطل کے ساتھ تمہارے پاس نور الٰہی کو بجھانے کے لیے آگئے ہیں۔

خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں اپنے اصحاب کے لیے شجاعت اور اقدام کی شاندار مثالیں پیش کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "بدر کے روز جنگ کے وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بچاؤ کرتے تھے اور آپ سب لوگوں سے زیادہ سخت جنگ کرتے تھے اور کوئی شخص آپ سے بڑھ کر مشرکین کے زیادہ قریب نہ تھا"۔

مشرکین کی صفوں کے درہم برہم ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: سیہزم الجمع ویولون الدبر

پس آپ ان کے زخمی کے پاس سے گزرے اور ان کے تقسم و طلب کیا۔

جنگ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت ان مسلمانوں کے سپرد کردی جو بدر میں حاضر ہوئے تھے اور آپ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا حصہ لیا۔ آپ کے اور کسی دوسرے مسلمان کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ آپ نے راحت و آرام کو ترجیح نہ دی بلکہ آپ نے اپنے جانبازوں سے آگے آگے بہادروں کی طرح جنگ کی اور نہ ہی اپنے وقار کو راحت و آرام میں ترجیح دی بلکہ عظیم مقابلہ بازی میں تقدم کیا اور جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو آپ کی غنیمت کا حصہ کسی دوسرے مسلمان سے زائد نہ تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعمال میں اور اقوال میں اپنے صحابہ کے لیے ایک نیک نمونہ تھے اور اقوال و اعمال کے درمیان کس قدر بعد پایا جاتا ہے۔ اس کلام میں کوئی نصیحت نہیں پائی جاتی جس کے متکلم کے دل میں اسے عملی جامہ پہنانے کا بھرپور جذبہ موجود نہ ہو۔ پس وہ دوسروں کے دلوں میں عمل بن جاتا ہے اور کلام باقی نہیں رہتا اور یہ بات سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے اور آپ کی فتح کا معاملہ ہی عجیب ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی۔ آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات کرائی تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہا:

> "میں انصار میں زیادہ مالدار آدمی ہوں۔ میں اپنے مال کو نصف نصف تقسیم کرتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں۔ ان دونوں میں سے جو تجھے اچھی لگے اس کا نام مجھے بتاؤ میں اسے طلاق دیدوں گا اور جب اس کی عدت گزر جائے تو آپ اس سے شادی کرلیں۔"

یہ ایثار کی ایک مثال ہے جو اس مواخات کا ایک نتیجہ ہے۔

بدر کو جاتے ہوئے راستے میں مہاجرین کے ایک آدمی نے کہا:

"اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں برک الغماد کی طرف لے جائیں تو ہم وہاں پہنچنے تک آپ کے ساتھ چلیں گے"

اور انصار کے ایک آدمی نے کہا:

"اے خدا کے نبی! آپ نے جو ارادہ کیا ہے اسے پورا کیجیے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ اس سمندر کی چوڑائی میں پار کرنے کے لیے گھس جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں گھس جائیں گے۔ اور ہم میں سے ایک آدمی بھی باقی نہیں رہے گا"

اور بدر کے روز حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن مشرکین کے ساتھ تھا۔ اور عتبہ بن ربیعہ قریش کے ساتھ تھا اور اس کا بیٹا ابو حذیفہ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ اس معرکہ میں باپوں نے بیٹوں کے ساتھ اور بھائیوں نے بھائیوں کے ساتھ جنگ کی۔ اصولوں نے ان کے درمیان اختلاف ڈال دیا اور تلواروں نے ان کے درمیان فیصلہ کیا۔ بدر کے روز مسلمانوں نے شہادت کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت کی اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے پہلے موت کا متمنی تھا اور مشرکین کا ہر آدمی چاہتا تھا کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے مرے اور شہید نزع کے وقت یہ الفاظ دہراتا کہ "اے میرے رب! میں نے تیرے پاس آنے میں جلدی کی ہے تاکہ تو راضی ہو جائے"

(وعجلتُ الیک ربّ لترضیٰ):

معرکۂ بدر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے قیدیوں کے انجام کے متعلق مشورہ طلب کیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔

”میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے فلاں قریبی کو میرے کنٹرول میں دے دیں۔ تاکہ میں اسے قتل کر دوں تاکہ اللہ معلوم کرے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی محبت نہیں ہے اور یہ لوگ ان کے بڑے سردار، ائمہ اور لیڈر ہیں۔“

اور بدر کے قیدیوں کا فدیہ چار ہزار کے لگ بھگ تھا اور جس کے پاس کچھ نہ تھا اس کا فدیہ یہ تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھاتے۔

اسی طرح سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی بھوک کے باوجود دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے تھے اور اپنے عقیدے کو اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور اپنے خاندان اور اموال پر ترجیح دیتے تھے بلکہ اپنے عقیدے کو اپنی جان پر بھی ترجیح دیتے تھے اور شہادت کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتا ”تمہیں شہادت مبارک ہو“ اور جب ماؤں، بہنوں اور بیویوں کو اپنے قرابت داروں کی شہادت کا پتہ چلتا تو وہ کہتیں ”اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں شہادت سے سرفراز فرمایا ہے۔“

یہ لیڈر اور سپاہی مستقبل کے لیے بنیاد رکھتے تھے اور علم کو نفل نہیں فرض سمجھتے تھے اور اسے تجارت نہیں عبادت سمجھتے تھے اور وسیلہ نہیں، مقصد سمجھتے تھے۔ وہ خدا کی خاطر بھائی بھائی تھے اور ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی کے لیے وہی بات پسند کرتا تھا جو اسے اپنے لیے پسند تھی اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ایک دوسرے کی مضبوطی کا باعث تھے اور وہ ایک متحد جسم کی طرح تھے جب اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو باقی جسم بے خوابی اور بخار سے تلملا اٹھتا ہے۔ یہ لیڈر اور سپاہی بنیاد رکھتے تھے گراتے نہیں تھے۔

تعمیر کرتے تھے، تخریب نہیں کرتے تھے اور کام کرتے تھے، باتیں نہیں کرتے تھے۔

(۲)

بدر میں مسلمانوں کی فتح، عملاً اسلامی حکومت کی پیدائش کی اطلاع تھی جس کے بعد مسلمانوں نے طویل صدیوں تک دنیا کی خیر و صلاح، تہذیب و تمدن اور نور کی طرف رہنمائی کی۔ ان کو یہ فتح اسلام کے ذریعے ہوئی اور اس کے بغیر وہ کبھی فتح یاب نہ ہوں گے۔ اور مسلمانوں کی تاریخ اس امر پر بہترین دلیل ہے۔

جاہلیت میں عرب پراگندہ تھے، اسلام کے ذریعے متحد ہو گئے۔ ایک دوسرے کے دشمن تھے، اسلام نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ وہ آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچے تھے اسلام نے اس سے انھیں بچایا۔ پس عرب اسلام کے ذریعے مضبوط یونٹ، عظیم حکومت، متحد قوم اور زبردست قوت بن گئے جس سے انھیں عظیم اسلامی فتوحات کا راستہ مل گیا اور عرب مسلمانوں کے جھنڈے دنیا کی رہنمائی کرنے اور لوگوں کو تہذیب و تمدن سکھلانے کے لیے چل پڑے اور اسلامی حکومت شمال میں سائبیریا تک، مغرب میں فرانس تک، مشرق میں چین تک اور جنوب میں بحر اوقیانوس تک پھیل گئی۔

وہ کمزور تھے، اسلام کے ذریعے طاقتور ہو گئے۔ دشمن تھے، بھائی بھائی بن گئے۔ غلام تھے، فاتح بن گئے۔ پھر ان کے ناخلف جانشین آ گئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے غلام بن گئے۔ پس وہ غیروں کے محکوم بن گئے، ذلیل ہو گئے اور سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو گئے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

یہ ناخلف مغلوب ہو کر اور باہم ایک دوسرے کی امداد ترک کر کے مشرق و مغرب

سے اعراض برتنے لگے اور غیروں کی وراثت سے عشق کرنے لگے اور اپنی وراثت کو حقیر سمجھنے لگے اور اپنے دشمنوں کی تاریخ پڑھنے لگے اور اپنی تاریخ کو پس پشت پھینکنے لگے یہاں تک کہ بعض عرب اور مسلمان آج ثقافت و آزادی کے نام پر وہ کچھ بکتے، لکھتے و اشاعت کرتے ہیں جو کچھ اسلام کے دشمن اور مستشرق بھی لکھنے اور اشاعت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مستشرقین نے عربیت اور مسلمانوں کے درمیان انتہائی تفرقے کی کوشش کرتے ہیں اپنی کوشش نہیں صرف کردی بلکہ بہت عرب مسلمان مستشرقین کا ایک غلام ہو سکتا ہے۔ مشرقی مستشرقین ایجنٹوں اور ان کے ہم پیشوں نے زندگی سے دین اسلام کو دور رکھنے کے لیے جس دعوت کی بنیاد رکھی ہے وہ ایک شک پیدا کرنے والی دعوت ہے جس کا مقصد عربوں کو ان کی حیات ثقافتی سے دور رکھنا ہے۔ پس عرب جسم ہے اور اسلام اس کی روح ہے اور روح کے بغیر جسم کا باقی رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ پس یہ دعوت جسے انہوں نے فصیح عربی کے بدلے عامی زبان کے استعمال کے لیے بنایا ہے ایک شک پیدا کرنے والی دعوت ہے جس کا مقصد عرب قوم کو گونگی بنا دینا ہے کیونکہ عربی زبان قرآن کریم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فتح کے لیڈروں سپاہیوں اور خیالات و نظریات کی زبان ہے۔

اور جس دعوت کو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے ان کے عقیدے اور تعالیم کے خلاف بے حیائی اور بیہودگیوں کی اشاعت کے لیے بنایا ہے وہ ایک شک پیدا کرنے والی دعوت ہے جو اشتراکیوں اور عرب کے دشمنوں اور اسرائیل کے مفاد کسی کی خدمت نہیں کرتی اور وہ لوگ ان کا انداز یہ ہے یہ سب سے پہلے کی جائے کہ وہ تحریف و فتنہ کاری کے میدان میں اپنی جانیں قربان کریں۔

میں ہر اس انسان کو چیلنج کرتا ہوں جو یہ خیال کرتا ہے کہ ان کا عقیدہ ہمارے

۲

عقیدے سے افضل ہے اور ان کے جوان ہمارے جوانوں سے بڑھے ہیں اور ان کی تاریخ ہماری تاریخ سے شاندار ہے اور ان کا ورثہ ہمارے ورثہ سے اعلیٰ ہے اور جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انھوں نے عسکری، سیاسی اور اقتصادی استعمار کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا ہے پھر وہ اپنے ملک میں فکری استعمار کو راسخ کرنے کے لیے دن رات کام کرتے ہیں، انھوں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ استعمار کو ایک تنگ دروازے سے نکال کر محض اپنے ارادے سے ایک وسیع دروازے سے داخل کر لیا ہے۔ ہم استعمار کو نکال دیتے ہیں پھر اس کے قوانین کا ترجمہ کرتے ہیں اور رضاً و رغبتاً ان پر عمل کرتے ہیں۔ پس ہم اپنے ملک میں قانون کے فجور کی اشاعت کرتے ہیں۔ ہم استعمار سے خلاصی حاصل کرتے ہیں۔ پھر اس کے اصولوں کو درآمد کرتے ہیں۔ اور حرفاً حرفاً اس پر عمل کرتے ہیں۔ پس ہم بہتر چیز کے بدلے میں ادنیٰ چیز کو لے لیتے ہیں۔ ہم استعمار سے جنگ کرتے ہیں۔ پھر ہم اس سے بداخلاقی درآمد کرتے ہیں اور اپنی ترقی پذیر قوم کو خراب کر دیتے ہیں اور ان میں بداخلاقی اور بے حیائی کی اشاعت کرتے ہیں۔ اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کا کاٹنا ہے۔ اس کے متعلق ہمارے جاہل لوگ کہتے ہیں کہ یہ قدامت پسندی ہے اور رذالت ہے جو بیسویں صدی کی روح کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔

اور یورپ کی بڑی اشتراکی حکومتوں میں چوری کی سزا قتل ہے۔ اس کے متعلق ہمارے جاہل کہتے ہیں کہ یہ ترقی پسندی ہے اور یہ نمونہ ہے اور یہ بیسویں صدی کی روح کے مطابق ہے۔

پس اس ذلیل گروہ کے مفاد کے لیے ہی کسی بڑے فکری استعمار کے باعث ہم یہ تکالیف برداشت کر رہے ہیں اور جو لوگ اس بات کے دعویدار ہیں کہ بند اخلاق اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے سیاسی چال چلن کا شخصی چال چلن کے ساتھ

کوئی تعلق نہیں ہوتا تو وہ پرلے درجے اور پرلے کے احمق یا پرلے کے ایجنٹ ہیں۔

اور جو لوگ ہماری قوم میں بے حیائی اور ننگے پن کی اشاعت چاہتے ہیں وہ استعمار اور اسرائیل کے سوا کسی کی خدمت نہیں کر رہے۔ ہمارا عقیدہ آسمانی وحی سے مؤید ہے اور ہماری تاریخ اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ ہے اور ہمارے نوجوان روحِ اسلام کا عملی ترجمہ ہیں۔ وہ ہمارا ورثہ اسلامی نظریات کا مجموعہ ہے جو روئے زمین کے تمام عقائد و تاریخ میراث سے ارفع و اعلیٰ، شاندار، صاف، پاکیزہ، بلند اور خوبصورت ہے۔

اور میں اس کے خلاف ادعا کرنے والے کو چیلنج کرتا ہوں۔ مگر ان کو نہیں جو جاہل، غبی اور ایجنٹ ہیں کیونکہ جہالت، غباوت اور ایجنٹوں کو کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔ بلاشبہ ماضی، حاضر اور مستقبل کی اساس ہے، پس ہم اپنے شاندار ماضی سے بیگانہ نہیں ہو سکتے کیا کوئی ایسا عقلمند ہے جو عمارت کی بنیادوں کا آغاز اس کی چوٹی سے کرے۔ ہم نے اسلام کے ذریعے، عقیدہ و عمل اور جان نثاری و فداکاری کے لحاظ سے سیادت کی ہے اور خواہ ہم کس قدر کوششیں کریں اس کے بغیر کبھی بھی سیادت نہ کر سکیں گے اسلام دنیا کا معجزہ اور تحفہ ہے۔ ہمیں اس کے ساتھ دشمنانِ اسلام پر حملہ کرنا چاہیے دارالاسلام کے تمام مقامات پر بسنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکارو! تمہیں دشمنانِ اسلام پر اسلام کے ساتھ حملہ کرنا چاہیے۔ آج کے بعد کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ میں اسلام کا دفاع کر رہا ہوں۔ اسلام اس بات سے کہیں بالاتر ہے کہ انسان اس کا دفاع کرے۔

"إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝

اسلام میں جان نثاری و فداکاری کی جو حقیقتیں پائی جاتی ہیں ان پر مشتمل

سے قائم رہو۔ صرف اسی ذریعہ سے دوبارہ تمہیں دنیا کی قیادت حاصل ہوگی جیسا کہ اس سے قبل تمہارے اسلاف نے کیا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ

«ولو ان اهل القرى امنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء و الارض ولكن كذبوا فاخذنهم بما كانوا يكسبون»

میرے ساتھ وہ الفاظ دہراؤ جو ہمارے مبارک سلف صالح دہرایا کرتے تھے کہ "اے نصرت الٰہی قریب آ"

ہم ہر جگہ پر مسلمانوں کے ساتھ ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوں گے وہ ہمارے دینی بھائی ہیں اور وہ خدا کی خاطر ہمارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "انما المؤمنون اخوة" ہم پر ان کی مدد واجب ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی مدد نہیں کرتا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم اسے چاہیے کہ وہ اسلام کا دعویٰ نہ کرے

اور ہم عامی زبان کا پروپیگنڈہ کرنے والوں، جو جھوٹے شعارات کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ چھپاتے ہیں، اس کا اظہار نہیں کرتے، کے مقابلہ میں قرآن کی زبان اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور عرب تابعین کی زبان کے ساتھ ہیں۔

اور ہر وہ شخص جو حاکموں اور محکوموں میں سے قرآن کے اصولوں اور قرآن کی زبان کا ساتھ نہیں دیتا وہ حق سے منحرف ہے اور استعمار اور اسرائیل کے لیے کام کر رہا ہے خواہ وہ عروبیت اور اسلام کا اظہار کرے۔

اور میں ان منحرف حاکموں اور محکوموں کو نصیحت اور انذار کرتے ہوئے وہ بات کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے کہ "وسكنتم في مساكن الذين ظلموا انفسهم وتبين لكم كيف فعلنا بهم وضربنا لكم الامثال

اللہ تعالیٰ... عربوں کو پھر اوقیانوس سے لے کر خلیج تک اسلام کے جھنڈے تلے متحد کر دے اور ان کی وحدت کو ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک مسلمانوں کی وحدت کے لیے مضبوط بنیاد بنا دے۔ عرب، اسلام کے ساتھ سب کچھ ہیں اور عرب بغیر اسلام کے کچھ بھی نہیں۔

والحمد للہ کثیرًا وصلی اللہ علی سیدی ومولای رسول اللہ سید القادات وقائد السادات رجل الرجال وبطل الابطال ورضی اللہ عن اصحابہ وعن کل من یخدم العرب والاسلام بامانۃ واخلاص۔

مقدمہ مؤلف ایڈیشن دوم

الحمد للہ نستعینہ ونستھدیہ ونعوذ بہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا و
نصلی ونسلم علی نبینا محمد وآلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ الذین
نصروہ فی کل موطن وحین۔

ہماری اس کتاب کی اشاعت جو اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے، ایک تجربہ تھا جس کی کامیابی نے ہماری حوصلہ افزائی کی کہ ہم نے اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلے کے متعلق اشاعت کا جو عزم کیا ہوا ہے اسے جاری رکھیں۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن محرم ۱۳۸۲ھ میں شائع ہوا۔ اور ابھی اس سال کے شوال کا مہینہ نہیں آیا تھا کہ اس ایڈیشن کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ اس کامیابی نے ہمیں جلد دوسرا ایڈیشن شائع کرنے پر آمادہ کیا جس کے ساتھ ہم نے کئی اضافے کیے جو پہلے ایڈیشن سے دگنے سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے صفحات ایک سو سے زیادہ نہیں تھے مگر اس ایڈیشن کے صفحات جیسا کہ قارئین دیکھ رہے ہیں ۲۹۰ تک پہنچ گئے ہیں۔ اسی کامیابی نے ہماری حوصلہ افزائی کی کہ ہم اپنی کتاب "غزوۂ احد" اب جلد شائع کریں جو اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ کی دوسری کتاب ہے نیز اس سلسلہ کی تیسری کتاب "غزوۂ احزاب" عنقریب پریس میں چلی جائے گی۔ ان شاء اللہ

فنشکر اللہ اولاً وآخراً ولہ الحمد والمنۃ علی ما تفضل بہ علینا من نعمہ الظاھرۃ والباطنۃ ونسالہ تعالیٰ ان یمدنا بعونہ ویمدنا بتوفیقہ وان یحمینا من منزلقات النفس ونزغات الغرور وان یجعل عملنا خالصاً لوجھہ وان یکون نصیبنا ما وسعنا علی الحق وانہ نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

محمد احمد باشمیل

مکہ مکرمہ ۔۔ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ / اگست ۱۹۶۲ء

مقدمہ ایڈیشن اول

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد سید المکافحین و امام المجاہدین و علیٰ آلہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ الاوفیاء الصامدین ...

اے اللہ! ہم تجھ سے مدد و توفیق چاہتے ہیں!

ہم نے اللہ کی مدد سے یہ عزم کیا ہے کہ اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے متعلق ایک مفصل تاریخی سلسلہ شروع کریں جس نے اسلامی حکومت کے قیام اور اس کے عقیدہ کی اشاعت اور عالم میں اس کی علمبرداری کی نسبت سے طاقت کے میزان اور تاریخ کے دھارے کو بدل دیا ہے۔

یہ سلسلہ ان عظیم معرکوں پر ہی اکتفا نہیں کرے گا جن میں اسلام کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی تھی جیسا کہ یرموک کا عظیم معرکہ ہے بلکہ اس میں ان خوفناک اور مشہور معرکوں کا بھی ذکر ہوگا جن میں مسلمانوں نے حصہ لیا اور ان میں ان کے دشمنوں کو غلبہ حاصل ہوا جیسا کہ عرب میں اُحد کا معرکہ ہوا اور فرانس میں بلاط الشہداء کا معرکہ ہوا۔

اس سلسلے کے آغاز کا پہلا مقصد اسلامی تاریخ کے خزانوں کے اس قیمتی حصے سے پردہ اٹھانا ہے خصوصاً عصری ثقافت کے دانشور نوجوانوں کے سامنے جو بہادری اور قربانی سے لبریز ہے جس پر بیرونی دشمن، اندرونی گماشتہ گروہوں کے ساتھ اتفاق کرکے قابض ہو گیا ہے۔ ان گروہوں کو بیرونی دشمن نے اپنی حکومت کے زمانہ میں چن لیا تھا اور انہیں تعلیمی و تربیتی کتابوں کے آگے بٹھا دیا تھا اور انہیں صحافتی مرکز اور نشر و اشاعت کی قیادت کا نگران بنا دیا تھا۔

پس انھوں نے سکولوں اور کالجوں میں عظیم تاریخ کے تمام روشن پہلوؤں کو عمداً اور اصراراً اخفا کر ہماری اسلامی تاریخ کے حق میں بہت بڑا جرم کیا ہے۔ خصوصاً بہادری اور فداکاری کے اس پہلو کو جو ان فیصلہ کن معرکوں میں نمودار ہوا جن میں ایمان نے کفر کے خلاف حصہ لیا اور عدل نے سرکشی کے خلاف قیادت کی اور جن میں اصول اور عقیدہ کا شرف نمایاں ہوا۔

ہم ہمیشہ سے آج تک دیکھ رہے ہیں کہ یہ گروہ جنھیں غیر ملکیوں نے پسند کیا ہے، وہ ان کے اشارے اور رغبت کے مطابق بہت سے اسلامی علاقوں میں اسلامی پود کے لیے تعلیم و تدریس کے سلیبس بنا رہے ہیں۔ ہاں ہم ہمیشہ سے ان گنہگار گروہوں کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ نئی پود کو ایسا بنا رہے ہیں! تاریخی تحقیق کے مراحل میں، کہ وہ ایسے تاریخی واقعات میں غور و فکر کرنا بھول گئی ہے جن کا ہماری اسلامی تاریخ سے کلیۃً کوئی تعلق نہیں ہوتا، جب یہ اہم گروہ اسلامی تاریخ سے متعرض ہوتے ہیں تو اکثر انھیں معاملات سے متعرض ہوتے ہیں جن میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف و نزاع پایا جاتا ہے۔ جیسے وہ افسوسناک واقعات جو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اور آپ کی موت کے بعد ہوئے یا حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ[1]

---

[1] معاویہ بن ابی سفیان، صخر بن حرب اموی قرشی پہلے شخص ہیں جنھوں نے شام میں عظیم عربی حکومت کی بنیادیں رکھیں، آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔ آپ کاتب وحی بھی تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے مطابق اپنے بھائی یزید کی کمان میں شام میں رومیوں کے ساتھ جنگ میں ایک دستے کی کمان کی۔ آپ ان فوجوں کے سالار تھے جنھوں نے بیروت، صیدا، عرقہ اور جبیل کو فتح کیا تھا۔ آپ نے حضرت علیؓ کی خلافت میں ان پر خون عثمانؓ کی تہمت لگانے کے بعد صفین کی جنگ میں بڑے بازو کی قیادت کی۔ مسلمانوں نے ہجرت کے اکتالیسویں سال میں آپ کی خلافت کی بیعت کی۔ یہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ حضرت حسن بن علیؓ آپ کے لیے خلافت سے دستبردار ہو گئے (بقیہ برصفحہ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان ہوئے ہیں مگر وہ ان واقعات کے بیان کو طول دیتے اور ان کے اسباب و مسببات کا فلسفہ بیان کرتے ہیں اور تدلیس، تحریف اور باطل کو حق سے خلط کر کے درمیان پھیلاتے ہیں گویا یہ اکیلے ہی اسلامی تاریخ ہیں ۔

بقیہ حاشیہ ص اور فتنہ کی آگ کو بجھانے اور مسلمانوں کے خون کو بچانے کے لیے ان کی بیعت کی۔ حضرت معاویہ اسلام کے عظیم قائدین میں سے ایک ہیں۔ آپ کی فوج کے جہازوں کے دستے قبرص اور جزائر بحر الطین تک پہنچ گئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قسطنطنیہ (استنبول) کا محاصرہ کیا اور آپ ہی نے پہلا بحری بیڑا تیار کیا اور آپ ہی وہ پہلے مسلمان حکمران ہیں جنہوں نے بحر متوسط میں رومیوں کے خلاف بحری جنگ لڑی اور آپ نے بحری بیڑے سے جزائر روڈس، اقریطش اور دوسرے جزائر فتح کیا۔ بعض مورخین کا اندازہ ہے کہ حضرت معاویہ نے جو بحری بیڑا تیار کیا وہ سترہ سو کشتیوں پر مشتمل تھا۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی جو اس کا اہل نہیں تھا اور شیعہ کے مطابق تو شیعہ بعض اوقات آپ کو کافر کہتے ہیں۔ آپ کی وفات ۶۰ھ کو دمشق میں ہوئی۔

حاشیہ صفحہ ہذا: ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما تعریف سے بے نیاز ہیں۔ آپ مسلمانوں کی سب سے بڑی فقیہ اور دین و ادب کی عالمہ تھیں۔ علم رکھنے والی تھیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے ہجرت کے بعد شادی کی۔ آپ نے عورتوں میں سب سے زیادہ حدیثیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہیں۔ محدثین نے آپ سے ۲۲۰۰ احادیث روایت کی ہیں۔ آپ حضور علیہ السلام کی بہت چہیتی تھیں۔ آپ جنگ جمل میں شامل ہوئیں۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں میں سے تھیں۔

آپ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی۔

ہم باقی تمام روشن پہلوؤں کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں جو مسلم نوجوانوں کو قرآن کے جھنڈے تلے مردانگی، فداکاری اور استقامت کے ساتھ چلنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک سوچا سمجھا تخریبی عمل ہے جس پر یہ گنہگار گروہ وسیع وسائل سے مدرسوں اور یونیورسٹیوں میں عمل پیرا ہے۔ تاکہ ثقافتی اور فکری استعمار کے ستونوں کو مضبوطی سے قائم کریں جو سب سے بڑا استعمار ہے۔ جس کے متعلق دشمنوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ سیاسی استعمار کا جانشین ہو۔ جو سب سے چھوٹا استعمار ہے... اور عملاً یہی بات اس وقت رونما ہوئی جب غیر ملکی اپنی طاقت کے ساتھ اکثر اسلامی علاقوں سے کوچ کر گیا۔

اسلامی تاریخ کو چھوڑ دینے کا مقصد... سوائے اس کے کہ کوئی نادر واقعہ ہو یا مسلمانوں کے درمیان اختلافات ہوئے ہوں یا کوئی بے حیائی کا واقعہ ہو یا ان کے بعض حکام کا بیہودہ پن ہو... مسلمان نوجوانوں کے درمیان اور ان کے اسلاف کی شاندار اور روشن تاریخ کے درمیان تعلق کو قطع کر دیتا ہے جس سے اسلام سے کینہ رکھنے والا غیر ملکی دشمن ڈرتا ہے کہ کہیں اس تاریخ کو دیکھنے سے مسلمان نوجوان ان مبارک بہادر اور روشن رو بہادروں کی اقتدا کرنا شروع کر دیں۔ جنہیں اسلام غاروں اور وادیوں کی گہرائیوں سے ابھارا۔ بہتے جدولوں کی طرح کھینچ لایا تھا۔ پھر اس نے انہیں ایمان کی بھٹی میں پگھلانے کے بعد دنیا کی قیادت کے تخت پر بٹھا دیا۔ جن لوگوں نے اسلام کے ساتھ اور اسلام نے ان کے ساتھ ایک تاریخ بنائی جس جیسی عظیم پاک اور روشن تاریخ دنیا نے آدم سے لے کر آج تک نہیں دیکھی۔ اگر اساتذہ اپنے مدرسوں میں اور پرنسپل اپنی یونیورسٹی میں اس تاریخ کا اہتمام کرتے تو یہ مدارس اور یونیورسٹیاں ہمیں ایسے نوجوان مہیا کرتیں جو اپنے عقیدے میں قوی، اخلاق میں مستقیم، بنیادوں میں عظیم، استقامت میں پکا۔ اور قیادت میں کامیاب ہوتے۔ یہ

نوجوان۔ ابوبکرؓ کے صدق، عمرؓ کے عدل، عثمانؓ کی شرافت، علیؓ کی بسالت، خالدؓ کی شہسواری، عمروؓ کی دانائی، معاویہؓ کے حلم اور ابن زبیرؓ کے اقدام کے جامع ہو گئے۔

اور عجیب ہمارے لیے تمام اسلامی علاقوں میں یہ مشکل پیدا کر دی گئی جس کا ہم سامنا کر رہے ہیں۔ اور یہ مشکل اس چھوٹے گروہ کی پیدا کردہ ہے جو اپنا نام ترقی پسند اور آزاد رکھتے ہیں جو اسلام کو شدید نقصان پہنچانے والے اور اس کی تاریخ کو اس کے اصلی دشمنوں سے بھی زیادہ مجروح کرنے والے ہیں۔ جنھوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں اپنی استعماری ثقافت کے کارندوں کے چھوٹے دستے شروع کر دیئے تھے بلکہ کینہ توز استعمار کے مقرر کردہ دلالوں نے ہماری طویل غفلت میں اس تاریخ کو مسخ کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا اور اس پر ان آدمیوں کے ہاتھوں مٹی ڈلوانے میں کامیاب ہو گئے جو ہماری طرف منسوب ہوتے ہیں۔ پس تدریس کے سلیبسوں میں اس میں سے کچھ چیز باقی تو رکھی سوائے ان حصوں کے جو کچھ بھی مفید نہیں۔ جن سے اسلام کے ماضی اور اس کی حکومت کے بانیوں پر عیب لگایا جا سکتا ہے اور اسلامی حربوں کے سالاروں کو رسوا کیا جا سکتا ہے[1] اور ان کے کارناموں کو

---

[1] میں نے ایک دفعہ مجلہ العصور میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق ایک عجیب کہانی پڑھی۔ اس کا نام یہ سب سے بڑا یہی واقعہ مالک بن نویرہؓ کا قتل اور مقتول کی زوجہ لیلیٰ کے متعلق حضرت خالدؓ کی [illegible] تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے ابن نویرہ کو استعماری جھگڑے میں ایک مرتد کی طرح قتل کر کے اس کی بیوی سے شادی کر لی تھی اور سب سے دکھ دہ منظر جو میں نے دیکھا وہ یہ تھا کہ قلم کار بیہودہ خیانت کار یا [illegible] ہیں۔ مصری ہیروئن سے نہیں جوڑا جاتا۔ اسی طرح یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ ہیرو خالد بن ولیدؓ عاشق اور ہیروئن تو ہے جو لیلیٰ تھی جو مقتول مالک بن نویرہؓ کی بیوی تھی۔ اس طرح استعمار کے چیلے نے اسلامی سالاروں اور بہادروں پر وہ جیسے جنگ مسلط کر دیتے ہیں حتیٰ کہ اس کی نظروں میں بھی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

کرایا جا سکتا ہے جیسا کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا ہے۔ اور ان کے دین و امانت پر طعن کرتے [illegible] دیکھیے شیعہ مصنف [illegible] ان بزرگوں کی دیانت [illegible] بیان نہ کیا [illegible] سے [illegible] جا سکتا [illegible] طبری اسلوبِ بازاری کا سبب بن گیا۔

[illegible] سلہ عبداللہ بن زبیر: [illegible] قریش کے شہسوار تھے۔ ان سالاروں میں سے آپ تھے جنہوں نے افریقہ کی فتح میں شرکت کی تھی۔ آپ نے افریقہ کے بادشاہ جرجیر کو قتل کیا تھا۔ آپ نے یزید سے مسئلہ خلافت پر جھگڑا کیا اور یزید کی موت کے بعد خود خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا اور آپ کو حجاز، مصر، عراق، یمن، خراسان اور شام کے اکثر حصوں پر تسلط حاصل ہو گیا۔ آپ نے امویوں سے خوفناک جنگیں لڑیں۔ آخر کار عبدالملک بن مروان نے آپ پر غلبہ پایا اور شامی فوجوں نے حجاج کی کمان میں حرم میں آپ کا محاصرہ کر لیا۔ آپ بہادرانہ طریقے سے لڑتے ہوئے قتل ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر [illegible] سال تھی اور یہ [illegible] کا واقعہ ہے۔ آپ ہجرت کے بعد مدینہ میں پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے۔ آپ کی خلافت نو سال قائم رہی۔

سلہ عمرو بن العاص بن وائل السہمی القرشی: جو اسلام کے [illegible] آپ عرب کے عظیم آدمیوں عقلمندوں، صاحب الرائے، دانا [illegible] میں سے ایک تھے۔ جاہلیت میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب لوگوں سے زیادہ سختی کرنے والے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو [illegible] کے لیے حبشہ کی طرف سفر کیا اور نجاشی کے پاس پہنچ کر [illegible] آپ نے [illegible] میں اسلام قبول کیا۔ آپ اور خالد بن ولید ایک ہی وقت مسلمان ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فوج ذات السلاسل کی کمان دی اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما [illegible] آپ کو [illegible] دی۔ پھر آپ نے عمان کے علاقے [illegible] آپ کو گورنر مقرر کیا۔ آپ ان چار [illegible] میں سے ایک ہیں جنہوں نے [illegible] فتح کیا تھا۔ فلسطین اور مصر کو فتح [illegible] آپ کو [illegible] ہے۔ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible] (بقیہ بر صفحہ ۲۹)

کے لیے ان کے دشمنوں کے نظریات کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ہے جیسا کہ انھوں نے حضرت ابوذر غفاری کے اس نظریہ کو غلط طور سے بیان کیا ہے جس میں انھوں نے امیر معاویہ کی مخالفت کی ہے جس کی وجہ سے خلیفہ ثالث نے آپ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ اسی طرح انھوں نے ان کہانیوں اور ڈراموں کی جن کی حیثیت خود ساختہ سے زیادہ نہیں تھی اشاعت کی ہے جو بنی امیہ کے بعض خلفاء کے شراب اور دل لگی کا تصور دیتے ہیں۔ نیز ان سالاروں کو جنھیں صلیبیوں، بت پرستوں اور مجوسیوں نے ناپسند کیا، ان سے بچے اسلامی جانباز قرار دیتے ہیں، کیونکہ اسلامی فوج اور اس کی عسکری طاقت اور سیاسی حیثیت ان خلفاء اور سالاروں کے زمانے میں اس مقام تک پہنچ چکی تھی جس تک نہ ان سے پہلے کوئی پہنچا ہے اور نہ ان کے بعد۔

پس جب ان کی فوجیں مغربی یورپ کے اندر گھسی ہوئی تھیں، اس وقت بنی امیہ کے زمانے میں، پانچواں زمانہ جانتا ہے، پیرس سے تین سو کلو میٹر کے فاصلے پر ٹھہرے تھے۔ اور اموی دمشق کی لاکھوں فوجیں ان کے سامنے طوفان کی طرح بت پرستی کے نشانات اور مجوسیت کے آثار کو بہاتے ہوئے مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔

دشمن شیعہ کی طرف سے ان خلفاء اور سالاروں کے خلاف جو کینہ

---

۱ آپ جلیل القدر صحابی ہیں، فلسطین اور مصر آپ نے فتح کئے، حضرت علی اور حضرت عثمان کے آپ زمانے میں مصر سے معزول کر دیئے گئے۔ فتنہ کے زمانے میں آپ حضرت معاویہ کے طرفدار تھے۔ حضرت معاویہ نے تمام فتنہ کے بعد آپ مصر کے حکمران بنے اور ان کی وفات تک بھی آپ ان کے امیر رہے۔ حضرت عمر ان کی عقل و دانش پر بہت معترف تھے۔ جب آپ کسی کو گفتگو میں عاجز دیکھتے تو فرماتے کہ اس کا اور عمرو بن العاص کا خالق ایک ہی ہے۔ آپ نے ۴۳ھ میں مصر میں وفات پائی۔

جڑ پکڑ گیا ہے، اس کا یہی سبب ہے! اور اسی لیے تو ہم صلیبی چوروں کے درس و تدریس اور نشر و اشاعت میں مشغول دیکھتے ہیں یعنی وہ ان خلفائے اسلام اور عظیم سالاروں پر اعتراض کرتے ہیں جن کی کمان میں اسلام نے مغرب میں صلیبیوں اور مشرق میں مجوسیوں کے خلاف شدید ترین معرکوں میں حصہ لیا تھا۔ مدرسے اور کالج کی کلاسوں میں تاریخ اسلامی کو نظر انداز کرنا یا ان تھوڑے حصوں پر اکتفا کرنا جو اس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ یہ باتیں دشمن کی خدمت کرتی ہیں اور مسلم نوجوان کو بے رغبت کرتی ہیں بلکہ تاریخ اسلام میں اس کی ناپسندیدگی میں اضافہ کرتی ہیں۔ یہ دشمنان اسلام کا اتفاقی ہدف ہے جس میں وہ تخریب کار مسلمانوں کے ذریعے مسلم نوجوانوں کو صحیح اسلامی نظریے سے برگشتہ کرنے میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ نے بچا لیا ہے اور وہ تھوڑے سے ہی ہیں، اور وہ یورپ اور اس کی تہذیب اور اس کے جوانوں کی عظمت کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ اور اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ وہ اسی چیز کو پڑھنے اور اچھا سمجھنے کے لائق سمجھتے ہیں جو یورپ اور صرف یورپ سے درآمد ہو۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب سے ان کی عقل کی آنکھیں کھلی ہیں، نیز تدریس کے طویل مراحل میں انہوں نے بہادرانہ کارناموں، معرکوں اور تہذیب اور فنکاری اور علوم کی تاریخ کے متعلق نہ کچھ سنا ہے اور نہ پڑھا ہے۔ ہاں انہوں نے روشن طرف کے معرکوں اور واٹرلو کی جنگوں اور انتھونی کے بہادرانہ کارناموں اور قلوپطرہ کی محبت اور نپولین کی شجاعت اور واشنگٹن کی ثابت قدمی اور نیلسن کی بسالت اور کرسٹوفر کولمبس کی مہمات اور فرانس کی تہذیب اور روما کے تمدن اور یونان کے فلسفہ اور سینیٹ اور بابل کی [illegible] کی عظمت وغیرہ کے متعلق پڑھا ہے جس سے طالب علم کے ذہن

کی یہ بات ہی نہیں آتی کہ وہ اپنے دین کی تاریخ اور اس کے جوانوں کے بہادرانہ کارناموں کے واقعات اور ان کے سالاروں کی شجاعت اور اس کے حکام کی پاکیزگی اور اس کے خلفاء کے عدل اور اس کی تہذیب کی روشنی اور اس کے تمدن کی عظمت اور اس کے علماء کی شہرت و شرافت اور اس کے مفکروں کی ذہانت کے متعلق کچھ معلوم کرے اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ تاریخ اسلامی سے ظلم کرنے والے یہ لوگ جب تاریخ اسلام کے متعلق گفتگو کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تو کلیتہً اسلام کے ذکر سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور اس کے متعلق اس طرح بات کرتے ہیں گویا وہ محض عمومی تاریخ بیان کر رہے ہیں گویا اسے ان اعراب نے بنایا ہے جن کا اس دین سے قطعاً کوئی تعلق نہیں

ایک دفعہ میں نے ایک آدمی سے جس نے ان یونیورسٹیوں سے بڑی بڑی ڈگریاں لی ہوئی ہیں معرکہ ذات الصواری کے متعلق دریافت کیا تو اس نے اس نام سے تعجب کیا اور ہنستے ہوئے کہنے لگا کہ اس نے اس عجیب نام کے معرکے کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ حالانکہ یہ معرکہ رومی سلطنت اور اسلامی جنگوں کی تاریخ میں ایک اہم اور فیصلہ کن بحری معرکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس معرکہ میں اسلامی بحری بیڑے نے رومی بحری بیڑے کو بری طرح شکست دی تھی جس کے بعد رومیوں کی طاقت ختم ہو گئی۔ یہ معرکہ حضرت عثمان بن عفان رضؓ کے زمانے میں امیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی کمان میں تونسی پانیوں کے قریب ہوا تھا۔ مگر جب میں نے یونیورسٹی کے اس دانشور سے (جو معرکۃ الصواری سے نا آشنا تھا) روشن طرف[1] کے معرکے کے متعلق پوچھا تو وہ اس معرکہ کی تفاصیل

---

[1] مشہور بحری معرکہ جو فرانسیسی بحری بیڑے اور برطانوی بحری بیڑے کے درمیان [illegible] کے نزدیک نپولین بونا پارٹ کے زمانے میں ۱۸۰۵ء میں ہوا تھا۔

یوں بیان کرنے لگا گویا وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو اس معرکے میں شریک ہوئے تھے اور وہ نیلسن کی لیاقت اور اس کی ثابت قدمی کو بیان کرنے لگا اور یہ کہ وہ قیادت کی کشتی پر پہرے کا انتظام کرتے ہوئے کیسے زخمی ہوا اور اٹھارہ جہازوں کے نقصانات کے بعد فرانسیسی بحری بیڑے نے کیسے شکست کھائی اور انگریزوں نے کس طرح فرانسیسی بحری بیڑے کے سالار کو قید کیا۔

اسلامی تاریخ سے یہ ناواقفیت اور غیرملکی تاریخ سے یہ واقفیت صرف جدید کلچر کا نتیجہ ہے جسے ہمارے مسلم نوجوانوں نے اس تعلیمی منصوبہ سے اخذ کیا ہے جو دسیوں سالوں سے دشمنانِ اسلام نے بنایا ہے۔

فنسأل الله تعالى بأسمائه الحسنى وصفاته العلى أن يثبتنا على ديننا ويأخذ بأيدينا للسير في الصراط المستقيم۔ إنه على كل شيء قدير۔

محمد احمد باشمیل

مکة مکرمة ..... رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ . . ۱۹۷۳

بدر

بدر: پہلے حرف کی زبر اور دوسرے کے سکون کے ساتھ۔۔ عرب کے مشہور پانیوں میں سے ایک پانی اور مشہور بازاروں میں سے ایک بازار ہے اور اس جگہ کو یہ نام اسی شخص کے نام پر دیا گیا جس نے سب سے پہلے اس میں کنواں کھودا۔ وہ غفار قبیلے کا ایک آدمی تھا جس کا نام بدر بن قریش بن مخلد بن النضر بن کنانہ تھا... زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ وہ قریش بن الحارث تھا... جس کے نام پر قریش کو قریش کا نام دیا گیا اور یہ نام ان پر غالب آگیا کیونکہ وہ ان کا رہنما اور غلے کا مالک تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ قریش کا قافلہ آیا ہے اور قریش کا قافلہ چلا گیا ہے اور اس کا بیٹا بدر بن قریش تھا، اسی کے نام پر اس جگہ کا نام بدر رکھا گیا جہاں یہ مبارک واقعہ ہوا تھا[1]

بدر، مدینہ کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان ان قافلوں کے راستوں پر جن پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلے، تقریباً ایک سو ساٹھ میل کا فاصلہ ہے۔

اسی طرح بدر مکہ کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے اور مکہ کے درمیان قدیم قافلوں کے راستوں پر جن پر مشرکین چلے تھے۔ تقریباً دو سو پچاس میل کا فاصلہ ہے۔

آجکل مکہ اور بدر کا درمیانی فاصلہ جبوں کے راستے سے ۳۴۳ کیلومیٹر ہے اور مدینہ اور بدر کا درمیانی فاصلہ اس راستے سے ۱۵۲ کیلومیٹر ہے۔

اور بدر اور بحر احمر کے ساحل کا درمیانی فاصلہ جو اس کے مغرب میں واقع ہے۔ تقریباً تیس کیلومیٹر ہے۔

---

[1] سیرۃ الاحیاء، ص ۲۲۸ ۔

۲

فصل اوّل

معرکہ سے قبل

- مکہ میں اسلام اور بت پرستی کے درمیان کشمکش کا آغاز
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ، تشویش اور ایذائی جنگ۔
- قریش کا ابوطالب کو خانہ جنگی کے متعلق انتباہ۔
- ابوطالب کا انتباہ کو رد کرنا۔
- بنو ہاشم اور بنو مطلب کی اقتصادی ناکہ بندی اور تمدنی بائیکاٹ۔
- ناکہ بندی اور بائیکاٹ کی سیاست کی ناکامی۔

اس معرکہ کی تفاصیل میں داخل ہونے سے قبل ان اہم تبدیلیوں اور واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے جو اس معرکہ سے قبل رونما ہوئے جن کا اس سے تعلق تھا اور جن میں سے بعض کو اس کے اسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ کے علاقے میں رہے اور جس دعوت کی اشاعت کا بار اللہ تعالیٰ نے آپ کے کندھوں پر ڈالا تھا آپ اس کی وجہ سے مجاہدانہ اور بہادرانہ رنگ میں لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہے۔

آپ کا جہاد ان طویل سالوں میں محض مسالمانہ تھا: اس میں آپ نے ہتھیار نہیں اٹھائے اور اسی طرح آپ کی دعوت کے دشمن بھی تمام راستوں کو

اختیار کرتے ہیں اور دعوتِ اسلام کی مقاومت کے لیے اس کے نفوذ کی لہر کو اپنی اقوام سے روکنے کے لیے جنگ کے سوا ایذا، تہدید، مقاطعہ کے ساتھ تمام وسائل کو کام میں لاتے ہیں۔

شروع شروع میں قریش نے دعوتِ اسلام کے مقابلہ میں اس دعوت کی آواز کے متعلق تشویش و اضطراب پیدا کرنے کے لیے نشر و اشاعت کے وسائل سے کام لینے پر اکتفا کیا تاکہ وہ کانوں تک نہ پہنچ پائے، اور اگر پہنچ جائے تو غیر حقیقی صورت میں پہنچے، پس کفار قریش نے بیوقوفوں کی ایک پارٹی تیار کی اور داستان سراؤں اور شعراء کی خدمات حاصل کیں تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تمسخر و استہزاء کرنے کے لیے حملے کریں۔ اور آپ کو مضطرب اور تنگ کرنے کی خواہش سے آپ پر شدید اعصابی جنگ برپا کر دیں اور آپ کے پیروکاروں کو اس نیت سے تنگ کریں کہ وہ آپ سے الگ ہو جائیں۔ شروع شروع میں قریش کو ان حملوں میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے الگ کرنے کی قدرت حاصل کر لی۔ قریب تھا کہ انھیں مکمل طور پر الگ کر لیتے۔ ابن ہشام کہتا ہے کہ:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے جو شدید ترین اذیت پہنچی، وہ یہ تھی کہ آپ ایک روز باہر نکلے اور جو آدمی بھی آپ کو ملا، اس نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو ایذا دی، خواہ وہ آزاد تھا یا غلام، آپ غمگین ہو کر اپنے گھر واپس آ گئے اور تکلیف کی شدت سے چادر اوڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ یا ایها المدثر، قم فانذر۔ الآیۃ"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈانہ حملوں کی تنظیم

بیرونی پروپیگنڈہ کے میدان میں (اس سے بیرونی مراد یہ ہے کہ غیر قریشی لوگوں کو دعوت اسلام سے روکنے کے لیے) قریش نے مقابلہ کے لیے جو حربے برتے وہ یہ تھے کہ لوگوں کو مشوش اور بے راہ کرنے کے لیے وہ خود بھی اور اس مقابلہ کا اہم کام یہ تھا کہ قریش ہر سال حج کے اجتماع کے قریب آنے پر خاص جماعتوں کی تشکیل کرتے تاکہ حجاج کے افکار کو پریشان کریں اور ان کے اذہان کو مشوش کریں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و دعوت میں شک پیدا کریں ۔

قریش کو تمسخر، استہزاء، دشمنی و نفرت کی جنگ میں مکہ کے اندر جو زک ملی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو روکنے میں ناکامی ہوئی، وہ آپ اپنی دعوت پر نہایت ثابت قدمی سے قائم رہے۔ اور بجائے اس کے کہ مکہ کے اندر آپ کی دعوت کی سرگرمیاں ماند پڑ جائیں اور معدوم ہو جائیں (جیسا کہ قریش کی خواہش تھی) یہ سرگرمیاں قریش کے حلقے سے باہر نکل گئیں اور آپ مختلف عرب قبائل کے حجاج کے وفود سے رابطہ کرنے لگے جو ان دنوں بت پرست تھے۔ اور ان کے سامنے اپنی دعوت اور اس کے مقاصد کو بیان کرنے لگے اور انہیں حلقہ بگوش اسلام ہونے کی دعوت دینے لگے ۔

مکہ کی پارلیمنٹ کا اجتماع

اس لحاظ سے خطرے کا دائرہ وسیع ہو گیا کیونکہ عربوں کے درمیان قریش کا یہ ممتاز روحانی مرکز تھا۔ حجاج کے وفود کے درمیان اس سرگرمی کے بڑھ جانے کے بعد قریش کو خطرہ محسوس ہوا۔ اس وجہ سے مکہ کے لیڈروں نے قریش کی پارلیمنٹ کا اجتماع کرنے میں جلدی کی تاکہ وہ مشورہ کریں کہ اس بڑھتی ہوئی

سرگرمی کو جیسے صاحب دعوت جدیدہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایک حد کے اندر رکھنے کے لیے فعال وسائل اختیار کریں جس کو انھوں نے اپنے دین کے لیے خطرہ اور اپنے معبودوں کے لیے گالی تصور کر لیا تھا۔ پارلیمنٹ میں اکٹھا ہونے والوں نے موقعہ کے تمام پہلوؤں کو پیش کیا۔ اور اس پر طویل مناقشہ ہوا اور اس کے مختلف حل اور تجاویز پیش کی گئیں جنھیں بعض سرداروں اور لیڈروں نے پیش کیا تھا۔

مکہ کی پارلیمنٹ میں سب سے پہلی تقریر ولید بن مغیرہ مخزومی نے کی جس نے اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :-

"اے گروہ قریش! حج کا اجتماع آگیا ہے اور عرب کے وفود اس میں تمھارے پاس آنے والے ہیں۔ اور تم نے اپنے ساتھی کے معاملے کے متعلق سُن لیا ہے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق) پس اس کے بارے میں ایک رائے پر اتفاق کرو اور اختلاف نہ کرو۔ اس طرح تم ایک دوسرے کی تکذیب کرو گے اور ایک دوسرے کے قول کو رد کرو گے۔ لوگوں نے کہا اے ابو عبد شمس! آپ ہی اپنی رائے بتائیں ہم اسی کو اختیار کریں گے۔ اس نے کہا تم ہی بتاؤ، میں سُنتا ہوں۔ اس موقع پر قریش نے باری باری اپنی آراء پیش کیں۔ ایک نے کہا: ہم کہیں گے وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا، خدا کی قسم! وہ کاہن نہیں ہے۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے، وہ کاہنوں کی گنگناہٹ اور سجع نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: ہم کہیں گے وہ مجنون ہے۔ اس نے کہا وہ مجنون نہیں ہے ہم نے جنون کو دیکھا اور پہچانا ہے پس وہ گلا گھٹا ہوا نہیں اور نہ خلجان اور وسوسہ ہے، انھوں نے کہا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔ اس نے کہا، وہ شاعر نہیں ہے۔ ہم سب اشعار یعنی رجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط کے واقف

ہیں۔ انھوں نے کہا ہم کہیں گے وہ ساحر ہے۔ اس نے کہا وہ ساحر نہیں ہے ہم نے ساحروں اور ان کے سحر کو دیکھا ہے وہ پھونک اور گانٹھ سے نہیں ہے انھوں نے کہا اے ابو عبد شمس! آپ کیا کہتے ہیں۔ اس نے انھیں صراحت سے کہا۔ خدا کی قسم! اس کے قول میں حلاوت ہے اور اس کا اصل کھجور کی طرح مضبوط اور خوشگوار ہے اور اس کی فرع چنا ہوا پھل ہے اور جو کچھ بھی تم اس کے متعلق کہتے ہو اس کے متعلق معلوم ہو گیا ہے کہ وہ باطل ہے

پھر ولید نے انھیں کہا کہ:

اس کے متعلق قریب ترین قول یہ ہے کہ تم اس کے بارے میں کہو کہ وہ ساحر ہے اور وہ ایسی بات لایا ہے جو سحر ہے جس سے وہ آدمی اور اس کے باپ کے درمیان، آدمی اور اس کے بھائی کے درمیان، آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان اور آدمی اور اس کے خاندان کے درمیان جدائی کروا دیتا ہے۔ اجتماع نے ولید بن مغیرہ کی پیش کردہ تجویز کو متفقہ طور پر قبول کر لیا۔

اضطراری تنظیمیں

اس تجویز کے نفاذ کے لیے قریش نے کچھ مخصوص پارٹیاں منظم کیں اور انھیں ہر اس راستے پر ڈیرے ڈال دینے کا مکلف کیا جس سے حج پر آنے والے گزرتے تھے تاکہ وہ انھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتائیں کہ وہ ایک ساحر ہے جو آدمی اور اس کے باپ کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے اور انھوں نے ان کو آپ کی باتیں سننے اور آپ کے قول کی طرف توجہ دینے کے متعلق انتباہ کیا۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ:

یہ پارٹیاں جن لوگوں سے ملاقات کرتیں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات کہتیں۔ جب عرب اس اجتماع سے

واپس لوٹے تو آپ کا ذکر تمام عرب ممالک میں پھیل گیا۔

مگر قریش کا اس پروپیگنڈہ سے مقصد یا سرد جنگ (جیسا کہ لوگ آج کل اس کو یہ نام دیتے ہیں) سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور قریش نے لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لیے جو الزامات آپ پر لگائے اور آپ کے راستے میں جو رکاوٹیں کھڑی کیں اور جو شور شرابہ کیا اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت میں کوئی کمی نہ ہوئی اور نہ ہی آپ کے عزم میں کوئی کمزوری پیدا ہوئی۔ ان کو امید تھی کہ اس طرح آپ پر اثر پڑنے سے لوگ آپ کی دعوت سے الگ ہو جائیں گے۔ مگر آپ ان تمام قوت شکن واقعات کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہے۔ اور بڑے صبر و استقلال سے مسلسل اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہے۔ آپ نے کسی رکاوٹ کی پروا نہ کی جس سے آپ کی دعوت کی اشاعت میں مزید اضافہ ہوا اور آپ کے دین کے پیروکاروں میں بھی اضافہ ہوا جس نے قریش کے اضطراب اور حیرت میں اضافہ کر دیا۔

تجارتی جنگ کی دھمکی

جب مکہ کے لیڈروں نے دیکھا کہ انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خلاف جو پروپیگنڈہ جنگ شروع کی ہوئی تھی اس میں انھیں ناکامی ہوئی ہے اور انھیں یہ یقین بھی ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کو جاری رکھنے کا مصمم ارادہ کیا ہوا ہے تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام جو بت پرستی کی اساس کو گرانے پر قائم تھی، سے علیحدگی پر مجبور کرنے کے لیے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا، اور وہ طریقہ جنگ کی دھمکی کا تھا یعنی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں پر عیب لگانے اور لوگوں کو ان سے علیحدگی اختیار کرنے کی دعوت سے باز نہ آئے تو وہ ان سے جنگ کریں گے۔ چونکہ ابو طالب

رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے بعد آپ کے پرورش کنندہ تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی اور آپ پر حملہ آور ہونے والے قبائل کے مقابلہ میں آپ کا دفاع کرنے والے تھے۔ اس لیے قریش نے ابوطالب کے پاس ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا جو انہیں ان کے بھتیجے کے متعلق یہ شدید احتجاج پہنچاتے کہ وہ ان کے معبودوں اور بتوں کی عیب گیری اور ان کی تحقیر کرتا ہے اور مکہ کی پارلیمنٹ نے اس وفد کے ممبران کی یہ ڈیوٹی بھی لگائی کہ وہ ہاشمی خاندان کے سردار (ان دنوں ابوطالب سردار تھے) کو خانہ جنگی کا انتباہ کریں کہ اگر ان کا بھتیجا اپنی دعوت پر ڈٹا رہا جو بت پرستی کی بیخ کنی اور اصنام کو خیرباد کہنے پر قائم ہے تو جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے ابوطالب نے اپنے بھتیجے کی حمایت اور اس نے ان کے دین کے خلاف جو کاروائی شروع کی ہوئی تھی اس کے متعلق مسلسل خاموشی اختیار کیے رکھی۔

قریش کا وفد ابوطالب کے پاس

اور ملاء دارالندوہ کے وفد نے ہاشمی خاندان کے سربراہ کے پاس اس کے ہیڈ کوارٹر میں بنی ہاشم کی مجلس میں اس سے ملاقات کی اور بنی عبد مناف کے لیڈروں کی موجودگی میں وفد کے لیڈر نے کہا۔

اے ابوطالب! آپ کو عمر رسیدگی اور شرف و منزلت کی وجہ سے ہم میں ایک مقام حاصل ہے ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کریں۔ مگر آپ نے اسے نہیں روکا اور خدا کی قسم! ہم اس بات پر صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباء کو برا بھلا کہا جاتا ہے اور ہمارے عقلمندوں کو بیوقوف قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہمارے معبودوں پر اعتراضات کیے جائیں۔ آپ اس کو روکیں یا ہم اس سے اور آپ سے جنگ کریں گے تاکہ ایک فریق ہلاک ہو جائے۔

اس شدید انتباہ کے الفاظ نے ابوطالب پر بہت اثر کیا اور اس کے سنتے ہی ان کے دل میں بڑھاپے کی کمزوری سرایت کر گئی۔ قریب تھا کہ وہ اس انتباہ کو قبول کر لیتے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا اور جب آپ تشریف لائے تو ابوطالب نے آپ کو بتایا کہ آپ کے پاس وفد کس کام کے لیے آیا تھا اور اس شدید انتباہ کو بھی ذکر کیا جو قریش کے قبائل نے اس وفد کی زبانی آپ کو پہنچایا تھا۔ پھر آپ نے ان کے معبودوں کی عیب گیری سے باز آنے کا مطالبہ کرتے ہوئے آپ سے کہا:

"مجھ پر اور اپنی جان پر رحم کر اور مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی میں
سکت نہیں رکھتا۔"

اور یہ بات اس لحاظ سے وزنی تھی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ ان کا چچا ان کی مدد کرنے سے دستبردار ہے اور وہ ان سے علیحدگی اختیار کرنے کے متعلق غور کر رہا ہے۔ مگر آپ نے اس عظیم واقعہ کے سامنے بغیر کسی تردد و خلجان کے یہ اعلان کیا کہ آپ اس عظیم امانت میں جس کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکلف کیا ہے، خیانت کرنے کے لیے کسی صورت بالکل بھی تیار نہیں ہیں۔ خواہ آپ کا چچا ابوطالب آپ کی مدد سے علیحدگی اختیار کر لے۔ آپ نے اپنے چچا سے ایسے عزم کے ساتھ جو پہاڑوں کو توڑ دیتا ہے، کہا۔

"اے چچا! خدا کی قسم! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر
اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں
تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔" پھر آپ مجلس سے چلے گئے۔

ابوطالب کا انتباہ کو رد کرنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ نے ابوطالب کے دل پر انتباہ کے ان الفاظ سے

بھی زیادہ اثر کیا جو آپ نے قریش کے وفد سے سنے تھے۔ جونہی آپ نے اپنے بھتیجے سے یہ عظیم کلمات سنے، آپ صحیح بات کی طرف واپس آگئے، آپ ان شاندار الفاظ کے سامنے قریش کو بھول گئے اور ان کی قوت کو بھی آپ نے بھلا دیا۔ اور اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر کہا۔ آپ اس وقت باہر چلے گئے تھے۔

میرے بھتیجے آؤ۔ جب آپ تشریف لائے تو ابوطالب نے آپ سے کہا۔

"میرے بھتیجے جاؤ۔ اور جو چاہتے ہو کہو۔ خدا کی قسم! میں آپ کو کسی چیز کی خاطر بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

ابوطالب کو معلوم تھا کہ اپنے بھتیجے کی صراحۃً حمایت کرنے اور اس سے علیحدگی اختیار نہ کرنے کے مقابلے میں قریش کا ردعمل کیا ہوگا اس لیے آپ نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سرداروں کو بلایا اور انہیں وقت کی اہمیت سے آگاہ کیا آپ کی تعریف کے بعد تمام کے سامنے اس کے متعلق باتیں کیں اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ان کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ آپ قریش میں سے ہیں۔ نیز تمام بنی مطلب اور بنی ہاشم نے (خواہ وہ کافر تھے یا مسلم) ابولہب کے سوا (جو حضور علیہ السلام کا چچا تھا) آپ کی بات کو قبول کیا۔۔۔ ابولہب نے ان سے کھلی دشمنی کی اور ان کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا اور ان کے دشمنوں کے ساتھ مل گیا۔

ابوطالب نے اپنی وضاحت کو قولی جنگ میں مکہ کے لیڈروں تک پہنچا دیا اور اسلام اور بت پرستی کی جنگ ایک نئے دور میں داخل ہوگئی اور طاقتور قریش کے غصے میں پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہو گیا۔ خصوصاً چچا کے اس موقف کے بعد جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] سے

اختیار کیا تھا۔ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے دونوں قبیلوں کا کل قبائل کے درمیان بڑا وزن تھا۔ خونریز جنگ کا سبب بن جاتا۔ بلاشبہ قریش نے بھی اس دانشمندانہ موقف کے باعث جو ان دونوں قبیلوں نے جو طرز اسلام کے متعلق اختیار کیا تھا، ان پر خونریز جنگ مسلط کرنے کے بارے میں سوچا ہوگا۔ مگر قریش کے دانشمند اس خانہ جنگی کے انجام سے ڈر گئے، جس سے وہ ہمیشہ ہی خوف زدہ رہتے تھے اور وہ خوف ان کے درمیان اور نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درمیان حائل ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دفعہ انھوں نے دعوت اسلام کی مقاومت کے لیے خونریز جنگ کے منصوبے سے انحراف کیا اگرچہ وقتی طور پر ہی کیا، اور اس کی بجائے مقاطعہ کی جنگ کا طریق اختیار کیا یعنی انھوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا اقتصادی بائیکاٹ کر دیا اور ان دونوں قبیلوں کو قریش سوسائٹی سے مکمل طور پر الگ کر دیا۔

قریش کا ذاتی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سودا بازی کرنا

قریش نے اقتصادی بائیکاٹ اور سوشل بائیکاٹ سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی طور پر سودے بازی کرنا چاہی کہ شاید آپ سودے بازی کو قبول کر لیں اور جھگڑا نمٹ جائے۔ ایک دفعہ عتبہ بن ربیعہ نے مکہ کی پارلیمنٹ میں بیان کیا کہ محمد کی دعوت کا خطرہ بڑھ رہا ہے کیونکہ لوگ، خصوصاً قریشی نوجوان اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور یہ عتبہ، بنی عبد شمس کے سرداروں، دانشوروں اور صاحب الرائے لوگوں میں سے تھا۔ بحث و تمحیص کے بعد مکہ کی پارلیمنٹ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عتبہ کو ذاتی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی طور پر رابطہ کرنے کے لیے مقرر کیا جائے تاکہ وہ آپ سے سودے بازی کرے اور آپ کے سامنے

آپ کو ترکِ حق کرنے کے لیے حسین چمک دمک منصب، جاہ و مرتبہ اور مال پیش کر سکے۔ تاکہ آپ اپنی دعوت کے متعلق خاموشی اختیار کریں اور عملاً قریشی سردار عتبہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بذاتی ملاقات ہوئی اور اس ملاقات میں عتبہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے میرے بھتیجے! تو ہم میں سے ہے اور تیرا نسبی مقام سے بھی واقف ہوں۔ تو اپنی قوم کے پاس ایک عظیم بات لے کر آیا ہے۔ جس سے تو نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور ان کے عقلمندوں کو بیوقوف قرار دیا ہے اور ان کے معبودوں اور دین پر عیب لگایا ہے اور ان کے گزشتہ آباء کی تکفیر کی ہے۔ میری بات سن! میں تیرے سامنے کچھ باتیں پیش کرتا ہوں۔ ان پر غور کر لے۔ شاید ان میں سے تو کسی کو قبول کر لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے ابوالولید کہو میں سنتا ہوں۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے! تو جو تعلیم لے کر آیا ہے اگر تو اس کے ذریعے مال اکٹھا کرنا چاہتا ہے تو ہم اپنے اموال تیرے لیے جمع کر دیتے ہیں تاکہ تو ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جائے اور اگر تو اس کے ذریعے بلندی چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور ہم تیرے بغیر کسی بات کا فیصلہ نہ کیا کریں گے اور اگر تو اس کے ذریعے بادشاہ بننا چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اور اگر یہ کوئی جن ہے جو تجھے نظر آتا ہے اور تو اسے دور کرنے کی سکت نہیں رکھتا تو ہم تیرا علاج کرواتے ہیں اور تیری شفا فراہمی پر مال خرچ کرتے ہیں تاکہ تو صحت یاب ہو جائے کیونکہ بسا اوقات تابع جن، آدمی پر غالب آ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے بیمار ہو جاتا ہے۔

سودے بازی کے منصوبے کی ناکامی

جب عتبہ بن ربیعہ نے اپنی بات ختم کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس سے کہا: ابو الولید! کیا آپ اپنی بات ختم کر چکے ہیں؟ اس نے کہا ہاں! تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بات سن۔ اس نے کہا سنتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰمٓ۔ تنزیل من الرحمٰن الرحیم
کتاب فصلت آیاتہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون۔ بشیرا و
نذیرا فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون[1]"

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کی آیات تلاوت کرتے گئے اور عتبہ خاموشی سے سنتا رہا۔ وہ اپنے ہاتھ اپنی پشت کے پیچھے رکھ کر ان پر ٹیک لگائے ہوئے تھا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے تلاوت بند کر دی اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور اس کے بعد آپ نے قریش کے لیڈر اور نمائندے عتبہ بن ربیعہ سے کہا۔

"اے ابو الولید! جو کچھ تو نے سنا ہے سن لیا ہے اب تو جانے اور تیرا کام:"

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ قریش کی جن پیش کشوں اور تجاویز کو عتبہ لے کر آیا ہے۔ ان کا جواب یہ آیات قرآنیہ ہیں جو آپ نے اس کے سامنے سورہ سجدہ سے پڑھی تھیں اور اس نے انھیں سنا تھا۔

عتبہ نے جو کچھ سنا تھا اس کی بلاغت اور حسن و جمال سے حیران رہ گیا۔ یہاں تک کہ وہ دنگ رہ گیا اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں ایک لفظ بھی نہ کہا بلکہ عتبہ کے کانوں تک صرف آپ کی تلاوت آیات کے پہنچنے سے ہی وہ متاثر ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس کی رائے تبدیل ہو گئی اور آپ کی دعوت کے

---

[1] سورۂ فصلت آیت ۱ تا ۴۔

متعلق اس کے موقف میں بنیادی تبدیلی آ گئی۔

اور جب عتبہ ان کے پاس واپس گیا تو مکہ کے لیڈروں نے اس کے چہرے پر اس تبدیلی کو دیکھ لیا۔ اور بعض نے (عتبہ کو) آتے دیکھ کر کہا ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ عتبہ جس چہرے کے ساتھ گیا تھا اس چہرے کے ساتھ تمہارے پاس واپس نہیں آیا۔

اور عتبہ بن ربیعہ قوم کے بہترین لوگوں میں سے تھا اور بڑا عقلمند تھا۔ اور دور اندیشی، اصالتِ فکر، حسنِ سیاست اور شدتِ خلوص میں مشہور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ زعمائے مکہ کے پاس بیٹھا تو انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کے مذاکرات کے نتائج کے متعلق پوچھتے ہوئے کہا اے ابو الولید تیرے پیچھے کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرے پیچھے: خدا کی قسم! میں نے ایسا قول سنا ہے جس جیسا قول میں نے کبھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم! نہ وہ شعر ہے نہ سحر اور نہ کہانت۔ پھر اس نے اپنی قوم کو مشورہ دیتے ہوئے کہا اے گروہ قریش! میری مانو اور اس کام کو میرے سپرد کر دو۔ اس آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جس کام میں لگا ہوا ہے اسے لگا رہنے دو اور اس سے الگ ہو جاؤ۔ خدا کی قسم! میں نے اس سے جو قول سنا ہے اس میں ایک عظیم خبر ہے پس اگر عرب نے اسے پا لیا تو تم دوسروں کے بغیر اسے کافی ہو جاؤ گے اور اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کی حکومت، تمہاری حکومت ہوگی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور تم اس کے ذریعے سب لوگوں سے زیادہ خوش بخت ہو گے۔ انھوں نے کہا اے ابو الولید! خدا کی قسم، اس نے تجھے اپنی زبان سے مسحور کر دیا ہے۔ اس نے کہا یہ میری رائے ہے، تمھیں جو کچھ آئے وہ کر لو اور بجائے اس کے کہ قریش عتبہ بن ربیعہ کے مشورے کو قبول کرتے انھوں نے اس پر تہمت لگائی

کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سحر سے متاثر ہو گیا ہے اور ان سے کھنچ گئے۔ انہوں نے بولا ابوالولید! خدا کی قسم اس نے تجھے اپنی زبان سے مسحور کر دیا ہے تو عتبہ نے انہیں بڑے اعتماد سے کہا یہ میری رائے ہے۔ تمہیں جو سمجھ آئے وہ کرو۔

سوشل بائیکاٹ کی سیاست اور اقتصادی بائیکاٹ

جب قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہ و مال اور منصب کے لالچ سے اپنی دعوت سے علیحدگی پر آمادہ کرنے میں ناکام ہو گئے کیونکہ عتبہ بن ربیعہ کی وساطت سے انہیں اس امر میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح وہ اس سے قبل بھی ابو طالب، بنو ہاشم اور بنو مطلب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی پر رضامند کرنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ تو انہوں نے ان دونوں قبیلوں (بنی ہاشم اور بنی مطلب) کے خلاف اقتصادی اور سوشل جنگ کے منصوبہ کی تنفیذ کا آغاز کر دیا اور انہوں نے ان دونوں قبیلوں کی سخت اقتصادی ناکہ بندی اور مکمل سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ پس وہ بھی پارلیمنٹ میں ان بڑھتی ہوئی فتوحات کے مقابلے کے لیے جو دن بدن دعوت مکہ کے اندر بلکہ اس کے باہر پڑوسی قبائل میں بھی دعوت نبی کو حاصل ہو رہی تھیں۔ فیصلہ کن ضروری اقدامات کے تدارک کے لیے جمع ہوئے۔

اور قریش کے مرکز کی پریشانی میں جس بات نے اضافہ کیا وہ یہ تھی کہ عمر بن الخطاب اور حمزہ بن عبدالمطلب نے اسلام قبول کر لیا اور قریش ان دونوں آدمیوں کو بہت اہمیت دیتے تھے اور یقیناً ان دونوں کے اسلام نے مسلمانوں کے پلڑے کو بھاری کر دیا اور ان سے ان کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔

مقاطعہ کی قرارداد سے پارلیمنٹ کا اتفاق

اس کے بالمقابل مکہ کی پارلیمنٹ نے ایک قرارداد

پاس کی جو بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف اقتصادی ناکہ بندی اور سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ ہو چکی تھی اور یہ دونوں قبیلے (ان دونوں کے مسلمان اور کافر افراد) اس شدید ناکہ بندی کی چکی میں پستے رہے اور انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ انھوں نے اس شدید ناکہ بندی کے نتیجے میں پہنچنے والے نقصانات کے باوجود آپ کی حمایت کی۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایسے ملک میں فروکش ہو گئے ہیں جہاں انھیں امن و سکون نصیب ہو گیا ہے اور نجاشی نے ان میں سے پناہ لینے والوں کی حفاظت کی ہے اور عمرؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ اور حمزہؓ بن عبد المطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہیں اور اسلام قبائل میں پھیلنے لگا ہے تو انھوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ وہ ایک تحریر لکھیں جس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے متعلق معاہدہ کریں کہ نہ وہ ان سے نکاح کریں گے اور نہ انھیں نکاح کر کے دیں گے اور نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کریں گے اور نہ ان سے خریدیں گے، پس جب وہ اس امر کے لیے اکٹھے ہوئے تو انھوں نے یہ باتیں ایک کاغذ پہ لکھیں، پھر معاہدہ کیا اور اس پہ مہریں لگائیں، پھر اس کاغذ کو، اپنے آپ کو اس پہ مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے، کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔ جب قریش نے یہ کام کیا تو بنو ہاشم اور بنو مطلب ابو طالب کے پاس گئے اور اس کے ساتھ شعب ابی طالب میں داخل ہو گئے اور اس کے ساتھ اکٹھے ہو گئے۔ اور بنی ہاشم میں سے ابو لہب (عبد العزی بن عبد المطلب) قریش کے پاس چلا گیا اور ان کی مدد کرنے لگا۔

مقاطعے کے بعد جھگڑے کا بڑھنا

اس طرح فریقین کے درمیان جھگڑا بڑھ گیا اور اس کا حلقہ وسیع ہو گیا اب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں اکیلے نہ تھے بلکہ آپ کے ساتھ وہ ایسے قبیلے تھے جنھیں قریش کے قبائل میں حقیر نہ سمجھا جاتا تھا۔

مسلمانوں اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کے جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کا محاصرہ سخت ہو گیا اور قریش نے پہنچائے جانے والی غذا میں سختی کر دی یہاں تک کہ ان راستوں پر جو اس شعب کی طرف جاتے تھے جس میں مسلمان محصور تھے چوکیدار کھڑے کر دیے تاکہ وہ نگرانی کریں کہ ان صاحبان موت کے باوجود شعب میں محصورین کے پاس کھانا پہنچتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بسا اوقات خود ابوجہل بن ہشام اس غرض کے لیے گشت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ابوجہل نے حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد سے ملا اور اسے تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا ایک لڑکا کچھ گندم اٹھائے ہوئے ہے جسے وہ اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلدؓ

---

[1] ام المومنین خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی القرشیہ، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں اور شادی کے وقت آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ برس بڑی تھیں۔ آپ کا باپ جنگ فجار میں قتل ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرنے سے قبل آپ نے ابن ہالہ بن زرارہ تمیمی سے شادی کی جو فوت ہو گیا۔ آپ بہت مالدار تھیں اور تجارتی کاروبار کی مالک تھیں۔ وہ تجارت کے لیے کام کرنے والوں کو اجرت پر حاصل کیا کرتی تھیں اور انھیں مضاربت کے لیے سرمایہ فراہم کرتی تھیں، خصوصاً مکہ کے ان مشہور تجارتی سفروں میں جو شام کی طرف ہوتے تھے۔ بعثت سے قبل ایک دفعہ آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تجارت کے لیے شام کی طرف بھیجا آپ قافلے کے ساتھ گئے اور شام کے بصری بازار میں خدیجہ کے نام پر تجارت کی اور اس سفر میں نفع حاصل کر کے واپس لوٹے۔ ان دنوں آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ آپ کی واپسی کے بعد خدیجہؓ نے آپ کو شادی کا پیغام بھیجا جسے آپ نے قبول کر لیا۔ اس وقت خدیجہؓ نے اپنے چچا عمرو بن اسد بن عبدالعزی کو اپنی مرضی سے آگاہ کیا تو اس نے اس بات کو بقیہ بر صفحہ ۵۰

زر و چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا جاتا ہے جو آپ کے پاس شعب میں موجود تھیں، تو اس نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور گندم کو واپس کرنے کی کوشش کی۔

تین سال مسلسل بائیکاٹ

قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا جو بائیکاٹ کیا وہ مسلسل پورے تین سال تک رہا۔ اس میں محصورین نے کئی قسم کی محرومیاں برداشت کیں اور تنگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ وہ لوگوں سے اتصال و اختلاط نہ کرسکتے تھے اس وجہ سے انھیں بہت تکلیف پہنچی۔ بھوک اور بائیکاٹ کی سیاست کے پس پردہ قریش کا مقصد یہ تھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم (یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب) ہیں ان سب کو آپ سے علیحدہ ہونے پر مجبور کردیں، تاکہ آپ اکیلے رہ جائیں اور آپ کا اور آپ کی دعوت کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے لیکن اس ظالمانہ سیاست سے قریش کا مقصد پورا نہ ہوا بلکہ آپ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے اور اپنے عقیدہ پر ثابت قدم رہے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۹) نے بخوشی منظور کرلیا۔ نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی شادی ہوگئی اور آپ کے ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بیٹے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے انھی کو طاہر و طیب کہا جاتا ہے، اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں جو یہ ہیں: زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ سب سے پہلی انسان ہیں جو آپ پر ایمان لائیں۔ آپ صالحہ، صابرہ اور مہربان بیوی کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔

جن دنوں مکہ میں ہجرت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب میں اضافہ ہوگیا تھا، آپ کا حسن سلوک، دریا دلی اور روشن دلی آپ کے آلام کو کم کرنے کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔

آپ کی وفات مکہ میں ہجرت سے تین سال قبل

۶۵ سال کی عمر میں ہوئی۔

میں اور مضبوط ہوگئے اور آپ پر ایمان لانے والے بھی دھڑلے سے جلدی اور آپکے گرویدہ ہونے میں مضبوط ہوگئے۔ اور آپ کے خاندان کے جو لوگ آپ کے دین کے پیروکار نہ تھے وہ آپ کی حفاظت کرنے لگے اور بھوک اور بائیکاٹ کی سیاست کے موقف پر کسی حالت میں بھی ہرگز متزلزل نہ ہوئی۔

اب رہی بات اشاعت اسلام کی، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مددگاروں اور آپ پر ایمان لانے والوں کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ سوشل بائیکاٹ کے منصوبے کی تنفیذ نے اس دین کی اشاعت کو روکنے میں قطعی موثر کردار ادا نہیں کیا۔ دعوت اسلام آپ اپنا راستہ پیدا کرتی رہی اور اسے روز نئی فتح حاصل ہوتی رہی، نہ صرف اہل مکہ کے درمیان بلکہ مکہ سے باہر کے قبائل میں بھی فتح حاصل ہوتی رہی یہاں تک کہ تمام جزیرہ نمائے عرب میں اسلام چرچا پھیل گیا۔ جس نے بہت سے لوگوں کو مکہ کی طرف سفر کرنے پر آمادہ کیا وہ اس دین کے متعلق واقفیت حاصل کریں جو اللہ کے ہاں سے آیا ہے پھر اس کی صداقت کو قبول کرنے کے بعد اس میں داخل ہو جائیں۔

ناجائز بائیکاٹ کا ابطال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے پیروکار یا آپ کے مددگار جو آپ کے دین کے وارث تھے، قریش کے ظلم و جور کے سامنے بڑی ثابت قدمی سے ڈٹے رہے انہوں نے: ان ناجائز بائیکاٹ کو بڑی شجاعت اور ثابت قدمی سے چیلنج اگر مکہ کے بعض بہادر اور صاحب مروت مشرک رات کی تاریکی میں کھانے کی ضروری اشیاء شعب کے اندر نہ پہنچاتے تو قریب تھا کہ وہ اقتصادی بائیکاٹ کی سختی کی وجہ سے بھوک کے باعث ہلاک ہو جاتے۔

جب مکہ کے اکثر کفار کا ظلم و جور اور عداوت اپنی انتہا کو پہنچ گئی، تو

انھوں نے اپنے ہی بھائیوں اور عزیزوں اور قرابتداروں کے ساتھ جو بنی ہاشم اور بنی مطلب سے تعلق رکھتے تھے، اقتصادی بائیکاٹ اور سوشل بائیکاٹ کے جرم کا ارتکاب کیا۔ لیکن ان زعماء میں سے بعض کے ضمیر بیدار ہوئے تو انھیں محسوس ہوا کہ قریش نے ظلم وجور اور قساوت کا ارتکاب کرکے بہت بُرا کام کیا ہے۔ ان زعماء نے اس جرم کے گھناؤنے پن پر گفتگو کی جس کا ارتکاب قریش نے شعب کے محصورین کے خلاف کیا تھا۔ اور انھوں نے اس جرم کے نشانات کے ازالہ کے لیے تاکہ یہ ناجائز بائیکاٹ ختم ہو بھرپور کوشش کرنے کا معاہدہ کیا۔

اس شریفانہ غرض کو پورا کرنے کے لیے شرافت نے انھیں معاہدہ تک پہنچا دیا۔ کاش وہ لوگ یہاں تک پہنچ جاتے کہ اپنے ہاتھوں سے اس ظالمانہ بائیکاٹ کے کاغذ کو جو کعبہ کے اندر لٹکا ہوا تھا، پھاڑ دیتے۔

پانچ شرفاء جن لوگوں نے اس شریفانہ کام کے متعلق سوچا اور آخر کار ایسے کر گزرے۔ وہ یہ تھے:۔

۱۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ عامری[1]

۲۔ زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی[2]

۳۔ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف[3]

---

[1] یہ شریف النفس عمرو بن ہشام اسلام لے آیا اور بہت اچھی طرح اسلام پر قائم رہا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معرکہ حنین کی غنیمت سے پچاس اونٹ دیے تھے۔

[2] زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام سلمہ کا بھائی تھا۔

[3] اصابہ میں ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ مطعم کافر ہونے کی حالت میں فوت ہوا تھا۔

۴۔ بختری بن ہشام[1]

۵۔ زمعہ بن اسود بن مطلب اسدی[2]

ان پانچ شرفاء نے مکہ کے بالائی حصے میں، حجون کے علاقے میں رات کے وقت آپس میں خفیہ میٹنگ کی اور آپس میں کاغذ کے پھاڑ دینے پر اتفاق کیا۔ ناجائز بائیکاٹ کا خاتمہ ہو اور انہوں نے اس تجویز کی تنفیذ کے لیے ایک مضبوط سکیم بنائی۔ اور اس امر پر اتفاق کیا کہ مسجد میں قریش کی مجالس کے سامنے زہیر بن ابی امیہ کھڑا ہو جائے اور اس کاغذ میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے بائیکاٹ کے متعلق جو کچھ لکھا ہوا ہے اس پر اظہار غم کرے۔ اور اس بائیکاٹ کے ختم کرنے کی اپیل کرے اور جب زعمائے کفر میں سے کوئی اس سے معارضہ کرے تو بقیہ پانچوں آدمی طے شدہ تکنیک کے مطابق جس پر انہوں نے حجون کی خفیہ میٹنگ میں اتفاق کیا تھا۔ جلدی سے اس کی تائید کر دیں۔

اس بات کا فیصلہ رات کو ہوا ہے

اسی رات کی صبح کو پانچوں شرفاء مسجد میں اپنی اپنی قوم کی مجلس کی طرف گئے۔

اور زہیر بن ابی امیہ نے صبح جا کر بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔ پھر اس نے قریش کی مجالس کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے کہا جس کو سب نے سنا کہ "اے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے اور کپڑے پہنتے ہیں اور بنو ہاشم

---

[1] یہ بہادر آدمی (ابوالبختری) جنگ بدر میں مشرک ہونے کی حالت میں قتل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس خاص طرز عمل (موقف) کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو اس نے ناجائز بائیکاٹ کے ابطال میں اختیار کیا تھا، مسلمانوں کو خروج کے وقت قتل نہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اور وہ اپنی [illegible] کے مطابق مقتول ہوا۔ ابوالبختری نے اپنے آپ کو قتل کروا لیا کیونکہ اس نے مرنے کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا تھا۔

[2] زمعہ بن اسود۔ بدر کے روز مشرک ہونے کی حالت میں قتل ہوا۔ یہ نوجوان اپنے باپ کے بیٹوں میں سے اپنے باپ کو سب سے زیادہ پیارا تھا۔

ہلاک ہو رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی چیز فروخت کی جاتی ہے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدی جاتی ہے۔ خدا کی قسم! میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا، جب تک اس ظالمانہ عہد کو پھاڑ نہ دیا جائے گا۔"

اس موقع پر ابوجہل غضبناک ہو گیا اور زہیر بن ابی امیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا: تو جھوٹ بولتا ہے، خدا کی قسم! یہ نہیں پھاڑا جائے گا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق زمعہ بن الاسود نے ابوجہل کی بات کاٹتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! تو سب سے بڑا کاذب ہے، جس وقت یہ لکھا گیا تھا، ہم اس کی تحریر سے راضی نہیں تھے۔ پھر ابوالبختری بن ہشام نے زمعہ کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا: زمعہ سچ کہتا ہے، جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے، ہم اس سے راضی نہیں ہیں اور نہ ہی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر مطعم بن عدی نے دونوں کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ زمعہ اور ابوالبختری کے قول کی تائید کرتے ہوئے تم دونوں نے درست کہا ہے اور جو اس کے علاوہ کوئی بات کہتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ ہم اللہ کے حضور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے، اس سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے۔

کاغذ کا پھاڑنا اور بائیکاٹ کا خاتمہ

اس موقع پر ابوجہل کو معلوم ہو گیا کہ یہ سب کچھ پہلے سے سوچی ہوئی سکیم کے مطابق ہو رہا ہے اور اس نے یہ تبصرہ الفاظ کہے کہ "اس بات کا فیصلہ رات کو ہو چکا ہے"... نیز اسے یہ یقین بھی ہو گیا کہ ان پانچوں لیڈروں اور جو کچھ وہ بائیکاٹ کے خاتمہ کے لیے عزم کیے ہوئے ہیں اس کی تکمیل میں حائل ہونا مشکل ہے اور

ؔ سیرت ابن ہشام جلد ا، ص ۳۷۶

ان کے مقابلے سے فساد پیدا ہو گا اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ پس اس نے نظر ثانی کر کے خاموشی اختیار کر لی۔ اس موقعہ پر مطعم بن عدی بائیکاٹ کے کاغذ کو پھاڑنے کے لیے آگے بڑھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ناجائز معاہدہ ختم ہو گیا ہے۔ اس نے دیکھا کہ آغاز کے سوا جو "باسمک اللھم" کے الفاظ سے ہوتا تھا تمام کاغذ کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ کاغذ کے پھاڑنے اور اسے کعبہ کے اندر سے نکالنے سے وہ اقتصادی اور سوشل بائیکاٹ باطل ہو کر رہ گیا جسے قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب پر ٹھونسا ہوا تھا۔

اس طرح مسلمان اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کے جن مشرکین نے ان کی مدد کی تھی وہ اپنی تکلیف سے فتح مند ہو کر باہر نکلے اور شعب ابوطالب سے مکہ واپس آ گئے۔ کوئی کھوپڑی ان کے لیے نہیں تھی۔ وہ جس طرح چاہتے خرید و فروخت کرتے اور دعوت اسلامی نے از سر نو لمبا سانس لیا اور ان کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا اور یہ تاخیر کوفت، تنگی اور بائیکاٹ کی سیاست ختم ہو گئی۔

فصل دوم

- کشمکش میں ایک عظیم انقلاب
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کی پہلی ملاقات
- بیعت عقبہ اولیٰ
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر یثرب میں
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کے درمیان عسکری معاہدہ

- قریش کا بیقرار ہونا اور اس معاہدہ پر اعتراض کرنا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل: مسلمانوں کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔
- مکی پارلیمنٹ کا تاریخی جلسہ
- قریش کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے اور آپ کو ہجرت سے روکنے پر اتفاق کرنا۔
- سازش کی ناکامی اور ہجرت کی کامیابی۔

* * *

جب سے دعوتِ اسلام کا آغاز ہوا تھا اس وقت سے قریش کے مقابلہ کی تمام کارروائیاں علیحدہ علیحدہ دعوتِ اسلامی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے، تنگی و تکلیف دینے اور بائیکاٹ کرنے تک منحصر تھیں اور ان کا یہ خیال تھا کہ اس راستے کو اختیار کرنے سے ہی ان کی خواہش پوری ہو جائے گی یعنی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو جائیں گے اور آپ کے پیروکار آپ کے ارد گرد سے چھٹ جائیں گے اور آپ کو اور آپ کی دعوت کو میدان میں اکیلا چھوڑ دیں گے جس سے ان کو آپ پر کامیابی حاصل ہو جائے گی ورنہ بخود انتشار کیلئے اپنی موت آپ مرجائیں گے۔ مگر کشمکش کے آخری سالوں میں ایک عظیم سیاسی انقلاب رونما ہوا جس نے مشرکین مکہ کی نیندیں حرام کر دیں اور ان کے خیالات کو غلط ثابت کر دیا اور وہ اس مشکل کے متعلق اپنے نظریہ کو تبدیل کرنے لگے اور وہ انقلاب یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ یثرب کے ساتھ رابطہ کر لئے اور بہت سے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر آپ کے اور ان کے درمیان ایک عسکری معاہدہ ہوا جس کے بموجب وہ آپ کی ایسے حفاظت کرنے

جیسے وہ اپنی جانوں، اپنی عورتوں اور اپنے بیٹوں کی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ آپ ہر حج کے اجتماع کے موقع کو غنیمت جانتے تھے۔ اور اپنے آپ کو قبائل عرب کے سامنے پیش کرتے اور اپنی دعوت اور اس کے مقاصد کی تشریح کرتے اور انھیں دعوتِ اسلام دیتے۔ اس دوران میں آپ کا رابطہ اوس و خزرج قبیلے کے بعض آدمیوں سے ہو گیا جو یثرب کے باشندے تھے۔ اور وہ قحطانی قبائل میں سے تھے جو جزیرہ کے عرب قبائل سے طاقتور ترین قبیلہ ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کی پہلی ملاقات

اہلِ مدینہ میں سے جو لوگ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے وہ خزرج کے چھ نوجوان تھے۔ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے اجتماع میں منیٰ میں عقبہ کے پاس ملاقات کی۔ آپ نے ان سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہم خزرج کے آدمی ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم یہودیوں کے حلیف ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم بیٹھتے نہیں میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا۔ ہم بیٹھتے ہیں۔ پس وہ آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ اور آپ نے انھیں اپنی دعوت کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ اور اللہ کی طرف دعوت دی۔ اور ان پر اسلام پیش کیا۔ اور انھیں قرآن سنایا۔ آپ کی بات نے ان کے دلوں میں قبولیت کی جگہ پائی اور انھوں نے اسے اپنے لیے بہتر سمجھا۔ یہ گروہ یثرب کے ان دانشوروں کا تھا جنھیں خانہ جنگی نے کمزور کر دیا تھا اور اس کے شعلے اوس اور خزرج کے درمیان بھڑکتے رہتے تھے۔ انھوں نے امید کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعوت کے ذریعے اس تباہ کن جنگ کو روک دے گا جو یثرب میں ہوتی رہتی ہے۔ انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ

ان دونوں قبیلوں کے حالات ہماری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے۔

علیہ وسلم کی طرف سے پیش کردہ اسلامی تعلیم کے قبول کرنے کے بعد کہا:

"ہم اپنی قوم کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ کسی قوم میں اس قدر عداوت اور جنگ نہیں پائی جاتی جس قدر ان میں پائی جاتی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے انھیں اکٹھا کر دے۔" اور انھوں نے آپ کے سامنے یہ اظہار بھی کیا کہ وہ اہل یثرب کو آپ کی دعوت کے پیغام پہنچانے کے لیے تیار ہیں۔ انھوں نے کہا: "ہم ان کے پاس جائیں گے اور آپ کے معاملے کی طرف دعوت دیں گے، اور ہم نے آپ کے جس دین کو قبول کیا ہے اسے ان کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں اس پر اکٹھا کر دیا تو آپ سے زیادہ معزز آدمی کوئی نہ ہوگا۔" اس گروہ نے انصار میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل یثرب کے درمیان یہ ملاقات تیسرے سال ہجرت سے قبل ہوئی (ظن غالب کی بنا پر) یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد پہلی بار اسلام کے پیغام کو مدینہ کی طرف لے گئے اور اسے پوری کوشش اور اخلاص سے یثرب کے قبائل کے درمیان پھیلانے لگے۔ ابھی سال نہیں گزرا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت مدینہ کے ہر گھر میں پھیل گئی۔ اس مبارک گروہ کے آدمیوں کے نام یہ ہیں:-

۱۔ اسعد بن زرارہ، بنی نجار میں سے ہیں۔[1]

---

[1] اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید انصاری، نجاری، خزرجی۔ آپ یثرب کے مسلم نوجوانوں کے سرخیلوں میں ہیں۔ آپ بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں حاضر ہوئے۔ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے قبیلے کے نقیب بنے۔ یہ وہ عسکری معاہدہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کے درمیان ہوا تھا، اور انصار کے بارہ نقیبوں میں سے اسعد بن زرارہ سب سے کم عمر نقیب تھے۔ اسعد پہلے شخص ہیں جنھوں نے عقبہ کی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے (بقیہ بر صفحہ ۵۹)

٢- عوف بن حارث (بنی نجار میں سے)[1]

٣- رافع بن مالک بن العجلان (بنی زریق میں سے)[2]

٤- قطبہ بن عامر بن حدیدہ (بنی سلمہ میں سے)[3]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) مسلمانوں کو جمعہ پڑھایا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ہجرت سے قبل مدینہ میں اسلام کے داعی بن کر آئے۔ اسعد کی وفات اس وقت ہوئی جب مسلمان مسجد نبوی تعمیر کر رہے تھے۔ اسعد اور ذکوان بن قیس پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام کو مدینہ میں داخل کیا۔ واقدی کے بیان کے مطابق یہ واقعہ یوں ہے کہ یہ دونوں اپنے کسی کام کے لیے مکہ میں عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے اور وہاں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا اور آپ کے پاس آئے۔ پس جب آپ نے ان دونوں کے سامنے اسلام پیش کیا تو یہ دونوں اسلام لے آئے اور عتبہ بن ربیعہ کو بغیر ملے مدینہ واپس آ گئے۔ یہ عقبہ اولیٰ کی بیعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(حواشی صفحہ ہذا) [1] یہ عوف ہیں، جو بدر میں اپنے بھائی معوذ کے ساتھ شہید ہوئے۔ یہ دونوں مل کر ابوجہل کے قتل میں شریک تھے۔

[2] رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق خزرجی۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ آپ بدر میں شامل ہوئے تھے اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رافع پہلے شخص ہیں جو سورۃ یوسف کو مدینہ لائے اور زبیر بن بکار نے روایت کی ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ میں رافع سے ملاقات کی تو گزشتہ دس سالوں میں جو کچھ آپ پر نازل ہوا تھا آپ نے رافع کو عطا کیا۔ پس رافع اس کے ساتھ مدینے آئے پھر آپ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور مسجد میں اپنی جگہ پر انہیں قرآن سنایا اور بنی زریق کی مسجد پہلی مسجد ہے جس میں قرآن پڑھا گیا۔ مجھے رافع رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

[3] فتح مکہ کے روز قطبہ کے پاس بنی سلمہ کا جھنڈا تھا۔ آپ بدر اور دیگر تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپ کی وفات حضرت عمر بن الخطاب کی خلافت میں ہوئی اور ابن حبان کا قول ہے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں فوت ہوئے۔

۵۔ عقبہ بن عامر بن نابی (بنی حرام بن کعب) سے ہیں۔[۱]

۶۔ جابر بن عبداللہ بن رئاب (بنی عبید بن غنم) سے ہیں۔[۲]

بیعت عقبہ اُولیٰ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مبارک ہراول (چھ آدمیوں) کی ملاقات کے اگلے سال، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے اجتماع میں عقبہ کے پاس انصار کے بارہ آدمیوں سے ملاقات کی۔ ان میں چار آدمی وہی تھے جنھوں نے گزشتہ سال آپ سے ملاقات کی تھی اور انھوں نے ابن اسحاق کے بیان کے مطابق، عورتوں کی بیعت کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور وہ یہ تھی کہ وہ اس بیعت کے مطابق احکام اسلام پر عمل کریں گے اور واجبات کی پابندی کریں گے اور محرمات کو ترک کر دیں گے۔ اس بیعت میں عسکری پہلو کا ذکر نہیں آیا، کیونکہ یہ بیعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن قتال ملنے سے پہلے ہی مکمل ہو چکی تھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر مدینہ میں

جب قریش رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگی دینے میں غلو کر رہے تھے اور آپ کے کمزور پیروکاروں کی ایذا رسانی میں اضافہ کر رہے تھے۔ آپ اس وقت اہل یثرب کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کر رہے تھے اور ان سے رابطے کے دائرے کو وسیع کر رہے تھے۔ جب بیعت عقبہ اولیٰ مکمل ہو گئی اور حج کا اجتماع ختم ہو گیا تو آپ نے اپنے بیعت کنندوں کے ساتھ اپنے پہلے سفیر کو یثرب بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سکھائے اور انھیں دین کے بارے میں سمجھائے اور مشرکین کے درمیان اسلام کی اشاعت کرے۔ اس سفارت کے لیے حضرت

---

[۱] عقبہ کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ اُحد" میں دیکھیے۔

[۲] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ اُحد" میں دیکھیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذی جوش اور شجاع نوجوان مصعب ابن عمیر العبدری[1] کو منتخب کیا جو قریش کے نوجوانوں میں سے اسلام قبول کرنے والے سابقون الاولون میں سے تھے اور نوجوان مصعب نے ثابت کر دیا۔ وہ اہل یثرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین سفیر ہیں کیونکہ آپ نے ان پر اعتماد کیا تھا۔ آپ نے بہترین رنگ میں اپنا کام کیا۔ آپ نے اپنی خوش اخلاقی و پاکیزگی سے بہت سے اہل یثرب کو اسلام پر اکٹھا کر دیا۔ حتی کہ قبائل یثرب میں سے سب سے بڑا قبیلہ (قبیلہ بنی عبد الاشہل) سب کا سب آپ کے ہاتھ پر اپنے سردار سعد بن معاذ کی قیادت میں اسلام لے آیا۔

مکہ کی طرف سفیر کی واپسی جب اسلام کے سفیر اول (مصعب) کو دعوت کی کامیابی کے متعلق اطمینان ہو گیا اور اس نے بڑے رشک کے ساتھ ان عظیم قحطانی قبائل میں جو اسلام کے عہد اول میں اسلام کی سب سے بڑی حربی قوت تھے، اللہ کے دین کو سرعت سے پھیلتے دیکھا تو وہ اہل یثرب میں نو ماہ گزارنے کے بعد مکہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کامیابی کی بشارت لے کر لوٹا اور اس نے آپ کے سامنے ایسی تقریر کی جو واضح کامیابی سے لبریز تھی جو دعوت اسلام کو اوس اور خزرج کے قبائل کے درمیان حاصل ہوئی تھی اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قبائل کے حالات بھی سنائے اور ان کی قوت و شوکت کے متعلق بھی بتایا اور اس متقی صالح اور نوجوان سفیر مصعب ابن عمیر کے ہاتھ پر دعوت اسلام کو یثرب میں جو عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ اس سے خوش ہوئے۔

---

[1] ان کے حالات اس کتاب سے اگلی کتاب میں بیان ہوں گے۔

معاہدۂ عقبہ ثانیہ

بیعت اولیٰ کے اگلے سال یعنی دوسرے سال ہجرت سے پہلے، اہل یثرب میں سے مناسک حج کی ادائیگی کے لیے ۷۳ مرد اور دو عورتیں جو اسلام لا چکے تھے، حاضر ہوئے۔ وہ اپنی قوم کے مشرک حاجیوں کے ساتھ آئے۔ جونہی وہ مکہ پہنچے ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان خفیہ رابطے قائم ہو گئے اور یہ رابطے اس اتفاق پر ختم ہوئے کہ دونوں فریق ایام تشریق کے دوسرے دن اکٹھے ہوں۔ یہ ملاقات مکمل طور پر خفیہ ہوئی اور رات کی تاریکی میں ہوئی۔ انھوں نے اس ملاقات کے لیے ایک جگہ کی تعیین بھی کی۔ یعنی منیٰ کا وہ درّہ جو عقبہ کے پاس ہے جہاں پر جمرۂ اولیٰ ہے یا آج کل کے عوام کی زبان میں بڑا شیطان ہے۔

اس رات وقت مقررہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ کے پاس درہ میں حاضر ہو گئے اور انصار ایک ایک کر کے اس خوف سے رات کی تاریکی میں آپ کے پاس آنے لگے کہ کہیں ان کا معاملہ کفار مکہ اور ان کی یثربی قوم کے مشرکین پر منکشف نہ ہو جائے۔ اب ہم انصار کے ایک لیڈر سے سنتے ہیں کہ وہ ہمیں بتلائے کہ یہ تاریخی ملاقات، جو اسلام اور بت پرستی کی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب کا آغاز بنی، کیسے مکمل ہوئی... اور وہ لیڈر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں[۱]۔ کعب بیان کرتے ہیں کہ:

پھر ہم حج کو نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایام تشریق کے دوسرے دن عقبہ میں ملنے کا وعدہ کیا اور وہی رات تھی جس کا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن حرام ہمارا سردار بھی تھا۔ ہم نے اسے بھی اپنے ساتھ لے لیا اور ہماری قوم کے جو مشرکین ہمارے

---

[۱] ان کے حالات ہماری کتاب [illegible] میں دیکھیے [۲] ایضاً

ساتھ تھے ہم ان سے اپنے معاملے کو چھپاتے تھے۔ ہم نے اسے کہا اے ابوجابر! تو ہمارا معزز رہنما ہے اور ہم تجھے اس بات سے برتر سمجھتے ہیں کہ تو کل کو آگ کا ایندھن بنے۔ پھر ہم نے اسے دعوت اسلام دی اور اسے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ عقبہ میں وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ کعب کہتے ہیں کہ وہ اسلام لے آیا اور ہمارے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوا۔ اور وہ نقیب تھا۔ کعب بیان کرتے ہیں کہ ہم اس شب اپنی قوم کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر سو گئے۔ جب رات کا تہائی حصہ گزر گیا تو ہم اپنی قیام گاہوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لیے نکلے ہم بھٹ تیتر کی طرح چھپ چھپ کر آہستہ آہستہ چلے۔ یہاں تک کہ ہم عقبہ کے پاس درے میں جمع ہو گئے۔ اور ہم ۷۳ مرد تھے اور ہمارے ساتھ اپنی عورتوں میں سے دو عورتیں بھی تھیں۔ نسیبہ بنت کعب[1] ام عمارہ جو بنی مازن بن نجار کی ایک عورت تھی اور اسماء بنت عمرو جسے ام منیع کہتے تھے۔ ہم شعب میں اکٹھے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس آگئے اور آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ ان دنوں وہ اپنی قوم کے دین پر تھے مگر وہ اپنے بھتیجے کے معاملہ میں حاضر ہونا پسند کرتے تھے اور آپ پر اعتماد کرتے تھے اور آپ پہلے مقرر تھے[2]

مذاکرات کا آغاز اور پہلا مقرر

جب مجلس مکمل ہو گئی تو اجتماع کرنے والوں نے اوس اور خزرج کے ان ممتاز اور منتخب لوگوں کے درمیان اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عسکری معاہدہ کی مضبوطی کے لیے تمہیدی مذاکرات کا آغاز کیا۔ اس عظیم تاریخی اجتماع کے پہلے مقرر عباس بن عبدالمطلب تھے[3] وہ لوگوں میں تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تاکہ ان کے

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوہ احد" میں دیکھیے۔ [2] سیرت ابن ہشام ۔ ۱۵۰ - ص ۱۴۱۔

سامنے پوری وضاحت کے ساتھ اس بات کی اہمیت کو بیان کریں جسے وہ کرنے والے ہیں اور ان پر ان کی اس عظیم ذمہ داری کو بھی واضح کر دیں جو اس عسکری معاہدہ کے نتیجے میں ان کے کندھوں پر پڑنے والی ہے۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق آپ نے انھیں کہا۔

> اے گروہ خزرج!... عرب اس قبیلے کو انصار کا نام دیتے ہیں.... آپ کو معلوم ہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہیں۔ ہم نے باوجود اپنے اختلافات کے ان کی اپنی قوم سے حفاظت کی ہے۔ آپ اپنی قوم میں معزز اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ مگر اب انھوں نے آپ کے پاس جانا چاہا ہے۔ پس اگر تم سمجھتے ہو کہ تم نے جس بات کی انھیں دعوت دی ہے اسے پورا کرو گے اور مخالفین سے ان کی حفاظت کرو گے تو یہ تمھاری ذمہ داری کی بات ہے اور اگر تم نے انھیں اپنے پاس پہنچ جانے کے بعد بے یار و مددگار چھوڑ دینا ہے تو انھیں ابھی چھوڑ دو کیونکہ وہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں معزز اور مامون ہیں۔

جب عباس اپنی تقریر سے فارغ ہوئے تو یثربی باشندوں نے انھیں کہا ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ پھر انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ملتفت ہو کر بڑے عزم و شجاعت اور بڑے مصمم ارادے اور ایمان سے کہا یا رسول اللہ! آپ فرمائیے اور اپنے لیے اور اپنے رب کے لیے جو کچھ آپ پسند فرماتے ہیں ہم سے عہد لے لیجیے۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر کی پھر فریقین کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔

حمایت کا معاہدہ

عسکری لحاظ سے اس معاہدے کی اہم دفعات یہ تھیں کہ اوس اور خزرج کے یثربی باشندوں نے معاہدہ کیا

وہ اپنی جانوں، اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ اور قرآن کی طرف دعوت دی اور اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ آپ نے معاہدہ کی دفعات پر اس چیدہ مخلص جماعت گروہ کی تصدیق چاہتے ہوئے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں تمہاری اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اس جذبے کے ساتھ میری حفاظت کرو جس جذبے کے ساتھ تم اپنی عورتوں اور بیٹوں کی حفاظت کرتے ہو۔"

پس البراء بن معرور[1] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو پکڑ کر کہنے لگے۔ ہاں ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ پس بخدا ہماری بیعت لیجیے خدا کی قسم! ہم جنگوں اور ہتھیاروں کے بیٹے ہیں اور ہم نے یہ باتیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں پائی ہیں۔ ابھی البراء بن معرور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے اظہار کو جو اس معاہدہ کی رو سے ان پر فرض ہوتا تھا، بڑے پر زور انداز میں بیان کر رہے تھے کہ ابو الہیثم بن التیہانؓ بیچ میں بول پڑے اور کہنے لگے۔

یا رسول اللہ! ہمارے اور آدمیوں کے درمیان معاہدہ ہے۔ ہم ان سے بھی جو رشتے قطع تعلق کرنے والے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اگر ہم یہ کام کر دیں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ اپنی قوم کی طرف واپس چلے جائیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا۔ میرا خون تمہارا خون، میرا عہد تمہارا عہد، میری حرمت تمہاری حرمت ہے۔ میں تم سے اور تم مجھ سے ہو

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب [illegible] میں دیکھیے۔ [illegible] ایضاً۔

جن سے تم لڑو گے میں ان سے لڑوں گا اور جن سے تم صلح کرو گے، میں ان سے صلح کروں گا۔

جب انصار نے متفقہ طور پر بیعت کی شرائط کو قبول کر لیا اور مصافحہ کے ذریعہ بیعت کرنی چاہی تو عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری نے[1] ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا رکو تاکہ وہ اپنی قوم کی قربانی کی استعداد کو معلوم کر سکیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معاہدہ اور بیعت کی ہے وہ اس کے مطابق کس حد تک قربانی کر سکتے ہیں۔ ”اے گروہ خزرج! کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم اس شخص کی بیعت کیوں کر رہے ہو؟“ انھوں نے جواب دیا: ہاں! اس نے کہا: تم اس کی بیعت اسود و احمر سے لڑنے کے لیے کر رہے ہو۔ اگر تمھارا یہ خیال ہو کہ جب مصیبت سے تمھارے اموال ختم ہو جائیں گے اور تمھارے اشراف قتل سے ختم ہو جائیں گے تو تم اسے چھوڑ دو گے تو ابھی ایسا کر لو۔ خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمھارے لیے دنیا اور آخرت کی رسوائی ہوگی اور اگر تمھارا یہ خیال ہو کہ تم اموال کی تباہی اور اشراف کے قتل کے باوجود بھی معاہدہ کی پابندی کرو گے تو اس کے ساتھ رہو۔ خدا کی قسم! یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔“

انھوں نے کہا: ”ہم مالی مصائب اور قتل اشراف کے باوجود ان کے ساتھ رہیں گے۔“ پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

”یا رسول اللہ! اگر ہم اس بات کی پابندی کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟“

آپ نے فرمایا: ”جنت۔“ پھر کہنے لگے۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو انھوں نے آپ کی بیعت کر لی۔

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب ”غزوہ احد“ میں دیکھیے۔

غیر مکتوب معاہدہ اس معاہدہ کو لکھنے اور اس پر مہر لگانے کی بجائے فریقین نے ہاتھوں کے ذریعے بیعت کرنے کو مطلق اعتماد کا ذریعہ سمجھا۔ وہ شدت ایمانی اور سچی وفاداری کی خوبی کی وجہ سے اس امر کو تحریری معاہدہ کے پختہ کرنے سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک بڑھا کر یکے بعد دیگرے ان کی بیعت لی۔ اس طرح یہ معاہدہ نافذ العمل تسلیم کیا گیا۔ یہ بات مردوں کی طرف سے ہوئی۔ رہا اس بیعت میں جو زنانہ بازو تھا جس کی نمائندہ دو عورتیں تھیں یعنی ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ اور اسماء بنت عمرو۔ ان دونوں نے ہاتھوں کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نہیں کی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک[1] کسی غیر عورت سے مصافحہ نہیں کیا۔ اس لیے ان دونوں کی بیعت معاہدہ کی دفعات سے مکمل اتفاق پر ہوئی۔

بارہ نقیب جب سب سے مصافحہ کے ذریعے بیعت کے تمام اصول مکمل ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبایعین سے اپیل کی کہ وہ اپنے زعماء میں سے بارہ زعیم منتخب کریں تاکہ وہ اس معاہدہ کی دفعات کی تنفیذ کے لیے اپنی قوم کے نقیب، کفیل اور ذمہ دار ہوں۔ آپ نے فرمایا:

"اپنے میں سے بارہ نقیب میری طرف نکالو تاکہ وہ اپنی قوم کے معاہدہ کے ذمہ دار ہوں۔" پس اسی وقت ان کا انتخاب عمل ہو گیا۔ انھوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تو آپ نے ان سے ذمہ دار لیڈر ہونے کی طرح عہد لیے۔

---

[1] واقدی نے بیان کیا ہے کہ ام عمارہ کے خاوند غزیہ بن عمرو نے معاہدہ کی تکمیل کے وقت کہا یا رسول اللہ! یہ دو عورتیں یعنی ام عمارہ اور ام منیع آپ کی بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے ان شرائط پر ان کی بیعت لے لی ہے جن پر تم سے لی ہے۔ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔

آپ نے فرمایا

"تم اپنی قوم کے معاہدہ کے کفیل ہو، جیسے حواریوں نے عیسیٰ بن مریم کی کفالت کی تھی اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں، یعنی مسلمانوں کا۔"

انھوں نے کہا: بہت اچھا۔[1]

جاسوس کا معاہدہ کو ظاہر کر دینا

جب یہ عسکری معاہدہ نہایت سکون اور ترتیب سے مکمل ہو گیا اور ابھی لوگ اس معاہدہ کی پختگی سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ مشرکین مکہ کے شیاطین میں سے ایک شیطان نے جو خبر رسانی کے لیے کام کرتا تھا اس معاہدہ کو ظاہر کر دیا۔ یہ جاسوس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات کی نگرانی کرتے تھے۔ تاکہ زعماء قریش کو آپ کی دعوت کی سرگرمیوں کے متعلق اطلاعات فراہم کریں۔ خصوصاً حج کے اجتماع میں ان قبائل عرب کے درمیان آپ کی سرگرمیاں بڑھ جاتی تھیں۔ جن کے لیڈروں کے ساتھ آپ کا رابطہ ہوتا تھا آپ انھیں اور ان کی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دیا کرتے تھے جب اس جاسوس کو پتہ چلا کہ انصار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں، تو یہ اس مقصد سے پہنچا کہ اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ خفیہ طور پر اس اجتماع کی خبر زعمائے قریش کو پہنچائے تاکہ وہ جمع ہونے والوں کے پاس وقت میں اچانک پہنچ جائیں۔ اس بات کا علم اسے آخری وقت پر ہوا۔ جب یہ اجتماع ختم ہونے کے قریب تھا۔۔۔ اس صورت حال کے پیش نظر یہ جاسوس ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر منیٰ کو دیکھنے لگا۔ جہاں حاجیوں نے خیمے لگائے ہوئے تھے اور بلند آواز سے قریش کی نگاہ و توجہ اس خطرے کی طرف موڑنے لگا۔

اس نے کہا:

---

[1] سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۴۴۲

نے یہ اعلان کر دیا: کیا تم میں کوئی آدمی ہے جو مذمم[1] اور اس کے صابی[2] ساتھیوں سے ملے۔ انھوں نے تم سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

منٰی میں انصار کا قریش کو مارنے کے لیے تیار ہونا

جب انصار نے جاسوس کی آواز سنی کہ وہ قریش کو عقبہ میں ہونے والے اجتماع کی خبر دے رہا ہے تو ایک انصاری لیڈر عباس بن عبادہ بن نضلہ نے جو بارہ نقیبوں میں سے ایک تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ... (اس وقت اجتماع قریب الاختتام تھا ...) "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ پسند فرمائیں تو کل ہم اپنی تلواروں کے ساتھ اہل منٰی پر حملہ کر دیں۔"

مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حملے کے اس خیال سے اتفاق نہ کیا اور بہادر انصاری لیڈر سے فرمایا: ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کے مبارک برادران کو اپنی قیام گاہوں میں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ پس عقبہ کے بعد منٰی میں اپنی قیام گاہوں میں واپس چلے گئے۔ اور انھوں نے دعوت اسلام اور اس کے علمبردار کی حفاظت کے لیے مستقبل کے اصول مضبوطی سے قائم کر دیے۔ اس طرح انھوں نے اسلام اور بت پرستی کی کشمکش کے دھارے کی تبدیلی کی تاریخ کی پہلی فصل تحریر کی۔

قریش کا بیعت پر احتجاج کرنا

جس شب یہ عظیم واقعہ (بیعت عقبہ) ہوا، اس کی صبح کو، اور جاسوس کے بیعت کی خبر دینے کے بعد، مکہ کے زعماء اور لیڈروں کا ایک بہت بڑا وفد منٰی میں اہل یثرب کے

---

[1] کفار مکہ بطور چڑ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کہا کرتے تھے۔

[2] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب کوئی آدمی مسلمان ہو جاتا تو اسے صابی کہا جاتا تھا۔

خیموں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل یثرب کے درمیان ہونے والے عسکری معاہدہ پر شدید احتجاج کرنے کے لیے آیا۔ انھوں نے اپنے اس احتجاج میں کہا:۔

> "اے گروہ خزرج! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے ساتھی (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے ہو کہ اسے ہمارے درمیان سے نکال کر لے جاؤ، اور تم نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر اس کی بیعت کی ہے۔ خدا کی قسم! اگر ہمارے اور ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو عرب کے تمام قبائل میں سے کوئی قبیلہ ہمارے نزدیک تم سے زیادہ بُرا نہ ہوگا۔"

اور ابھی تک خزرج کے مشرکین کو بھی اس معاہدہ کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ جو ان کی قوم کے مسلم گروہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا تھا۔ کیونکہ وہ شب کی تاریکی میں بڑی رازداری سے ہوا تھا۔ یہ یثربی مشرکین قریش کے سامنے قسمیں کھانے لگے کہ اس قسم کی کوئی بات طے نہیں ہوئی یہاں تک کہ خزرج کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول[1] نے قریش کو ثابت کر دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی، اس نے کہا۔ خدا کی قسم! یہ ایک بہت بڑی بات ہے۔ میری قوم میرے علم کے بغیر اس قسم کا کام نہیں کر سکتی[2]

جن لوگوں نے عقبہ کا معاہدہ کیا تھا وہ بھی اس وقت اپنی قوم کی مجلس میں موجود تھے۔ جس وقت مکہ کے زعماء نے، یثرب کے زعماء کو اپنا احتجاج پیش کیا تھا اور وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے اور ان میں سے

---

[1] اس کے حالات ہماری کتاب "غزوہ اُحد" میں دیکھئے۔

[2] سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۴۹۔

کسی نے بھی ان کی واہیات میں بات نہیں کی۔ خصوصاً اس وقت جب انھوں نے دیکھا کہ قریش کے زعماء، یثرب کے زعماء کی تصدیق کی طرف مائل ہیں، جو بت پرستی میں ان کے شریک تھے۔

قریش کو بیعت کی خبر کا یقین ہو جانا

جب زعمائے مکہ نے اپنے پیشکردہ احتجاج کا جواب خزرج کے لیڈر سے سنا تو وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور وہ بیعت کی خبر کے متعلق قریباً قریباً اس یقین پر قائم تھے کہ وہ مبالغہ کی قسم کی بات ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کے دلوں میں شک کا کھٹکا لگا رہا۔ اور وہ گہری نظر سے خبر کی تحقیق کرنے لگے پس انھیں معلوم ہوگیا کہ بیعت عملاً مکمل ہو چکی ہے۔ پس ان کی قیامت آگئی اور ان کے شہسواروں نے یثربیوں پر حملہ کرنے میں جلدی کی کہ شاید انھیں ان لوگوں پر یا ان کے کچھ لوگوں پر فتح حاصل ہو جائے۔ جنھوں نے اس معاہدہ کو طے کیا ہے تاکہ وہ ان سے انتقام لے سکیں۔ لیکن حملے کی یہ تحریک وقت گزر جانے کے بعد ہوئی اور ابھی قریش وہاں جا کر ٹھہرے ہی تھے کہ تمام حاجی اپنے اپنے وطن کو چلے گئے۔ ہاں حملہ آوروں نے ان یثربی مسلمانوں کے ایک سردار کو گرفتار کر لیا۔ جو اس معاہدہ کے طے کرنے میں شامل تھے اور وہ خزرج کا سردار سعد بن عبادہ تھا۔ جسے وہ مکہ واپس لے آئے۔ اس کے بعد دو آدمیوں نے اسے پناہ دی اور وہ دو آدمی جبیر بن مطعم[1] اور حارث بن امیہ تھے۔ پھر اسے چھوڑ دیا گیا۔

انصار کے مبارک ہراول کے نام

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کتاب کو اوس اور خزرج کے ان مبارک ہراول کے ناموں سے آراستہ کریں۔ جنھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] ان دونوں کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھیے۔

اپنے عسکری معاہدے سے وحدتِ اسلام اور اس کے علمبردار کو بیہودہ لوگوں کی بیہودگی اور بے عقلوں کے اوچھے پن سے بچانے کے لیے مسلح مقابلہ کی بنیادیں استوار کیں۔ اس طرح وہ ان زبردست قوتوں کے جرنیل بن گئے جنہوں نے بڑے بڑے سرکشوں کو ادب سکھایا اور تا قربانی و حماقت کے جھنڈوں کو سرنگوں کیا۔

معاہدہ عقبہ کے بہادروں کی تعداد

اس مبارک عسکری معاہدہ کے بہادروں کی تعداد ۷۳ مردوں اور دو عورتوں تک پہنچ چکی ہے۔۔۔ جن میں سے گیارہ آدمی اوس کے اور ۶۲ مرد اور دو عورتیں خزرج کی تھیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

اوس کے حاضرین

(الف) بنی عبد الاشہل کے تین آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ اسید بن حضیر[1]

۲۔ ابو الہیثم بن التیہان[2] یہ ان کے حلیف اور بلی قبیلہ سے تھے۔

۳۔ سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ[3]

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھیے۔ [2] ایضاً [3] سلمہ بن سلامہ بدر میں شامل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ بیعت عقبہ اولیٰ میں اسعد بن زرارہ کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب نے آپ کو یمامہ کا والی بنایا تھا اور جب عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ اگر ہم مدینہ لوٹے تو سب سے معزز سب سے ذلیل کو وہاں سے نکال دیگا۔ تو عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: سلمہ بن سلامہ بن وقش کو بھیجئے یہ اس کا سر آپ کے پاس لائے گا۔ آپ کی وفات ۴۵ھ میں ہوئی۔

(ب) بنی حارثہ میں سے تین آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ظہیر بن رافع بن عدی[1]

۲۔ ابو بردہ بن نیار[2] یہ ان کے حلیف تھے، اور قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۳۔ نہیر بن الہیثم[3]

(ج) بنی عمرو بن عوف بن مالک سے پانچ آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ سعد بن خیثمہ[4]

۲۔ رفاعہ بن عبدالمنذر[5]

۳۔ عبداللہ بن جبیر[6]

۴۔ معن بن عدی بن الجد، یہ ان کے حلیف تھے، اور بلی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۵۔ عویم بن ساعدہ[7]

عقبہ میں خزرج سے شامل ہونے والوں کی تعداد

(الف) بنی نجار سے گیارہ آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ابو ایوب انصاری ... خالد بن زید بن کلیب[8]۔

---

[1] آپ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے [2] ابو بردہ، بدر اور تمام جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے آپ کی وفات حضرت معاویہؓ کی خلافت میں ۴۵ھ میں ہوئی۔ اس سے قبل آپ حضرت علیؓ کے ساتھ ان کے دشمنوں کے ساتھ سب جنگوں میں شامل ہوئے [3] یہ جلیل القدر صحابی بدر میں شامل نہیں ہوئے [4] اس کتاب میں ان کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں [5] رفاعہ بدر میں شامل ہوئے اور معرکہ خیبر میں شہید ہوئے۔ آپ مشہور صحابی ابو لبابہ کے بھائی ہیں [6] آپ معرکہ اُحد کے تیر اندازوں کے سالار تھے اور آپ کی شہادت معرکہ احد میں ہوئی [7] ان کے مکمل حالات اصابہ میں دیکھئے [8] ابو ایوب انصاری مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ بدر اور دیگر تمام معرکوں میں (بقیہ بر صفحہ ۷۶)

۲۔ معاذ بن حارث بن رفاعہ۔ یہ عفراء کے بیٹے ہیں۔

۳۔ ان کے بھائی عوف بن حارث۔

۴۔ ان کے بھائی معوذ بن حارث۔[لہ]

۵۔ عمارہ بن حزم بن زید

۶۔ اسعد بن زرارہ

۷۔ سہل بن عتیک

(بقیہ حاشیہ ص ۳۶) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ ہجرت کے وقت آپ کا گھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چند ماہ ٹھکانا رہا جہاں پر آپ فروکش ہوئے تھے اور آپ ان کے ساتھ رہتے تھے یہاں تک کہ مسجد اور آپ کا گھر تعمیر ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور مصعب بن عمیر العبدری کے درمیان مواخات کرائی۔ خلفائے راشدین کے عہد میں آپ نے اسلامی فتوحات میں شمولیت کی۔ جب حضرت علی امیر بنے تو آپ نے انہیں مدینہ کا امیر بنایا اور آپ حضرت علی کے ساتھ خوارج کے جنگ میں شریک ہوئے۔ آپ مسلسل جہاد کرتے رہے۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں آپ نے آخری جنگ لڑی اور وہ قسطنطنیہ کی جنگ تھی۔ حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی سرکردگی میں ایک عظیم فوج تیار کی۔ اس فوج نے قسطنطنیہ کی بری اور بحری ناکہ بندی کر دی۔ حضرت ابو ایوب بھی اس فوج میں شامل تھے۔ اس جنگ میں آپ بیمار ہو گئے۔ فوج کا سالار یزید بن معاویہ آپ کی عیادت کو آیا اور اس نے پوچھا، ابو ایوب! آپ کو کوئی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا میری خواہش ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے سوار کر کے دشمن کی زمین پر اس حد تک لے جانا جہاں تک تجھے جانے کا موقع ملے اور جب تجھے آگے راستہ نہ ملے تو مجھے وہیں دفن کر دینا اور واپس لوٹ آنا۔ یزید نے اسی طرح کیا۔ [illegible] ابو ایوب رومیوں کی سرزمین میں قسطنطنیہ کے قریب دفن ہوئے اور یہ ۵۵ھ کا واقعہ ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) لہ یہ تینوں جانباز، معاذ، معوذ اور عوف، حارث کے بیٹے ہیں جو اپنی ماں عفراء کے نام سے مشہور ہیں۔ معوذ اور عوف کے حالات پیچھے بیان کیے جا چکے۔ معاذ کے متعلق بیہقی نے ذکر کیا ہے [illegible]

۸۔ اوس بن ثابت بن منذر۔

۹۔ ابوطلحہ زید بن سہل ؎

۱۰۔ قیس بن ابی صعصعہ

۱۱۔ عمرو بن غزیہ بن عمرو

(ب) بنی ثعلبہ بن خزرج سے سات آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ سعد بن ربیع

۲۔ خارجہ بن زید بن ابی زہیر

۳۔ عبداللہ بن رواحہ

۴۔ بشیر بن سعد بن ثعلبہ

۵۔ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ

۶۔ خلاد بن سوید بن ثعلبہ

۷۔ عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ

(ج) بنی بیاضہ بن عامر سے تین آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ زیاد بن لبید بن ثعلبہ

۲۔ فروہ بن عمرو بن وذفہ

۳۔ خالد بن قیس بن مالک۔

(د) بنی زریق بن عامر سے چار آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ رافع بن مالک بن عجلان

(بقیہ حاشیہ نمبر ۹) آپ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے [illegible] ان کا ذکر [illegible]

بھی اسی جنگ کے تمام [illegible] شرکت کے بعد [illegible] شہید ہوئے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ؎ ان کے حالات غزوہ احد میں بیان ہوں گے۔

۲۔ ذکوان بن قیس بن خلدہ

۳۔ عباد بن قیس بن عامر

۴۔ حارث بن قیس بن خالد

(۵) بنی سلمہ بن سعد سے گیارہ آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:-

۱۔ براء بن معرور[1]

۲۔ سنان بن صیفی بن صخر

۳۔ مسعود بن یزید بن سبیع

۴۔ یزید بن حرام بن سبیع

۵۔ جبار بن صخر بن امیہ

۶۔ طفیل بن نعمان بن خنساء

۷۔ معقل بن المنذر بن سرح

۸۔ یزید بن المنذر بن سرح

۹۔ ضحاک بن حارثہ بن زید

۱۰۔ بشر بن البراء بن معرور

۱۱۔ طفیل بن مالک بن خنساء

(۶) اور بنی سواد بن غنم بن کعب سے ایک آدمی تھا جس کا نام یہ ہے:

---

[1] براء بن معرور بن صخر بن خنساء بن سنان خزرجی ہیں۔ انصاری صحابی ہیں۔ آپ انصار کے سردار اور بڑے عالم تھے۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے نماز میں کعبہ کی جانب سب سے پہلے منہ کیا۔ آپ کی وفات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے ایک ماہ قبل ہوئی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو آپ نے البراء بن معرور رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔

۱۔ کعب بن مالک بن ابی کعب

(ز) اور بنی غنم بن سواد سے پانچ آدمی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:-

۱۔ سلیم بن عمرو بن حدیدہ

۲۔ قطبہ بن عمرو بن حدیدہ

۳۔ یزید بن عامر بن حدیدہ

۴۔ ابوالیسر... کعب بن عمرو

۵۔ صیفی بن سواد بن عباد۔

(ح) اور بنی نابی بن عمرو بن سواد سے پانچ آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:-

۱۔ ثعلبہ بن غنمہ بن عدی

۲۔ عمرو بن غنمہ بن عدی

۳۔ عبس بن عامر بن عدی

۴۔ عبداللہ بن انیس (یہ ان کے حلیف تھے اور قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے)

۵۔ خالد بن عمرو بن عدی

(ط) اور بنی حرام بن کعب بن غنم سے سات آدمی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:-

۱۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام

۲۔ جابر بن عبداللہ

۳۔ معاذ بن عمرو بن الجموح

۴۔ ثابت بن الجذع

۵۔ عمیر بن الحارث بن ثعلبہ

۶۔ خدیج بن سلامہ بن اوس بن عمرو۔ (یہ ان کے حلیف تھے اور بلی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے)

۔ معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس۔[1]

(ب) اور بنی عوف بن خزرج سے چار آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ عبادہ بن الصامت[2]

۲۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ

۳۔ یزید بن ثعلبہ بن خزمہ ابو عبد الرحمن؛

۴۔ عمرو بن الحارث بن لبدہ بن عمرو۔

(ج) اور بنی سالم بن غنم بن عوف سے دو آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ رفاعہ بن عمرو بن زید

---

[1] معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب انصاری خزرجی۔ آپ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں آپ حلال و حرام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ابو عبد الرحمن کنیت تھی۔ آپ [illegible] تھے اور اپنی قوم کے بہترین نوجوانوں میں سے ایک نوجوان تھے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ غزوہ تبوک کے بعد [illegible] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا امیر بنایا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے گھر کے بہترین آدمی کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت معاذ یمن میں تھے آپ حضرت ابو بکر کی خلافت میں مدینہ آئے اور ۱۸ھ میں آپ کی وفات شام میں طاعون سے ہوئی۔ معاذ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵۵ احادیث روایت کی ہیں۔

[2] عبادہ بن الصامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن قیس انصاری خزرجی۔ آپ [illegible] آپ [illegible] سالار [illegible] کے [illegible] تھے۔ [illegible] جب اہل شام [illegible] قرآن کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تو آپ ان میں سے ایک تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے آپ کو حمص اور فلسطین کا امیر بنایا۔ [illegible] خوبصورت آدمی تھے [illegible] آپ کے [illegible] رملہ میں ۳۴ھ [illegible] فلسطین کے [illegible] وفات ہوئی۔

۴۔ عقبہ بن وہب بن کلدہ (یہ ان کے حلیف تھے اور غطفان سے تعلق رکھتے تھے،
ل) اور بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج سے دو آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ سعد بن عبادہ

۲۔ المنذر بن عمرو بن خنیس۔

یہ اوس اور خزرج کے وہ ۷۳ آدمی ہیں جنہوں نے عقبہ میں رسول کریم صلی اللہ
لیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔

ابدے میں شریک ہونے والی عورتیں

معاہدہ عقبہ میں شرکت کرنے وال دو عورتیں خزرج قبیلے سے تعلق
تی تھیں۔ ان دونوں کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ نسیبہ بنت کعب بن عمرو (ام عمارہ)

۲۔ ام منیع (اس کا نام اسماء بنت عمرو بن عدی ہے)

رہ نقیبوں کے نام

اوس اور خزرج کے لوگوں نے جن آدمیوں کو اپنا نقیب منتخب کیا کہ وہ اس عسکری معاہدے کی تنفیذ کے کفیل
ہوں (جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپیل کی تھی) وہ بارہ تھے۔ نو
خزرج میں سے تھے اور تین اوس ہی سے تھے۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

خزرج کے نقیب:۔

۱۔ اسعد بن زرارہ

۲۔ سعد بن الربیع

۳۔ عبداللہ بن رواحہ

۴۔ رافع بن مالک العجلان

٥- البراء بن معرور
٦- عبداللہ بن عمرو بن حرام
٧- عبادہ بن الصامت
٨- سعد بن عبادہ
٩- المنذر بن عمرو[1]

اوس کے نقیب

١- اسید بن حضیر
٢- سعد بن خیثمہ
٣- رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر[2]

عظیم واقعہ

اس عظیم واقعہ و حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل یثرب کے درمیان عسکری معاہدہ کے قیام اس کے بعد اشرار مکہ پر ایسے اضطراب نے حملہ کیا کہ اس کی کوئی نظیر موجود نہ تھی۔ ان کے سامنے عظیم حقیقی خطرہ مجسم ہو کر آ گیا۔ جو ان کے بت پرستانہ وجود کو دھمکانے لگا۔ یہ عسکری معاہدہ کے نتیجہ میں ہوا۔ اہل مکہ اوس اور خزرج کی قوت سے واقف تھے اور ان دونوں قبیلوں کے درمیان جو خانہ جنگیاں ہوتی تھیں ان سے ان دونوں قبیلوں کے

---

[1] منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان خزرجی ساعدی۔ آپ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں آپ جنگ بدر میں شامل ہوئے۔ آپ ان شہداء میں سے ایک ہیں جن کے ساتھ [illegible] میں قبائل عامر نے بئر معونہ کے واقعہ میں غداری کی تھی۔ آپ نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

[2] رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر ... مشہور صحابی ابو لبابہ کے بھائی ہیں۔ آپ بدر میں شامل ہوئے اور معرکہ خیبر میں شہید ہوئے۔

دانشوروں کا دل تنگ ہو چکا تھا۔ اس سے ان دونوں کے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اشاعت آسان ہو گئی۔ کیونکہ اس دعوت کے اصولوں میں خونریزی کو بند کرنے کی ترغیب دینے اور بھائی چارے کی طرف دعوت دینے، اور کینہ توزی کو ترک کرنے کا اصول شامل تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر اس میں دعوتِ اسلام کامیاب ہو گئی تو مکہ کے سیاسی، دینی اور عسکری تسلط کا خاتمہ کر دے گی یہی وجہ ہے کہ قریش نے گذشتہ اوقات کی نسبت اس معاملے میں زیادہ غور و فکر کرنا شروع کر دیا کہ اسلامی دعوت کے نور کی لہر کو ختم کرنے کے لیے انتہائی سریع اور فیصلہ کن عملی اقدامات کیے جائیں۔ اسی لیے مکہ کی پارلیمنٹ کے کئی اجتماعات ہوئے۔ جن میں اس خوفناک عسکری معاہدہ کے باعث دعوتِ اسلامی پر آنے والے انقلاب پر بحث و گفتگو ہوئی۔ جو معاہدہ اس دعوت کے علمبرداروں نے مدینہ میں اوس اور خزرج کے قبائل سے کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مسلمانوں کی ہجرت

جب مکہ کے مشرکین اپنی پارلیمنٹ میں موجودہ موقف پر گفتگو کے لیے مسلسل اجلاس کر رہے تھے تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش کی سوچ بچار اور ان کے تیار کردہ ناجائز منصوبوں سے غافل نہیں تھے جو وہ آپ کے اور آپ کی دعوت کے خاتمہ کے لیے بنا رہے تھے۔

جب یثرب میں دعوتِ اسلام مضبوط ہو گئی اور اسے طاقتور حامی میسر آ گئے جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ اس دعوت اور اس دعوت کے علمبردار کے دفاع میں اپنی جانیں دے دیں گے تو آپ نے اپنے اصحاب کو جلد یہ حکم دیا کہ وہ جلد یثرب آ جائیں اور اس جدید محاذ کو مدد دیں جس کے متعلق خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہ عظیم جنگی اڈہ ہو جس پر بعد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے اشارے سے لڑی جانے والی ہر جنگ میں اجتہاد کیا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب نے اس مقدس شہر کو چھوڑ کر یثرب کی طرف جانا شروع کر دیا اور ان کی ہجرت متفرق اور فرداً فرداً یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں ہوتی تھی اور انھوں نے ایسا بہ حکمت سیاسی تجویز کے مطابق کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ قریش کو پتہ نہ چلے تا کہ وہ مقصد ظاہر نہ ہو جو اس ہجرت کے پیچھے پوشیدہ تھا۔

علاوہ ازیں قریش کی جاسوس آنکھ بھی مسلمانوں کی نگرانی سے غافل نہ تھی حقیقت کھل گئی اور انھیں معلوم ہو گیا کہ یثرب کی طرف مسلمانوں کی ہجرت ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق استقرار و انتظام کے ساتھ اور فوجی مقصد کو پورا کرنے کے لیے ہو رہی ہے جس کا اولین مقصد بت پرستی کے وجود کو ختم کرنا ہے۔

پس مسلمانوں کو ہجرت مدینہ سے روکنے کے لیے کئی کوششیں کی گئیں۔ مگر یہ کوششیں ناکام ہو گئیں۔ کیونکہ ان سے صرف کمزور لوگ ہی ہجرت کرنے سے رکے اور وہ قلیل تعداد تھے۔ بعض کو ان میں سے محبوس کیا گیا اور بعض کو عذاب دیا گیا لیکن بقیہ مسلمانوں کی اکثریت ہجرت کر گئی اور انھیں روکنے پر کوئی شخص قادر نہ ہو سکا۔ ان لوگوں میں حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ العبدری اور حضرت عثمان بن عفانؓ وغیرہ شامل تھے۔

عظیم انقلابات

قریش تیرہ سال تک مختلف طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا مقابلہ کرتے رہے۔ انھوں نے تہدید تنگی اور دہشت گردی کے تمام طریقوں کو آزمایا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور آپ کی دعوت کے خلاف وسیع اور منظم پروپیگنڈہ جنگ کی اور آپ کے اور آپ کے مددگاروں کے خلاف جبر اور بائیکاٹ کی سیاست کا تج

بھی کی اور آپ کے گروہ پیروکاروں کو تنگ و تعذیب بھی کیا گیا۔ ان پر نفسیاتی جنگ بھی مسلط کی گئی۔ حق بات یہ ہے کہ یہ ایک سخت ظالمانہ مقابلہ تھا۔ مگر یہ مقابلہ باوجود اپنی شدت اور شوق کے اعلان جنگ کرنے اور ہتھیار اٹھانے تک نہ پہنچا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکار ان تمام مصائب و مشکلات اور ہلاکتوں کو برداشت کرتے رہے۔ آپ اپنی دعوت کی نشر و اشاعت اور اپنی رسالت کے ابلاغ میں جہاں کہیں بھی رابطہ ہوتا آگے قدم بڑھاتے جاتے۔ مگر اس پُر امن مقابلہ کے آخری سال میں مشرکین مکہ کی جانب سے ایسے خفیہ انقلاب ظہور پذیر ہوئے جنھوں نے مقابلے کے ڈھانچے کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔

ظالمانہ قرارداد

جب دعوت اسلامی کے مقابلہ اور گھبرانے میں امن کے خاتمے کے تمام غیر جنگی منصوبے ناکام ہو گئے تو مشرکین کا دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے تنگ پڑ گیا اور انھیں محسوس ہو گیا کہ وہ خطرہ جو ان کے بُت پرستانہ وجود کو تباہ کرنا چاہتا ہے بڑھ رہا ہے۔ خصوصاً جب سے انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل یثرب کے عسکری معاہدے کے بعد اپنا دوستانہ مضبوط تر تو قائم کیا تھا پس وہ اس خطرے کو دور کرنے کے لیے جس کا داعی مبلغ دعوت اسلام کا علمبردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ کارگر وسائل تلاش کرنے لگے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تیرھویں سال کے ماہ ربیع الاول کے اوائل میں مکہ کی پارلیمنٹ نے اپنی تاریخ کا سب سے اہم اجلاس منعقد کیا۔

مکی پارلیمنٹ کا تاریخی جلسہ

اس تاریخی دن میں قریشی قبائل کے تمام عوامی نمائندے مکہ کی پارلیمنٹ میں اکٹھے ہوئے اور انھوں نے اس عظیم اجتماع میں ضروری، سریع اور فیصلہ کن اقدامات

کرنے پر غور وفکر کیا جو دعوتِ اسلامی کے علمبردار کے خاتمہ اور اس دعوت کے نور کی زد سے وجود کے قلع قمع کے خواہاں ہوں۔ کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اگر اسلام جو بت پرستی کا مضبوط مد مقابل ہے۔ کا جلد خاتمہ نہ ہوا تو ان کی بت پرستی کے نہایت ہی تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ کیونکہ اسلام کے علمبرداروں نے اس کے چلتے اور زمین کو اس کی گندگی سے پاک کرنے کے لیے تیاری شروع کر دی ہے۔

اس عظیم اجتماع میں قریشی قبائل کے نمایاں عوامی نمائندے یہ تھے۔

۱۔ قبیلہ بنی مخزوم سے ——— ابوجہل بن ہشام

۲۔ قبیلہ بنی نوفل بن عبد مناف سے ——— جبیر بن مطعم، حارث بن عامر بن نوفل اور طعیمہ بن عدی۔

۳۔ قبیلہ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے ——— عتبہ بن ربیعہ۔ اس کا بھائی شیبہ اور ابوسفیان بن حرب۔

۴۔ نضر بن حارث بن کلدہ۔ یہ بنی عبد الدار کا نمائندہ تھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ بدر کے بعد وادی صفراء میں باندھ کر قتل کیا تھا۔

۵۔ قبیلہ بنی اسد بن عبد العزی سے ——— ابوالبختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود بن المطلب اور حکیم بن حزام۔

۶۔ قبیلہ بنی سہم سے ——— حجاج کے بیٹے نبیہ اور منبہ۔

۷۔ قبیلہ بنی جمح سے ——— امیہ بن خلف[1]

اسی طرح دیگر تمام قریشی قبائل کے نمائندے بھی اس اجتماع میں حاضر ہوئے

---

[1] یہ امیہ بن خلف ان دعاۃ کفر میں سے تھا جنہیں مسلمانوں نے معرکہ بدر میں قتل کیا تھا۔

اہلِ تہامہ کو جلسہ میں حاضر ہونے سے روکنا! پارلیمنٹ کے صدر نے فوراً یہ حکم دیا کہ وہ اہل تہامہ کو (جن کی اکثریت بھی ہے) جلسہ میں حاضر ہونے سے روک دیں کیونکہ وہ اخوال قریش، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنوا ہیں اور انھیں حکم دیا کہ وہ دوسرے لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دیں۔ خصوصاً اہل نجد کو۔ معلوم ہوتا ہے کہ قریش کا دستور یہ تھا کہ وہ غیر منتخب لوگوں کو بھی پارلیمنٹ میں بحث کے لیے شامل ہونے کی اجازت دیا کرتے تھے۔

جب قبائل کے نمائندے پورے ہو گئے تو ان کے درمیان طویل بحث ہوئی اور نمائندوں نے مختلف حل اور تجاویز پیش کیں۔ مگر نمائندوں کی غالب اکثریت نے اکثر تجاویز کو رد کر دیا۔ قبیلہ بنی عامر بن لوی کے ایک نمائندے ابو الاسود ربیعہ بن عمرو نے ایک تجویز پیش کی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے جلاوطن کر کے نکال دیا جائے مگر ایک نمائندے کی تنقید اور اس کے نفاذ میں قریش کے مستقبل کے لیے جو خطرات تھے، ان کی وضاحت کے بعد اس تجویز کو فی الوقت رد کر دیا گیا۔ اس نمائندے نے کہا:

"تمہاری یہ رائے کچھ نہیں۔ کیا تم اس (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے حسن گفتار و شیریں گفتاری کو نہیں دیکھتے جو اسے لوگوں کے دلوں پر غالب کر دیتی ہے۔ خدا کی قسم، اگر تم نے ایسا کیا تو تم امن میں نہیں رہو گے۔ وہ عرب کے کسی قبیلے کے پاس فروکش ہو جائے گا اور اپنی گفتگو سے ان پر غالب آ جائے گا اور وہ اس کے پیرو کار بن جائیں گے، یہاں تک کہ وہ ان کے ذریعے تمہیں تمہارے شہروں میں روند ڈالے گا اور تمہاری حکومت تمہارے ہاتھ سے لے لے گا۔ پھر جو چاہے گا تم سے کرے گا۔" پھر اس نمائندے نے اس تجویز پر اپنی تنقید ختم کر دی۔

ختم کیا کہ "اس بارے میں کوئی اور رائے دو۔"

اس موقع پر بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے ایک نمائندے ابوالبختری بن ہشام نے ایک تجویز پیش کی۔ جو یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر قید خانے میں ڈال دیا جائے۔ اس نے کہا:

"اسے بیڑیوں میں جکڑ دو اور دروازہ بند کر دو۔ پھر انتظار کرو کہ اسے وہ موت پہنچے جو اس سے قبل کے شعراء، زہیر اور نابغہ اور ان کے دیگر گزشتہ لوگوں کو پہنچی تھی۔"

لیکن ایک نمائندے کے شور مچانے پر یہ تجویز بھی مکہ کی پارلیمنٹ نے رد کر دی۔ اس نے کہا:

"خدا کی قسم! تمہاری یہ رائے کچھ بھی نہیں، خدا کی قسم! اگر تم نے اسے قید کیا جیسے کہ تم کہتے ہو۔۔۔ وہ اس دروازے کے پیچھے سے جسے تم اس کے اوپر بند کرو گے، اپنے امر کو اپنے اصحاب تک پہنچا دے گا اور قریب ہے کہ وہ تم پر حملہ کر دیں اور اسے تم سے چھین کر لے جائیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ تمہارا مقابلہ کریں گے، یہاں تک کہ وہ تمہاری حکومت پر غالب آ جائیں گے، تمہاری یہ رائے کچھ چیز نہیں، کسی اور رائے پر غور کرو۔"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق

آخر میں مکہ کی پارلیمنٹ نے ایک ناجائز تجویز پر اتفاق کیا جسے مکہ کے عظیم مجرم ابوجہل بن ہشام نے پیش کیا اور جو قبیلہ بنی مخزوم کا ایک نمائندہ تھا، تجویز یہ تھی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل میں قریش کے تمام قبائل شریک ہوں تاکہ وہ سب کے سب آپ کے خون کے مطالبہ کرنے والے کے مدمقابل ہوں۔ پس وہ اس کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ اس سرکش شیطانی

(ابوجہل نے اپنی تجویز میں کہا:

"خدا کی قسم! میری اس کے متعلق ایک رائے ہے، میرے خیال میں تم ابھی اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکے۔" انھوں نے کہا: ابوالحکم! وہ کیا رائے ہے؟ اس نے کہا:

"میرے خیال میں ہم ہر قبیلے سے ایک بہادر، خاندانی اور نامور نوجوان کو لے لیں۔ پھر ان میں سے ہر نوجوان کو ایک تیز تلوار دیں۔ پھر انھیں اس کی طرف بھجوا دیں اور وہ اسے ایک آدمی کی طرح بیک وقت تلواریں مار کر قتل کر دیں۔ اس طرح ہم اس سے راحت حاصل کر سکیں گے یعنی جب وہ اس طرح کریں گے تو اس کا خون تمام قبائل میں متفرق ہو جائے گا اور بنو عبد مناف اپنی تمام قوم سے جنگ کرنے کی سکت نہیں پائیں گے اور وہ ہمارے ساتھ دیت پر راضی ہو جائیں گے اور ہم اس کی دیت انھیں دے دیں گے۔"

اس ناجائز تجویز کو مکہ کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر منظور کر لیا اور قریش نے اس ظالمانہ قرارداد پر بھروسہ کر لیا اور نمائندے پارلیمنٹ سے واپس چلے گئے اور انھوں نے اس قرارداد کو فوری طور پر نافذ کرنے کا عزم کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ

جب مکہ کی پارلیمنٹ نے یہ ظالمانہ قرارداد پاس کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی خبر دے دی۔ اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ:

"جبریل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ جس بستر پر سوتے ہیں، اس بستر پر آج رات کو نہ سونا۔"

اس شب کو جس کی صبح کو مکہ کی پارلیمنٹ نے یہ قرارداد پاس کی، قریش کے

تمام قبائل کا ایک نمائندہ گروپ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے محاصرہ کے لیے تیار ہو گیا تاکہ اس خطرناک سازش کا نفاذ کرے جس کا ہدف آپ کی زندگی کا خاتمہ کرنا تھا اور جس وقت مسلح نوجوانوں نے جن کے سپرد آپ کے قتل کا کام لگایا گیا تھا، آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اس وقت آپ اپنے گھر میں موجود تھے۔

سازش کی ناکامی اور ہجرت کی کامیابی:

اس وقت کفر، ایمان کے درپے آزار، پر اس کے شعلے کو ہمیشہ کے لیے بجھانے اور عالم کو اس کے روشن نور کی موجوں سے، جو جہل و کفر اور ظلم و انحرافات میں پھنسی ہوئی آفتاب عالم کو روشن کرنے کے لیے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا تھا، محروم کرنے کے لیے کھڑا تھا۔ اور مشرکین کے لیڈر اپنی فوجوں کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو گھیرے کھڑے تھے تاکہ تاریخ آدم کی ذلیل ترین اور گھناؤنی سازش کے نفاذ کا مشاہدہ کریں اور ابو جہل بذات خود بڑے فخر اور تکبر سے کھڑا تھا۔ گویا اس نے سازش کی کامیابی کا تصور کیا ہوا ہے اس نے بیت نبوی کا محاصرہ کرنے والے گروپ سے مخاطب ہو کر بڑے استہزاء اور تمسخر سے کہا:۔

> ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر تم اپنی موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہیں اردن کے باغات جیسے باغات ملیں گے اور اگر تم نے اس کی بات نہ مانی تو وہ تمہیں قتل کرے گا۔ پھر تم اپنی موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمہارے لیے آگ تیار کی جائے گی جس میں تمہیں جلایا جائے گا۔“

اس سازش کے نفاذ کا وقت نصف شب کے بعد مقرر ہوا تھا اور مکہ کے

بیٹھا اور ان کی فوجیں، سفر کے گھنٹے کے انتظار میں جاگ رہے تھے تاکہ وہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے میں غالب ہے

"واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک

ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین"[1]

یہ خوفناک سازش اس طرح ناکام ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے شر سے بچا لیا اور آپ ڈکٹیٹروں کے سامنے آئے اور وہ آپ کو دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکے تھے۔ آپ ان کے پاس گئے اور ان کی صفوں کے درمیان چلے گئے اور آپ کے ہاتھ میں مٹی بھری تھی آپ نے اسے یہ آیت پڑھتے ہوئے

"وجعلنا من بین ایدیہم سدا ومن خلفہم سدا فاغشیناہم فہم لا یبصرون"[2] ان کے کفر و سرکشی سے بھرے ہوئے سروں پر پھینک دیا

بعض کا قول ہے کہ ابھی سفر کے گھنٹے میں کچھ تھوڑا سا وقت باقی تھا کہ کفر پر اپنی امید کی اور سرکشی پر اپنے منصوبے کی ناکامی و نامرادی واضح ہو گئی۔ اور جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر کھڑے سفر کے گھنٹے کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے جو ان کے ساتھ نہیں تھا، ان کے پاس آ کر کہا۔ "تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟" تو ان کے دلوں میں حسرت کی آندھیاں چل پڑیں اور وہ کہنے لگے، ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے کہا، خدا تعالیٰ نے تمھیں ناکام کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے پاس آئے تھے پھر انھوں نے تمھارے ہر آدمی کے سر پر مٹی رکھی اور اپنے کام کو چلے گئے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمھاری حالت کیا ہے ...... پس ہر آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا تو اس پر مٹی پڑی ہوئی تھی لیکن ابھی انھیں یقین تھا

---

[1] انفال: ۳۰۔ [2] یٰس: ۹

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے اندر ہیں، اس لیے انھوں نے آپ کے گھر کے دروازے پہ پہرہ دے کر اس کی درزوں سے دیکھا تو انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے بستر پہ لیٹے دیکھا۔ انھوں نے آپ کو رسول اللہ خیال کیا اور کہنے لگے خدا کی قسم! یہ محمد ہیں جو اپنی چادر میں سوئے ہوئے ہیں۔ پس وہ متردد اور شک کا شکار ہو گئے اور کوئی فیصلہ کن کام نہ کر سکے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر سے اٹھ رہے ہیں، اس طرح انھیں اس آدمی کے قول کی صداقت معلوم ہو گئی جس نے انھیں بتایا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکل گئے ہیں اس موقع پر کفار مکہ کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عملاً ان کے قبضہ سے نکل گئے ہیں۔ پس شرک کا جنون اس بری ناکامی پر بپھر گیا اور اس پر ان کی

؎ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے اس عزم کا علم ہوا کہ وہ آپ پر حملہ کرنے والے ہیں تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے بستر پر سو جاؤ اور میری یہ حضرمی سبز چادر اوڑھ لو اور اس میں سو جاؤ۔ آپ کو ان کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تو اپنی اس چادر میں سویا کرتے تھے۔

؎ مشرکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے دیوار پھاندنے کی کوشش کی۔ تو ایک عورت گھر سے چیخ اٹھی، تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ خدا کی قسم! عربوں میں یہ ایک عیب کی بات ہے کہ کہا جائے کہ یہ بات ہو کہ ہم نے عم زادوں کی دیواریں پھاندیں اور اپنی حرمت کی پردہ دری کی تھی۔ اس وجہ سے وہ قتل رسول کے معاملے کو موخر کرتے رہے اور صبح تک آپ کے باہر نکلنے کے منتظر رہے۔ پھر ان کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور وہ آپ کو نکلتے وقت دیکھ نہ سکے۔ سہیلی کی روض الانف میں ایسے ہی بیان ہوا ہے۔

خبیث سازش کا خاتمہ ہوگیا۔

ہجرت کیسے کامیاب ہوئی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب سے عظیم ساتھی ابوبکر صدیق رضی سے رابطہ کیا تاکہ دونوں کسی ایسی تجویز پر متفق ہو جائیں جس کے مطابق وہ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ چلے جائیں آپ نے یہ پروگرام اس ظالمانہ قرارداد کی اطلاع کے بعد بنایا۔ جسے مکہ کی پارلیمنٹ نے آپ کے خلاف پاس کیا تھا۔ آپ اس غرض کے لیے حضرت صدیق کے گھر گئے۔ کیونکہ ہجرت کی کارروائی (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے) ایک بڑی جانبازی کا کام تھا اس لیے اس کو نہایت پوشیدہ رکھا گیا یہاں تک کہ جب آپ حضرت صدیق کے گھر پروگرام طے کرنے کے لیے مشورہ کے واسطے پہنچے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ جو لوگ بھی آپ کے پاس موجود ہیں، آپ انھیں باہر چلے جانے کا حکم دیں تاکہ اس اہم موضوع پر ہونے والی گفتگو کی کوئی بات باہر نہ نکل جائے۔

ابن اسحاق، حضرت عائشہ رض سے روایت کرتا ہے کہ آپ بیان فرماتی ہیں کہ:-

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رض کے گھر دن میں ایک مرتبہ بلاناغہ آیا کرتے تھے۔ خواہ صبح کو آئیں یا شام کو۔ مگر جس روز آپ کو ہجرت کرنے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر مکہ سے چلے جانے کی اجازت دی گئی تو آپ دوپہر کو ایسے وقت میں ہمارے پاس آگئے جس وقت کوئی شخص ہمارے پاس نہیں آیا کرتا تھا۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر رض نے آپ کو دیکھا تو کہا اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عظیم کام کے لیے آئے ہیں۔ آپ بیان فرماتی ہیں جب آپ داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر آپ کی خاطر اپنی چارپائی

سے پیچھے ہٹ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس میری اور میری بہن اسماء بنت ابوبکر کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کے پاس جو آدمی ہیں انھیں باہر نکال دیجیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صرف میری یہ دو بیٹیاں ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت اور خروج کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بھی ساتھ لے چلیے۔ آپ نے فرمایا آپ بھی ساتھ چلیں گے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں خدا کی قسم! جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو اس دن روتے دیکھا تو اس دن سے پہلے مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ کوئی شخص خوشی سے بھی رویا کرتا ہے۔ پھر آپ نے عرض کیا یا نبی اللہ یہ دو اونٹنیاں ہیں میں نے انھیں اس کام کے لیے تیار کیا ہوا ہے پس آپ دونوں نے عبداللہ بن اریقط کو راستہ بتانے کے لیے کرایہ پر حاصل کیا... یہ شخص بنی الدیل بن بکر سے تھا اور مشرک تھا اور دونوں نے اپنی اونٹنیاں اس کے سپرد کیں اور وہ مقررہ وقت تک ان دونوں کو چرایا کرتا تھا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے کس طرح نکلے

سن ۱۳ نبوی رات میں تاریخ اسلام میں ایک عظیم انقلاب کا آغاز ہوا۔ جب قریش نے اپنے زعماء و اشقیاء کے ساتھ رسول اعظم صلی اللہ

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۸۵!

علیہ وسلم کے مکان کا گھیراؤ کیے حملہ کرنے کے لیے صبح کے انتظار میں تھے۔۔۔[1] تاکہ قریش کی پارلیمنٹ کی قرارداد کو نافذ کر سکیں۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت صدیق، پچھلے دروازے سے آخری گھر کو چھوڑ رہے تھے تاکہ جلدی سے طلوع فجر سے قبل ہی مکہ سے نکل جائیں۔

غار میں چھپنا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ جب قریش کو صرف اتنا ہی پتہ چلا کہ آپ مکہ سے روپوش ہیں تو وہ آپ کی تلاش میں بڑی کوشش کریں گے۔ اسی طرح آپ کو یہ بھی علم تھا کہ سب سے پہلے مرحلہ میں نظریں جس راستہ کی طرف متوجہ ہوں گی وہ مدینہ کی شاہراہ ہے جو شمال کی جانب ہے تاکہ وہ کھوجیوں کی نگرانی میں رہے۔ آپ نے ایسا راستہ اختیار کیا جس کے متعلق مستبعد تھا کہ قریش اس کی نگرانی کے متعلق سوچ بھی نہ سکیں خصوصاً تلاش کے پہلے مرحلے میں، اور وہ مکہ کے جنوب میں ہے اور یمن کو جاتا ہے۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو بے خبر رکھنے میں کامیاب رہے اور بغیر اس کے کہ آپ کے دشمنوں میں سے کسی کو معلوم ہو کہ آپ کہاں گئے ہیں، آپ نے مکہ سے باہر بہت بڑی مسافت طے کر لی۔ اس تجویز کے پہلے مرحلے میں کامیاب ہونے کے ساتھ ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا بھی جائزہ لیا کہ تلاش اور تعاقب کی کارروائی کس قدر بڑھ گئی ہوگی۔ اور اس کا حلقہ کس قدر وسیع ہو گیا ہوگا اور تمام وہ علاقہ جس میں آپ ہجرت کے لیے چلے تھے زیر نگرانی ہوگا۔ لہٰذا اس تاریخی رات کی صبح کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل سفر جاری رکھنے کو وقتی طور پر روک دیا تاکہ لوگ پرسکون

---

[1] ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ قریش نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ صبح تک مؤخر کر دیا تھا کیونکہ ایک عورت نے کفار مکہ کو گھر کی دیوار پھاندنے کا ارادہ کرتے دیکھ لیا تھا اور اس نے گھر کے اندر سے چیخ ماری تھی

ہو جائیں اور زعمائے مکہ کا جوش بھی ٹھنڈا پڑ جاتے۔ اور آپ نے اپنے ساتھی حضرت صدیق کے ساتھ اسی غار میں چھپنے پر اتفاق کیا جو اس پہاڑ میں واقع ہے جو مکہ کے جنوب میں ہے۔ اور اس کا نام ثور ہے۔

تعاقب

جب قریش کو یقین ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبضہ سے نکل گئے ہیں اور ان کی سازش کے خطرے سے بچ گئے ہیں تو ان کے ہوش اڑ گئے اور وہ نہایت شرمندہ ہوئے اور ان کے زعماء کو وہ عظیم خطرہ مجسم ہو کر نظر آنے لگا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے ہاتھ سے نکل جانے کے نتیجہ میں ان کے بت پرستانہ وجود کو خوفزدہ کر رہا تھا اور آپ کے قتل پر ان کے اصرار کا مقصد آپ کی ذات کو قتل کرنا نہ تھا بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کی دعوت کو ختم کرنا تھا اس وجہ سے انہیں معلوم تھا کہ آپ کے صحیح و سالم یثرب پہنچ جانے کا مفہوم یہ ہے کہ مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ایک طاقتور منظم اور مسلح فوج ان کے مقابل میں اسلام کی حمایت میں کھڑی ہو گی اور اس سے ان کی مکہ اور شام کے درمیان ہونے والی تجارت کو شدید خطرہ لاحق ہو گا اور خود مکہ بھی مدینہ کی مسلح جنگ کی زد میں ہو گا اور وہ قریش کے بت پرستانہ وجود کو ہلا کر رکھ دے گی اس لیے زعمائے مکہ نے ہر ممکن وسیلہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب پہنچنے سے روکنے کے لیے فیصلہ کن اور موثر اقدامات کرنے کے لیے فوری طور پر ایک ہنگامی اجلاس منعقد کیا اور جلد ہی مکہ کی پارلیمنٹ نے فیصلہ کر دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو ہجرت سے روکنے اور ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لیے مکہ کے تمام راستوں کو مسلح فوجیوں کی نگرانی میں دے دیا جائے بالخصوص ان راستوں کو جو مدینہ جاتے ہیں۔

سو اونٹ انعام

اسی طرح مکہ کی پارلیمنٹ نے اس فیصلہ پر بھی اتفاق کیا کہ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑے اور انہیں زندہ یا مردہ حالت میں قریش کے پاس واپس لائے اسے ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا اور مکہ کے عوام میں اس کا اعلان کر دیا اور تمام مکہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو تلاش کرنے کے لیے پارٹیاں بنائیں اور اس کے شہسوار اور پیادے گھاٹیوں، گڑھوں اور وادیوں میں کھوج تلاش کرنے والے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو تلاش کرنے لگے اور اس مقصد کے لیے بڑی باریک بینی سے تلاش کی گئی۔

حضرت صدیق رض کے گھر کی تلاشی

زعمائے مکہ میں سے ابوجہل، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی خبیث سازش کے شر سے بچ جانے کی وجہ سے بڑا پُرجوش اور سب سے زیادہ غضبناک تھا۔ یہ کینہ توز زعمائے مکہ کی ایک پارٹی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کے لیے حضرت صدیق کے گھر گیا اور جب یہ لوگ دروازے پر کھڑے ہوئے تو حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ان کے پاس آئیں تو انہوں نے ان سے کہا اے دختر ابوبکر! تمہارا باپ کہاں ہے! انہوں نے جواب دیا۔ مجھے معلوم نہیں۔ اس موقعہ پر مجرم ابوجہل نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابن اسحاق کے بیان کے مطابق یہ بڑا بداخلاق اور خبیث آدمی تھا۔ اور آپ کے رخسار پہ تھپڑ مارا یہاں تک کہ تھپڑ کی شدت سے آپ کی ایک بالی گر گئی۔

کھوجی غار کے دروازے پر

تین دن متواتر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت صدیق کی تلاش جاری رہی لیکن بے فائدہ، کیونکہ انہیں آپ کا کوئی سراغ نہ ملا۔ آپ تین دن تک

اپنے ساتھی کے ساتھ اس غار میں چھپے ہیں۔ جس کا علاقہ قریش کی دقیق تلاش سے محفوظ نہ تھا۔ کھوجی اپنی تلاش میں اس غار کے دروازے پر پہنچ گئے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی چھپے ہوئے تھے۔ اگر عنایت الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو قریب تھا کہ وہ ان دونوں کو تلاش کر لیتے۔

تاریخ انسانیت کی نازک گھڑی

اس موقع پر غار سے قریب ہی کھوجیوں نے ایک چرواہے سے پوچھا کہ اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا، میں نے کسی کو نہیں دیکھا لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اس غار میں ہوں اور اس نے غار ثور کی طرف اشارہ کیا۔ اس موقع پر تاریخ کی نبضیں رک گئیں اور کبھی انسانیت چرواہے پر کھڑی ہوگئی کہ یا تو دوبارہ نئے سرے سے ظلم و سرکشی اور فساد کی طرف لوٹ جائے اور یا اس سے نجات پا جائے اور اس آدمی کے ہاتھ پر جو غار میں پوشیدہ ہے اور جس کے سر کی تلاش میں قریش لگے ہیں نئے اور روشن صفحہ کو کھولے۔

خدا ہمارے ساتھ ہے

ان گھڑیوں میں جن میں تمام دنیا کے انجام کا فیصلہ ہوتا تھا، بعض قریشی کھوجی چرواہے کی بات سننے کے بعد غار کی جانب چٹانوں سے چڑھ گئے تاکہ وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کی تلاش کریں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جنہوں نے چرواہے کی بات سن لی تھی اور محسوس کر لیا تھا کہ قریش کے جوان غار کے قریب آگئے ہیں، خوف کے مارے پسینے سے شرابور تھے، آپ نے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر خوف اور گھبراہٹ سے آہستگی سے کہا۔۔۔ اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے دونوں قدموں کے نیچے دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو اپنے رب کے وعدے پر یقین رکھتے ہوئے نہایت اطمینان سے کہا: "اے ابوبکر! تیرا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔"

اور یہ ایک معجزہ تھا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سرفراز کیا اور جو قریشی چٹانوں سے چھپے ہوئے تھے وہ غار کے دروازے پر کھڑے ہونے کے بعد اس میں داخل ہوئے بغیر واپس لوٹ گئے اور ان کے درمیان اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کے درمیان صرف چند قدم باقی رہ گئے تھے اور جب وہ اس طرح واپس لوٹے تو ان کے ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ انھوں نے غار میں کیوں نہیں دیکھا جبکہ وہ اس کے دروازے تک پہنچ گئے تھے، تو ان کا جواب یہ تھا کہ:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بھی قبل اس کے دروازے پر ایک مکڑی رہتی ہے اور ہم نے غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتر دیکھے ہیں جس سے ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اس غار میں کوئی شخص نہیں ہے۔" پس کھوجیوں کے لیڈر نے تسلیم کیا کہ غار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی سے خالی ہے پس وہ جن راستوں سے گئے تھے انھی راستوں سے واپس آ گئے۔ اور وہ تلاش سے اکتا گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کے متعلق اطلاع پانے سے مایوس ہو گئے۔ اس موقع پر درماندہ انسانیت نے از سر نو سانس لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے فیصلہ کر دیا کہ وہ کچھ عرصے بعد اس انسان کے ہاتھ سے سعادت حاصل کرے گی جو اپنے ساتھی کے ساتھ غار میں روپوش تھا اور جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمنوں کے شر سے بچا لیا تھا۔

غار کے تین دن

جتنا عرصہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی غار میں روپوش رہے ان کے متعلق عبداللہ بن ابوبکر[1] اور حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ[2] کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی طے شدہ اسکیم کے مطابق عبداللہ بن ابوبکر کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ جاسوسانہ کارروائیاں کرے اور قریش کا جاسوس بن جائے۔ اور ان کی باتوں کو سنے اور تین دن تک ان کے کاموں کی نگرانی کرتا رہے۔ پھر یہ سب باتیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو غار میں پہنچائے۔

وہ سارا دن مکہ کے مشرکین کے ساتھ ان کے قول وفعل کی نگرانی کرتے گزارتا اور جب شام ہو جاتی تو غار کی طرف جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو تمام رپورٹ پہنچا دیتا۔

اور حضرت صدیق کے غلام عامر بن فہیرہ کی ڈیوٹی یہ تھی کہ غار میں روپوشی کے دوران وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو خوراک پہنچانے کا کام کرتا رہے اور اس کے علاوہ عبداللہ بن ابوبکر کے پاؤں کے نشانات کو مٹانے کا

---

[1] عبداللہ نے اپنے باپ کے بعد حضرت ابوبکر کے سب اہل وعیال کے ساتھ طلحہ بن عبیداللہ کی مصاحبت میں ہجرت کی۔ ہجرت کے وقت آپ نوعمر جوان تھے اور غزوات میں سے فتح مکہ، حنین اور محاصرۂ طائف کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی اور معرکے میں ان کے شامل ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ آپ کی وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن بعد اپنے باپ کی خلافت میں ایک تیر لگنے سے طویل مدت بعد ہوئی۔ [2] عامر بن فہیرہ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں قریش کے سپاہیوں کے ہاتھوں شدید تکلیف پہنچی۔ عامر ازد کے غلام تھے۔ پھر حضرت ابوبکر نے انہیں طفیل بن عبداللہ بن سخبرہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔ مجھے ان کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

کام کرتا ہے۔ کیونکہ وہ روزانہ غار میں آیا جایا کرتے تھے۔ عامر بن فہیرہ پروگرام کے مطابق سارا دن مکہ کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتا رہتا اور جب شام ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کے پاس چلا جاتا۔ وہ دونوں دودھ دوہتے اور ذبح کرتے اور اسی وقت وہ غار کی طرف جاتے وقت عبداللہ بن ابوبکر کے پاؤں کے نشانات کو بکریوں کے پاؤں سے مٹا دیتا اور وہ یہ کام اس وقت کرتا جب عبداللہ غار سے مکہ کی طرف واپس آجاتے تاکہ قریش کو عبداللہ کے پاؤں کے نشانات سے پتہ نہ چل جائے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی غار میں ہیں۔ کیونکہ بکریوں اور ان کے چرواہوں کے نشانات کو اس علاقہ میں کوئی نہیں دیکھتا کیونکہ یہ ایک عام بات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازسرنو یثرب کی طرف روانگی

مسلسل تین دن تک بغیر کسی فائدہ کے زبردست اصرار لگنے کے بعد قریش رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کے متعلق اطلاع پانے سے مایوس ہو گئے اور ان کا جوش بھی ختم ہو گیا اور گشتی تفتیش کی کاروائیاں بھی آخری حد تک رک گئیں تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی نے غار کو چھوڑ دیا اور از سر نو مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی سواریاں ان کو پہنچا دی گئیں اور دونوں نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر کوچ کر دیا۔ ان کا مشرک رہنما عبداللہ بن اریقط[1] ان سے آگے چل رہا تھا اور ان دونوں کے ساتھ

---

[1] عبداللہ بن اریقط۔ اسے ابن الارقط بھی کہا جاتا ہے۔ ابن حجر نے اصابہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے صحابہ کے ذکر میں اس کو نہیں دیکھا لیکن ذہبی نے تجرید میں اس کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور عبدالغنی المقدسی نے السیرۃ میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ اس کے اسلام کو نہیں جانتے اور نووی نے التہذیب میں ان کا اتباع کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کا غلام عامر بن فہیرہ بھی تھا۔ اور کوچ سے قبل ان دونوں کی خدمت میں حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر بھی زاد راہ لے کر حاضر ہوئیں جو انھوں نے اس طویل اور اہم سفر کے لیے تیار کیا تھا۔

اور جب حضرت اسماءؓ نے زاد سفر کو اونٹ کے پالان سے وقت اتفاقاً حضرت باندھنا چاہا تو آپ کو باندھنے کے لیے رسی نہ ملی تو آپ نے

---

[1] اسماء بنت ابوبکر مسلمانوں کی جلیل القدر خاتون اور نہایت دانشمند مستورات میں سے ہیں۔ آپ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں سے تھیں۔ آپ نے سترہ آدمیوں کے بعد اسلام قبول کیا۔ مکہ میں ہجرت سے قبل حضرت زبیرؓ سے آپ کی شادی ہوئی۔ ہجرت کے وقت حاملہ تھیں۔ اس حمل سے آپ کے ہاں مشہور شخص عبداللہ پیدا ہوئے جب آپ مدینہ پہنچیں کے بعد عمر پا کر آپ اپنے بیٹے کی شہادت تک زندہ رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے کی شہادت کے تھوڑا عرصہ بعد آپ کو وفات دے دی۔ آپ بڑی صبر و ضبط والی عورت تھیں اور شاندار اوصاف سے آراستہ تھیں۔ ایک دفعہ آپ حجاج بن یوسف کے پاس گئیں اور اسی نے آپ کے بیٹے عبداللہ کو مکہ میں حجون کے مقام پر صلیب پر چڑھایا تھا۔ جس لکڑی پر آپ کو صلیب دیا گیا تھا اس کے قریب ہو کر آپ نے کہا جسے حجاج نے بھی سنا کہ کیا اس شہسوار کے نیچے اترنے کا وقت نہیں آیا۔ (ان دنوں ان کے بیٹے عبداللہ مصلوب کیے گئے تھے) تو حجاج نے آپ سے کہا: آپ کا بیٹا تو منافق ہے۔ آپ نے جواب دیا خدا کی قسم وہ منافق نہ تھا وہ بڑا روزہ دار اور شب بیدار تھا۔ اس نے کہا چلی جا تو ایک بے عقل بڑھیا ہے۔ آپ نے جواب دیا خدا کی قسم میں بے عقل نہیں ہوں۔ پھر اسے کہنے لگیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ثقیف سے ایک کذاب اور ایک بربادی لانے والا نکلے گا۔ کذاب تو ہم نے دیکھ لیا ہے (یعنی مختار بن ابی عبید کو) اور بربادی لانے والا تو ہے۔ آپ کی عمر سو برس ہوئی آپ کا کوئی دانت نہیں گرا اور نہ عقل میں خرابی پیدا ہوئی۔

اپنی پیٹی کو چیر کر اس کے دو حصے کیے، ایک حصے سے آپ نے اسے باندھا اور دوسرے حصے سے اسے لٹکا دیا۔ اسی کی وجہ سے بعد میں آپ کا نام "ذات النطاقین" پڑ گیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ: اسی وجہ سے حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کو "ذات النطاقین" کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام کہتا ہے کہ میں نے کئی اہل علم سے سنا ہے وہ "ذات النطاقین" کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ " انھوں نے جب زاد سفر کو لٹکانا چاہا تو انھوں نے اپنی پیٹی کو چیر کر دو حصے کر دیے، ایک سے زاد سفر کو لٹکا دیا اور دوسرا خود باندھ لیا۔

مدینے کا راستہ

زیادہ احتیاط کے لیے اور قریش کو مزید بے خبر رکھنے کے لیے گائیڈ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک متروک راستے سے لے گیا۔ جس سے لوگ ناواقف تھے جس طرح کہ وہ دشمن کو مزید بے خبر رکھنے کے لیے یمن کی جانب، جنوب کی طرف روانہ ہو گیا اور جب مکہ کے علاقے سے دور ہو گیا تو مغرب کی جانب ساحل کی طرف مڑ گیا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو لوگوں کے ناواقف راستے سے الگ تھی تو ان کا گائیڈ انھیں شمال کی جانب لے گیا، ایسے راستے سے ساحل سمندر کے قریب لے گیا جس پر کوئی شاذ و نادر شخص ہی چلتا تھا اور یہ اس کے چلنے کا طریق تھا یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبا بستی میں پہنچ گئے جو مدینہ کے نواح میں واقع ہے۔

تعاقب کرنے والا شہسوار سراقہ بن مالک

اگرچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی عظیم خطرے کے علاقے سے گزر چکے تھے مگر وہ تمام سفر میں ہنگامی طور پر پیش آجانے والے حالات سے چوکنے رہے خصوصاً اس لیے کہ مکہ والوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

زندہ یا مردہ حالت میں لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ بات مکہ کے بعض شہسوار نوجوانوں کو اس بات پر آمادہ کر سکتی ہے کہ وہ اس عظیم انعام کے حصول کے لیے ان دونوں کا کامیابی کی امید پر تعاقب کریں اور عملاً ایسا ہوا بھی۔ اسی دوران میں کہ سراقہ بن مالک بن جعشم[1] مدلج میں اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگ بھی پرسکون ہو گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش بھی موقوف ہو چکی تھی کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر قوم کی مجلس میں کہا، خدا کی قسم میں نے تین سواروں کو دیکھا ہے جو ابھی میرے پاس سے گزرے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اصحاب ہیں۔

اس موقع پر سراقہ نے اپنی دونوں آنکھوں سے اس آدمی کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ پھر سراقہ حاضرین مجلس کو بے توجہ کرنے اور خود اس عظیم انعام کو حاصل کرنے کے لیے کہنے لگا، وہ تو فلاں قبیلے کے آدمی ہیں جو اپنے گمشدہ جانور کو تلاش کر رہے ہیں اور جب مجلس میں دوسری باتیں ہونے لگیں تو سراقہ بن مالک وہاں سے کھسک گیا اور اسی وقت اپنے گھر چلا گیا۔ پس اس نے اپنا گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ اور اس کے لیے اس پر زین ڈال دی گئی۔ پھر اس نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ اسے وادی میں فلاں جگہ پر باندھ دے۔ پھر اس نے اپنے ہتھیار لیے اور اپنے گھر کے عقبی دروازے سے باہر نکل گیا تاکہ اسے کوئی نہ دیکھ سکے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گیا اور اسے اس جگہ کی طرف دوڑانے لگا جس کا ذکر اس آدمی نے کیا تھا کہ اس نے وہاں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تاکہ وہ آپ کو گرفتار یا قتل کر کے اکیلا ہی قریش سے انعام پانے کا حقدار بن جائے۔

---

[1] سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی، فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا، اپنے کنانہ کے سرداروں میں سے تھا۔ اس کی وفات حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ۲۴ھ کو ہوئی۔

ارادۂ قتل سے آنے والے کا آپ سے امان طلب کرنا

سراقہ کا خیال درست نکلا اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو اس علاقے کے قریب پایا جس کی طرف ان دونوں کے متعلق خبر دینے والے آدمی نے اشارہ کیا تھا۔ جب سراقہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو دیکھا تو اس عظیم انعام کو دیکھ کر اس کی رال ٹپک پڑی جو قریش نے اس آدمی کے لیے مقرر کیا ہوا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا مردہ حالت میں لائے گا۔ اس موقع پر سراقہ فیصلہ کن گھڑی کے لیے تیار ہو گیا اور جب اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نگاہ کے فاصلے پر دیکھا تو اس نے آپ کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کے لیے آپ کی طرف گھوڑا دوڑا دیا۔ لیکن گھوڑے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کے قریب ہی سوار سمیت سخت ٹھوکر لگی جس سے سوار اس کی پشت سے لڑھک گیا۔ اس موقع پر سراقہ کے دل میں خوف پیدا ہو گیا کہ وہ کسی حالت میں بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قابو نہیں کر سکتا پس وہ اپنے منصوبے سے باز آ گیا۔

اب ہم قریش کے اس تعاقب کرنے والے شہسوار سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے اس عجیب واقعہ کو ہمارے سامنے بیان کرے۔ ابن اسحاق نے اس سے بیان کیا ہے کہ اس کے گھوڑے نے (آخری زبردست ٹھوکر سے قبل) دو دفعہ ٹھوکر کھائی۔ لیکن اس نے اپنا تعاقب مسلسل جاری رکھا اور تیسری زبردست ٹھوکر کے بعد جس سے وہ اپنے گھوڑے کی پشت سے لڑھک گیا تھا اس نے آپ کے تعاقب کا سلسلہ بند کر دیا۔

سراقہ اس فیصلہ کن گھڑی کے متعلق بیان کرتا ہے کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں سوار ہوا اور جب وہ لوگ میرے سامنے آئے اور میں نے

انھیں دیکھا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر اس نے اپنے اگلے پاؤں زمین سے نکالے تو اس کے پیچھے بگولے کی طرح دھواں اٹھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ بات دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ میں آپ پر قابو نہ پا سکوں گا اور آپ غالب آ جائیں گے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ میں نے لوگوں کو آواز دے کر کہا کہ میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ میری طرف دیکھو، میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں، خدا کی قسم! میں تم سے دھوکہ نہیں کروں گا۔ اور نہ تم کو مجھ سے کوئی ناگوار بات پہنچے گی۔ وہ بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اسے کہو کہ اسے ہم سے کیا کام ہے؟ وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات کہی۔ سراقہ کہتا ہے۔ میں نے کہا، مجھے ایک تحریر لکھ دیجیے جو میرے اور آپ کے درمیان نشان ہو۔ آپ نے فرمایا، ابوبکرؓ! اسے لکھ دیجیے۔ سراقہ بیان کرتا ہے کہ آپ نے ہڈی یا کپڑے کے ٹکڑے یا ٹھیکرے پر مجھے تحریر لکھ دی۔ پھر اسے میری طرف پھینک دیا اور میں نے اسے اپنے ترکش میں رکھ دیا۔ پھر میں واپس آ گیا اور خاموش ہو گیا اور جو کچھ ہوا تھا اس کے متعلق کچھ بیان نہ کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں کس طرح داخل ہوئے

اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی آخر کار خطرناک علاقے سے گزر گئے اور دونوں حضرات کو سراقہ کے واقعہ کے بعد کسی قسم کی نگرانی یا تعاقب سے واسطہ نہیں پڑا۔ تیرہ یوم سے زیادہ کے پُر خطر اور خوفناک سفر کے بعد یثرب آپ کی آمد سے مشرف ہوا۔ اور آپ کے آنے سے مدینے کے مسلمانوں میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اہل مدینہ تک آپ کے پہنچنے سے قبل یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ آپ اپنے ساتھی کے ساتھ ہجرت کر کے قریب آ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے مسلمان (خصوصاً وہ لوگ جنھوں نے آپ کے روئے مبارک کو

اس سے قبل نہ دیکھا تھا، آپ کے دیدار کے لیے شوق سے فرحاں و شاداں تھے اس لیے وہ جب سے انھیں آپ کی ہجرت کی خبر ملی تھی، ہر روز صبح کی نماز کے بعد آپ کی تلاش میں مدینہ سے باہر نکل جاتے۔ یہاں تک کہ دھوپ تیز ہو جاتی اور وہ اپنے گھروں کو واپس آجاتے۔

اسی دوران میں کہ وہ شوق اور افسوس کی حالت میں تھے کہ ایک یہودی نے جس نے سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو آتے دیکھا، انصار کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دیتے ہوئے چلا کر کہا...

"اے انصار! تمہارا صاحب آ پہنچا"[1]

مدینہ کا تاریخی دن

اس موقع پر تمام مدینہ انسانیت کے رسول اور بشریت کے نجات دہندہ حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے اُمڈ آیا۔ یہ ایک تاریخی دن تھا۔ مدینہ نے اپنی تاریخ میں ایسا دن کبھی نہیں دیکھا تھا اور قباء، جو مدینہ کے نواح میں ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی منزل تھی، جہاں آپ فروکش ہوئے اور یہ انصار کے بنی عمرو بن عوف کی منازل تھیں۔ آپ ان لوگوں کے درمیان چار روز تک قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ کے وسط میں پہنچ گئے۔

مدینہ کی پہلی مسجد

ان چند دنوں میں جن میں آپ نے قباء میں قیام کیا، آپ نے قباء کی مشہور مسجد کی بنیاد رکھی اور یہ وہی مسجد ہے جس کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں

ان چار دنوں کے بعد جو آپ نے قباء میں گزارے، آپ مدینہ کے وسط میں پہنچ گئے

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۴۹۲۔ امام [illegible] صاحب کا مجموعہ ملاحظہ ہے

جونہی آپ کے پہنچنے پر ہی اسلام کو دارالخلافہ مل گیا۔ جب آپ دارالخلافہ کے وسط میں جا رہے تھے تو یثرب قبائل کے زعماء میں سے ہر ایک نے کھڑے ہو کر آپ سے پیش کش کی کہ آپ اس کے ہاں چند روز حفاظت کے ساتھ بفراغت تمام قیام فرمائیں۔ مگر آپ نے سب سے عذر کیا۔ اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ اور اس کی مہار ڈھیلی چھوڑ دی۔ وہ یثرب کے راستوں پر چلنے لگی اور مسلمان اس کے اردگرد جمگھٹا کیے ہوئے اس کے لیے راستہ خالی کر رہے تھے اور یثرب کے دیگر باشندے یہودی اور مشرکین بھی اس نئی زندگی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو ان کے شہر میں در آئی تھی اور اس عظیم آنے والے کی طرف بھی دیکھ رہے تھے جس پر اوس اور خزرج نے اتفاق کر لیا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل وہ جنگجو دشمن تھے۔ اور کسی انسان کے دل میں اس گھڑی کے متعلق خیال بھی نہ گزر سکتا تھا جس میں تاریخ کا آغاز درست ہو گیا تھا۔ ان کے مدینے کی عظمت و جلال کے کیا کہنے۔ جب تک زمانہ باقی رہے گا یہ عظمت و جلال بھی باقی رہے گا۔

اونٹنی چلتے چلتے بنی نجار کے دو یتیم لڑکوں کے اونٹوں کے باندھنے کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نیچے اتر آئے اور دریافت فرمایا: یہ باڑہ کس کا ہے؟ معاذ بن عفراء نے آپ کو جواب دیا ۔۔۔ یہ سہل اور سہیل کا باڑہ ہے جو عمرو کے بیٹے ہیں۔ اور دونوں یتیم ہیں۔ ان دونوں کو راضی کر لیجئے اور اس نے آپ سے خواہش کی کہ آپ اسے مسجد بنا لیں۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ اور حکم دیا کہ اس جگہ پر آپ کی مسجد اور گھر بنایا جائے۔[1]

---

[1] حیاۃ محمد ص ۲۱۸

فصل سوم

- مدنی زندگی کا آغاز ہجرت
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں
- جدید معاشرہ کی تعمیر کا آغاز
- انصار کی میزبانی
- ہجرت کے بعد یثرب میں غیر مسلم
- عہد نو کی مشکلات

* * *

اس طرح ہجرت کامیاب ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انصار کے قصبہ مدینہ میں پہنچ گئے جہاں آپ سے پہلے اکثر مہاجرین پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ پس وہ اسلام کے لیے دار السلام اور توحید کے لیے مضبوط چھاؤنی بن گیا۔ جسے قریش (جو اسلام کے سخت ترین [illegible] دشمن تھے اور بڑے طاقتور سمجھے جاتے تھے) اور یہود بھی جانتے تھے اس سے خوف اور گھبراہٹ محسوس کرنے لگے۔

جدید معاشرہ

پہلا مسئلہ جس کے انتظام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب پہنچتے ہی سب سے زیادہ زور لگایا وہ جدید معاشرہ کی تعمیر کے متعلق غور و فکر کرنا تھا تاکہ آپ اسے ارادہ الٰہی کے مطابق قائم کر سکیں۔ وہاں پر کچھ ایسی مشکلات تھیں جن پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قابو پانا ضروری تھا تاکہ آپ آسانی کے ساتھ جدید معاشرہ کی مضبوط بنیادیں رکھ سکیں۔ ان میں سے اہم مشکلات یہ تھیں:

۱۔ یثرب کے اوس اور خزرج کے قبیلوں کے درمیان پرانی دشمنی اور ستم و قہر پایا جاتا تھا۔ جو ہمیشہ دونوں قبیلوں کی مشہور تباہ کن خانہ جنگیوں میں ان کے ساتھ رہتا تھا۔

۲۔ پناہ گزین مہاجرین کی مشکل، جو اپنے تمام مملوکہ اموال اور جائدادیں مکہ میں چھوڑ آئے تھے اور بھاگ کر اپنے دین کے ساتھ مدینہ آ گئے تھے۔

۳۔ علاقے میں موجود یہودی عناصر کی مشکل جنہیں یثربی معاشرہ میں سیاسی، عسکری اور اقتصادی قوت حاصل تھی جن کے شر سے بچنا اور قریش کے متوقع مظالم کے مقابلہ کے لیے ان کی دوستی حاصل کرنا ضروری تھا۔

مسجد نبوی کی تعمیر جدید اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا پہلا قدم مسجد نبوی کا قیام تھا۔ تاکہ اس میں دین جدید کے شعائر کا اظہار ہو، نیز وہ ایک یونیورسٹی ہو جس میں مسلمان اسلامی تعلیمات اور اس کے اصلاحی کاموں کی تعلیم حاصل کریں اور وہ ایسی مجلس ہو جس میں متعدد قبائل کے عناصر آپس میں محبت کے ساتھ مل کر بیٹھیں، جن کے درمیان ان جاہلی جھگڑوں نے نفرت اور بعد پیدا کر دیا تھا جو ان قبائل کا ہزار سالہ نظام تھا۔

جس مقام پر مکہ سے فوراً آتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی، آپ نے وہاں مسجد کی تعمیر کا حکم دے دیا۔ پس مسلمانوں نے تعمیر کے مطلوبہ سامان کو جمع کرنے میں جلدی کی اور وہ کھجوروں کے تنے کاٹنے لگے اور اینٹیں بنانی شروع کر دیں۔ پھر انہوں نے مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ جس کی مساحت تقریباً سو ضرب سو ہاتھ تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا، آپ بھی ان کی طرح اپنے کندھے پر مٹی اور اینٹیں اٹھاتے تھے

جب صحابہ نے دیکھا کہ آپ بھی بنفس نفیس ڈھو رہے ہیں تو تعمیر میں صحابہ کی سرگرمی دوچند ہو گئی۔ آپ مٹی اور پتھر وغیرہ کو اپنی پشت پر اس طرح اٹھاتے تھے یہاں تک جھک گئے۔ ان میں سے ایک نے مدینہ والوں کو خوش کرنے کے لیے کہا:

"اگر ہم بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کام کرتے رہے تو یہ ہمارا ایک گمراہ کن کام ہوگا۔"

اور مسجد نبوی کی تعمیر بڑی سرعت سے تکمیل کو پہنچی۔ اس کی دیواریں مٹی اور اینٹوں سے کھڑی کی گئیں اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی۔ اس سے بسا اوقات بارشوں کا پانی اندر آ جاتا تھا اور مسجد کی زمین ریت اور سنگریزوں سے فرش کی گئی اور جن ستونوں پر چھت کھڑی تھی وہ کھجور کے تنوں کے تھے۔

مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبہ

جب اس مسجد کی مخلصانہ تعمیر مکمل ہو گئی تو یہ دنیا کی پہلی مثالی درسگاہ تھی جس میں بقول استاذ غزالی، از فقہ سیرت، انسانیت اور بہادروں کو ادب سکھانے والے اور امت کے بادشاہ تربیت حاصل کرتے تھے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہلا خطبہ دیا۔ آپ نے اس میں فرمایا جیسا کہ بیہقی نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے: "اے لوگو! اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو۔ خدا کی قسم! ضرور تم میں سے جان لے کہ تو غش کیا جائے۔ پھر اپنی بکریوں کو بغیر چرواہے کے چھوڑ دے۔ پھر اس کا رب اس سے پوچھے گا اور اس کا کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ اسے کوئی دربان اس سے چھپا سکے گا۔۔ کیا میرے رسول نے تیرے پاس آ کر تجھے پیغام نہیں پہنچایا تھا اور میں نے تجھے مال دیا تھا اور تجھ پر احسان کیا تھا۔ بس تو نے اپنی جان کے لیے کیا پیش کیا ہے۔ پس وہ جہنم کے سوا کچھ نہ دیکھے گا۔ پس جو شخص اپنے آپ کو آگ سے بچا سکتا ہے

خواہ کھجور کا ٹکڑا دے کر بچا سکے وہ ضرور ایسا کرے۔ اور جو کچھ نہ پائے وہ اچھی بات ہی کہہ دے۔ کیونکہ نیکی کی جزا دس سے سات سو گنا تک ملتی ہے۔ تم پر اور اللہ کے رسول پر سلامتی ہو۔

مسلمانوں کے درمیان مواخات کانفرنس

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے مسجد کی تعمیر کے ذریعے، رب العالمین کے حضور بغیر کسی واسطے اور سفارش کے نمازوں کے ذریعے جھکتے ہوئے، اصلاح کرنے، تعارف، تالیف اور ارتباط کے لیے مرکز قائم کیا تو آپ نے اپنی حکمت مستقلہ اور سیاست کبیرہ سے جاہلیت کی متروکہ عادات اور عصبیت کی گتھیوں کو مٹانا شروع کر دیا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں یثرب سینکڑوں سالوں سے تباہ کن قبائلی جنگوں کا شکار تھا، جنھوں نے اس کے شباب کی تازگی اور اس کی وحدت کو نہایت بری طرح فنا کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے دخیل یہودیوں کو جزیرہ عرب کے اس مبارک خطہ میں مرکز بنانے کا موقع مل گیا۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کن حکیمانہ قدم سے قدیم جاہلیت کے بغض کے بیجوں اور اوس اور خزرج کے درمیان پرانے اور مستحکم عنصری غصے کو اکھاڑ پھینکا اور وہ اس طرح کہ آپ نے مدینہ میں تمام مسلمانوں مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک کانفرنس میں مواخات کرا دی۔ آپ نے ان میں دو دو آدمیوں کے درمیان مواخات کرائی۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہاجرین اور انصار صحابہ کے درمیان مواخات کرائی اور فرمایا: ہم اس امر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ اس کے متعلق وہ بات کہیں جو اس نے نہیں کہی... خدا کی خاطر

دو دو بھائی بن جاؤ۔[1] پس وہ سب بھائی بھائی بن گئے اور اس بات نے جیسا کہ چاہیے کہ رابطہ جدید معاشرہ کے عناصر کے درمیان سیاسی، انتظامی اور قانونی وحدت کے قیام کے لیے عربوں کے خونی رابطے سے زیادہ قوی اور مؤثر تھا اور انصار نے : اور خصوصیات کے زمانے . . . اس بھائی چارے کو رشک کی نگاہوں سے دیکھا کیونکہ اس میں انھیں اپنی مطلوبہ آرزو پوری ہوتی نظر آئی اور وہ امن وسلامتی کی آرزو تھی جس سے یثرب سینکڑوں سالوں سے ان تباہ کن خانہ جنگیوں کی وجہ سے محروم تھا، جن کی آگ سے اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے جل رہے تھے۔ حالانکہ وہ ایک ہی قبیلہ تھے۔[2]

اسی طرح مہاجرین نے اس بھائی چارے کے نتیجے میں اپنے انصاری بھائیوں کی پناہ میں ایسی مودت و محبت پائی جس نے ان کے شدید تفکر کو کم کر دیا، جو کہ ہجرت کے نتیجے میں ان کے شامل حال تھا، جہاں پر وہ اپنے تمام اموال چھوڑ آئے تھے، جن پر مشرکین قریش نے قبضہ کر لیا تھا۔

نصف مال کی پیشکش

انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کا نہایت عزت و اکرام سے استقبال کیا اور انھوں نے مواخات کے بعد اس حد تک ان کی مدد کی کہ بعض انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو یہ پیشکش کی کہ وہ آپس میں تمام اموال نصف نصف تقسیم کر لیں، لیکن مہاجرین کو . . . . . اس عظیم کریمانہ پیشکش کے سامنے جو ان پاک نفوس نے کی . . . . یہی چارہ کار نظر آیا کہ وہ اس بذل و کرم کی صحیح قدر کریں اور اس کے مقابل میں اس قسم کے کرم کا اظہار کریں۔ پس انھوں نے انصار کی ضیافت و کرم سے اسی قدر نفع حاصل کیا جو ان کی پیٹھ کو سیدھا رکھے اور وہ زراعت اور تجارت وغیرہ کے شریفانہ

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۵۰۵

[2] اوس و خزرج کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ احد" میں دیکھیے۔

کاموں میں مدد کرے جن سے مستقل روزی اور مال کمائی حاصل ہوتی ہے۔
بخاری کی روایت ہے کہ سعد بن ربیعؓ نے عبدالرحمن بن عوفؓ کو یہ پیشکش کی
کہ وہ ان کا نصف مال لے لیں۔ ان دونوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مواخات کروائی تھی۔ سعد نے عبدالرحمن سے کہا میں انصار کا بڑا مالدار آدمی ہوں
میں اپنے مال کو نصف نصف تقسیم کرتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں، تم دیکھ لو
جو تمہیں پسند ہو مجھے اس کا نام بتاؤ میں اسے طلاق دے دوں گا پھر جب
اس کی عدت ختم ہو جائے تو تم اس سے شادی کر لینا۔ عبدالرحمن نے کہا ۔۔۔ اللہ
تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت دے، مجھے بازار بتاؤ کہاں ہے؟ انہوں نے
بنی قینقاع کے بازار کے متعلق بتایا۔ پس جب عبدالرحمن وہاں سے واپس
لوٹے تو ان کے پاس بچا ہوا پنیر اور گھی تھا۔ پھر انہوں نے متواتر صبح کو وہاں جانا
شروع کر دیا۔ ایک دن وہ آئے تو ان پر زرد رنگ کے کچھ نشان تھے۔ حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال پوچھا تو کہنے لگے میں نے شادی کی ہے۔ آپ
نے فرمایا تم نے اسے کیا دیا ہے؟ عرض کیا کہ بوزن سونے کی گٹھلی۔

اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جدید اسلامی
معاشرہ کے اہم ستون معاشرہ کو مضبوط ستونوں پر قائم کرنے میں
کامیاب ہو گئے۔ سب سے اہم ستون وحدت جمعیت تھی جسے آپ نے اوس اور
خزرج کے قبیلوں کے درمیان قائم کیا۔ اس قسم کی وحدت کا تجربہ اس سے پہلے تاریخ
میں مشاہدہ نہیں کیا گیا تھا ۔۔۔ اس وحدت کے ذریعے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے دلوں سے جاہلیت کے فرسودہ تکبر، غصے اور عصبیت کے کینے کو
باہر نکال دیے اور اس وحدت سے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اور
خزرج کے درمیان قائم کیا تھا، دعوت اسلامی نے بہت فائدہ اٹھایا۔ خصوصاً

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھیے۔ [2] ان کے حالات عنقریب اسی کتاب میں بیان ہوں گے۔

عسکری مہارت میں،

انصار جنگ کے ترازو میں

اوس اور خزرج کے تعلق قبائل عظیم حربی قوتوں کے مالک تھے اور جزیرۂ عرب میں ان کی بڑی اہمیت تھی۔ لیکن یہ قوتیں یثرب میں انوار محمدی کے طلوع سے قبل، ان جاہلانہ جنگیوں میں ختم ہو رہی تھیں جن سے مدینہ کے یہودی علاقہ میں اپنے تسلط کو مضبوط کرنے کے لیے نفع حاصل کرتے تھے (خصوصًا اقتصادی تسلط کو)، پس وہ جنگ کے شعلوں کو اپنے خاص طریقوں سے بھڑکاتے رہتے تھے۔ مگر جب اسلام آیا اور اس نے ایک عقیدے کے زیر سایہ ان قبائل کو متحد کیا اور ان قبائل کی حربی قوتوں سے استفادہ کیا اور ان کی صحیح جانب رہنمائی کی تو یہ قبائل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی سب سے پہلی اور بڑی حربی قوت تھے۔ جس پر اسلام نے جزیرۂ عرب کی اکناف میں توحید کی اشاعت اور امن و استقرار اور عدل و انصاف کے قائم کرنے میں اعتماد کیا اور خصوصًا ان فیصلہ کن معرکوں میں جو اس نے اپنے بڑے دشمنوں یعنی قریش سے کیے۔

یثرب کی غیر مسلم

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مسلمانوں کے درمیان سیاسی، عقائدی اور انتظامی وحدت قائم کر کے اسلامی معاشرے کے اصولوں کو مضبوطی سے قائم کر دیا تو اس کے بعد آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ، یعنی ان یہودیوں کے ساتھ جو مدینہ میں مقیم تھے، تعلقات استوار کرنے شروع کیے۔

آپ بادشاہت یا جاہ و حشمت یا مال کے طالب نہیں تھے (یہ وہ امور ہیں جو اپنے طالب کو تسلط اور ظلم و جبر کے راستے پر ڈال دیتے ہیں) آپ صرف نبی اور رسول تھے اور آپ کا مقصد یہ تھا کہ تمام بشریت خیر و سعادت سے بہرہ اندوز ہو۔

اس لیے آپ نے یہودیوں کے ساتھ بڑی فراخدلی کے تعلقات قائم کیے اور ان کو حالانکہ آپ جانتے تھے کہ یہ سب سے بڑھ کر آپ کے دشمن ثابت ہونے والے تھے۔ آپ ان کی دینی اور ایمانی عداوت کے سبب ہیں لیکن آپ نے ان کو اس بارے میں کبھی کسی زیادتی کی اور نہ ہی مخالفت کی وجہ سے ان کو ان کے حقوق سے محروم کیا اور نہ ہی ... بلکہ آپ نے ان کے وجود کو اہل کتاب کی حیثیت سے تسلیم کیا اور ان کو اپنا دینی حق اور مسلمانوں کا پڑوسی سمجھا۔

بلکہ آپ تو اس سے بھی بہت دور چلے گئے، آپ نے ان یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلمان اور یہودی آپس میں اچھے پڑوسیوں کی طرح زندگی بسر کریں اور باہم صلح و سلامتی سے رہیں گے۔ اس کے علاوہ اس میں یہ بات بھی تھی کہ وہ یثرب کا مشترکہ دفاع کریں گے۔ اور اس معاہدہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو آزادی رائے اور آزادی عقیدہ اور مذہبی اعمال میں آزادی اور حریت کی ضمانت دی۔

اسلامی معاشرہ کی تکمیل

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سیاسی اور اجتماعی معاملات کرتے تھے تو ان کے دوران میں تمام یثرب اسلام سے متاثر ہو رہا تھا اور لوگ محض اپنی رضامندی اور اختیار سے دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہو رہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ تصرفات اور شریفانہ معاملات تمام لوگوں کے دلوں میں انتہائی گہرا اثر ڈال رہے تھے جس کی وجہ سے یثرب کے تمام باشندے دھڑا دھڑ جتھوں میں حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے اور دین توحید کو اختیار کرنے لگے۔ یہود کے سوا یہاں تک کہ وہ غیر یہودی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی دعوت کو ناپسند کرتے تھے وہ بھی اس دین اور اس دین کی جماعت

کے علمبرداروں کے ساتھ بغض و تنفر رکھنے کے باوجود اپنے اسلام کا اعلان کرنے پر مجبور ہو گئے۔

پر اہل مدینہ میں سے وہ لوگ رہ گئے تھے جنہیں اسلام سے بغض تھا لیکن وہ اپنی قلت کی وجہ سے اس بڑھتی ہوئی لہر کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے وہ مجبوراً مسلمانوں کے سواد اعظم میں شامل ہو گئے۔ اس طرح مدینہ ہجرت نبوی کے تقریباً چھ ماہ بعد اسلام کا حقیقی دارالخلافہ بن گیا۔ وہاں پر مسلمانوں کا حکم چلتا تھا اور انہی کو وہاں پر تسلط حاصل تھا اور یہی وہ بات تھی جس کے خلاف سے قریش خائف تھے۔ پس انہوں نے اپنی پوری قوت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔

معاشرہ کے لیے قوانین

نظام جدید کے قوانین کا آسمان سے نزول شروع ہو گیا اور زکوٰۃ فرض ہو گئی اور یہ اسلام کا اجتماعی نظام بھی جیسا کہ اس سے پہلے دشمنان اسلام کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے لیے اذن کا قانون بنا تھا۔ ہجرت سے قبل مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اسی طرح نماز کے اجتماع کے لیے اذان کو قانون بنا۔ اسی طرح قرآن نے دیگر آئین نازل کیے جن سے جدید معاشرہ کو منظم و مہذب کیا گیا۔ یہ ان کی تفصیل کا مقام نہیں۔

عہد جدید کی مشکلات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یثرب آنے پر یہود نے کسی قسم کی مخالفت یا خصومت کا اظہار نہیں کیا مگر انہیں آپ کی دعوت سے اپنے اقتصادی امور اپنا سیاسی اقتدار اور روحانی اثر کے خاتمہ کا خوف تھا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے عقائد و اعمال اور اداروں کے متعلق اطمینان دلانے میں جلدی کی اور آپ نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا جس کا

مقصد علاقے کے تمام باشندوں کو اپنے مذہبی اور اعتقادی اختلاف کے باوجود امن وامان اور سکون فراہم کرنا تھا۔ یہود نے اس معاہدے پر دستخط کیے۔ وہ مسلمانوں کی طرح اس کی نصوص کی تنفیذ کی پابندی کی۔ اور یہ بات یہود کے اختیار میں تھی کہ وہ جدید اسلامی عہد کے زیر سایہ اپنے حقوق، فرائض اور اموال کے بارے میں مطمئن ہو کر سعادت مندانہ رہتے اور یہ ان کے لیے بہتر تھا کاش وہ ایسا کرتے۔ لیکن وسیع مکاری اور شرپسندی ان کی فطرت میں رچی ہوئی ہے جو ان کے وجود کا حصہ بن گئی ہے۔ وہ یہ وہم کرتے رہتے ہیں بلکہ اس نے ان کو ان کے مالوف کاموں یعنی اضطراب، مشکلات پیدا کرنے اور فتنے برپا کرنے تک پہنچا دیا ہے۔ مسلمانوں نے اس معاہدہ کی نصوص کی پابندی کی جو ان کے اور یہودیوں کے درمیان طے ہوا تھا۔ مسلمانوں کے تصرفات میں یہ بات بڑی واضح نظر آتی ہے کہ وہ ان کے ساتھ امن وسلامتی کے ساتھ رہنے میں حسن نیت اور شدید رغبت رکھتے ہیں۔ لیکن آویزش، جھگڑا اور ایذا رسانی یہود کی جانب سے ہوئی۔۔۔ انھوں نے دیکھا کہ اسلام کی حکومت، ان کی توقعات کے برخلاف بڑی خوفناک سرعت سے یثرب پر اپنے پاؤں جما رہی ہے۔ اس امر نے انھیں خوفزدہ کر دیا۔ وہ ان کی تبدیلی سے ڈرے اور اس بات سے ان کے دلوں میں مزید غم وغصہ بڑھ گیا انھیں یہ یقین ہو گیا کہ یثرب آنے والے محمد بن عبداللہ قرشی ہی موعود نبی ہیں، جیسا کہ وہ اپنی کتب میں لکھا ہوا پڑھتے تھے۔۔۔ اور یہ بات اس لیے کہ وہ آپ پر ایمان لانے میں جلدی کرتے اور آپ کی رسالت کے ظہور سے خوش ہوتے، ان کے دل آپ کے بغض و حسد سے بھر گئے۔ اور ان دو عناصر کے دلوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے یقین نے بوجھل اور بیمار کر دیا۔ اور یہ وہ معاملہ ہے جسے حیی بن اخطب ام المومنین

حضرت صفیہ؎ رضی اللہ عنہا کے والد اور اُن کا بھائی یاسر۔

؎ ام المؤمنین صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ بن ثعلبہ بن حبیب بن کعب ، بنی نضیر میں سے تھیں اور یہ لوگ لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے ہیں۔ پھر یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون بن عمران کی نسل سے ہیں۔ آپ سلام بن مشکم کی بیوی تھیں (جو یہود کا ایک لیڈر تھا) پھر آپ سے کنانہ بن ابی الحقیق نے شادی کی جو خیبر کے یہودیوں کا ایک لیڈر تھا جو معرکہ خیبر میں قتل ہو گیا تھا اور اس کی بیوی صفیہ اسی نوع کے ایک آدمی کے ہاتھ میں قید ہو گئی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خرید کر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی جیسا کہ بخاری و مسلم میں بیان ہے۔ ... اسلامی فوج کے ایک سپاہی نے صفیہ کو اس کی ایک عزادی کے ساتھ قید کر لیا اور ان دونوں کے ساتھ دو یہود کے مقتولوں کے پاس سے گزرا۔ جب صفیہ کی عزادی نے انہیں دیکھا تو اس نے اپنے چہرے پہ طمانچے مارے اور مٹی ڈالی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا جو ان دونوں کو مقتولوں کے پاس سے لے کر گزرا تھا: "جب تو دو عورتوں کے ساتھ ان کے مقتولوں پہ سے گزر رہا تھا کیا اس وقت تیرے دل سے رحمت سلب کر لی گئی تھی"۔ اور ابن حجر نے اصابہ میں بیان کیا ہے کہ معرکہ خیبر سے قبل، صفیہ نے خواب میں دیکھا کہ چاند اس کی گود میں آ پڑا ہے اس نے اپنی ماں سے اس کا ذکر کیا تو اس نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا اور کہنے لگی۔ تو اپنی گردن لمبی کر کے عرب کے بادشاہ کے پاس جائے گی۔ (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ام المؤمنین حضرت صفیہ عقلمند، بردبار اور صاحب فضل عورت تھیں، ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ آپ کی ایک لونڈی حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور آپ سے کہنے لگی کہ صفیہ سبت کو پسند کرتی اور یہود سے صلہ رحمی کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے کہا۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سبت کے بدلے میں جمعہ دیا ہے میں اسے پسند نہیں کرتی اور یہودیوں میں میرے رشتہ دار ہیں۔ میں ان سے صلہ رحمی کرتی ہوں۔ پس حضرت عمرؓ نے یہودی رشتہ داروں سے ان کے صلہ رحمی سے برا نہ منایا۔ پھر حضرت صفیہؓ نے اپنی لونڈی سے پوچھا تجھے اس (بقیہ پہ صفحہ ۱۱۸)

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کیا کہ مجھے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے متعلق بتایا گیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ "میں اپنے باپ اور چچا یاسر کی بہت چہیتی تھی۔ جب کبھی میں ان دونوں کے بچوں کے ساتھ انھیں ملتی تو وہ مجھے پکڑ لیتے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے تو میرا باپ حیی بن اخطب اور چچا یاسر منہ اندھیرے آپ کے پاس گئے اور غروب آفتاب کے ساتھ واپس آئے۔ آپ فرماتی ہیں کہ وہ دونوں تھکے ماندے گرتے پڑتے آہستہ آہستہ چلتے آئے۔ آپ فرماتی ہیں، میں حسب عادت خوش ہو کر ان کے پاس گئی تو خدا کی قسم! ان دونوں میں سے کوئی بھی میری طرف غم کی وجہ سے متوجہ نہ ہوا۔ آپ فرماتی ہیں، میں نے چچا یاسر کو اپنے باپ حیی بن اخطب سے یہ کہتے سنا کہ "کیا یہ وہی نبی ہے؟" اس نے جواب دیا خدا کی قسم! وہی ہے۔" اس نے کہا "کیا تو اسے جانتا اور پہچانتا ہے؟" اس نے جواب دیا "ہاں!" اس نے کہا "تیرے دل میں اس کے متعلق کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "خدا کی قسم! جب تک زندہ رہوں گا اس سے عداوت کروں گا۔"

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۹) شکایت پر کس نے آمادہ کیا تھا؟" اس نے جواب دیا "شیطان نے۔" آپ نے فرمایا "جا تو آزاد ہے۔" ... اصحاب حدیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔ جب فتنہ پردازوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تو آپ خفیہ طور پر ان کے گھر کھانا اور پانی پہنچاتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ بحیثیت ام المؤمنین حضرت عثمان کا دفاع کرنے گئیں۔ آپ اپنے خچر پر سوار تھیں۔ پس آپ سے اشتر نخعی ملا جو حضرت عثمان کے خلاف فتنہ پردازوں کا ایک بڑا لیڈر تھا۔ اس نے ام المؤمنین حضرت صفیہ کو روک لیا اور خچر کے منہ پر ڈنڈے سے ضرب لگائی اور آپ کو جانے نہ دی۔ آپ نے فرمایا مجھے واپس کر دو اور ذلیل نہ کرو۔ آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی۔

اسی طرح کی ایک روایت ابن اسحاق نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کی ہے کہ آپ یہودی تھے پھر اسلام لے آئے تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ سے کہا

"یا رسول اللہ! یہودی ایک الزام تراش قوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے ایک گھر میں داخل کر دیں۔ وہاں ان سے مجھے پوشیدہ کر دیں پھر ان سے میرے بارے میں دریافت کریں۔ اور وہ آپ کو بتائیں کہ میں ان کا کیسا آدمی ہوں

سے عبداللہ بن سلام بن حارث۔ ابو یوسف۔ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا خزرج کے قوقل قبیلے کے حلیف تھے۔ اسرائیلی ہیں۔ آپ بنی قینقاع کے یہودی تھے۔ عبداللہ ابن سلام یہودی عالم تھے۔ ترمذی نے ابن اسحاق نے یوں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو میں ان لوگوں میں سے تھا جو جمع ہو گئے تھے۔ جب میں نے آپ کے چہرے کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کذاب کا چہرہ نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دس جنتی آدمیوں میں سے دسواں قرار دیا ہے بخاری نے زید بن عمیرہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل کی وفات کا وقت آیا تو ان سے پوچھا گیا ہمیں کوئی وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا ابوالدرداء، سلمان، ابن مسعود اور عبداللہ بن سلام سے علم حاصل کرو۔ آپ یہودی تھے پھر آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ وہ دس جنتی آدمیوں میں سے دسواں ہے۔ ۔ ۔ ۔ حضرت کے ایام میں عبداللہ بن سلام نے کسی فریق کا ساتھ نہ دیا۔ نہ جمل میں نہ صفین میں۔ ابن جوزی نے المنتظم میں جید سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے امیر المومنین علی کو عراق جانے سے روکا اور کہا منبر رسول پر قائم رہیے۔ اگر آپ نے اسے چھوڑ دیا تو کبھی اسے نہ دیکھ سکیں گے حضرت علی نے عبداللہ بن سلام کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ہمارا صالح آدمی ہے۔ آپ کی وفات ۴۳ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

کہ میرے اسلام لانے کا انہیں علم نہ ہو۔ اگر انھیں اس بات کا پتہ چل گیا تو وہ مجھ پر عیب اور الزام لگانے لگیں گے۔ آپ بیان کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ایک گھر میں داخل کر دیا اور وہ آپ کے پاس آ گئے۔ وہ آپ سے باتیں کرنے لگے۔ پھر آپ نے ان سے پوچھا۔ تم میں عبداللہ بن سلام کون ہے؟ وہ کہنے لگے وہ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ وہ ہمارا عالم ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوئے تو میں ان کے پاس آیا اور ان سے کہا۔

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ یہ تمہارے پاس لائے ہیں اسے قبول کرو۔ خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ رسول ہیں اور تمہارے پاس تورات میں ان کا نام اور صفات لکھی ہوئی موجود ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کو پہچانتا ہوں تو وہ کہنے لگے۔

"تو جھوٹا ہے" پھر مجھ سے الجھ پڑے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں نے آپ کو بتایا نہیں تھا کہ یہ بڑی الزام تراش، دھوکے باز، جھوٹی اور فاجر قوم ہے۔

سازش کرنے اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش

یہودیوں کے دلوں میں جو تنگ نظری، دشمنی اور قابل نفرت حسد پایا جاتا ہے اس نے انھیں مجبور کیا۔ انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے مختلف طریقوں سے جنگ شروع کی۔ شروع شروع میں ان کی جنگ دعوت اسلامی کی راہ میں ایذا رسانی کے ذریعے رکاوٹ پیدا کرنے اور جاہلی غرور کو ہوا دے کر جس کا اسلام نے خاتمہ کر دیا تھا اور عصبیت کو اس کے شر سے بچایا تھا، مسلمانوں کی

وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ان کے درمیان انتشار پیدا کرنے کی کوشش ان تھک جاری تھی۔ اس تحریک میں یہودیوں نے منافقین کے ساتھ مسلمانوں میں نیا اضطراب پیدا کرنے اور ان میں سے بعض کو شک میں ڈال کر دوبارہ کفر کی طرف واپس لانے کی کوششوں کے لیے ایک نئی تکنیک اپنایا۔

یہودیوں اور منافقوں کی سازشوں کی ایک مثال لیجیے۔ شاس بن قیس جو ایک عظیم کافر یہودی اور مسلمانوں کے ساتھ بڑا بغض رکھنے والا آدمی ہے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسی اور خزرجی صحابہ کے پاس سے گزرا جو ایک مجلس میں بیٹھے محبت کرنے والے بھائیوں کی طرح گفتگو کر رہے تھے۔ اسے ان کی باہمی الفت اور تعلق داری دیکھ کر سخت غصہ آیا کیونکہ جاہلیت میں ان کے درمیان بڑی عداوت تھی۔ اس نے کہا اس شہر میں بنی قیلہ کے سردار جمع ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم! ہمیں ان کے ساتھ چین نصیب نہیں اس موقع پر اس نے اپنے دل کی مانند شریر طبع ایک یہودی نوجوان کو مخاطب کیا جو مسلمانوں کے اسی گروہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اسے کہا، ان کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ۔ پھر جنگ بعاث اور اس سے پہلے کی جنگوں کا ذکر کرو اور اس میں انھوں نے جو اشعار کہے تھے وہ انھیں سناؤ۔ اوس اور خزرج کے درمیان جاہلیت میں جو تباہ کن خانہ جنگیاں ہوئی تھیں۔ ان میں جنگ بعاث ایک تاریخی دن ہے اسی دن اوس کو خزرج پر فتح ہوئی تھی۔ یہودی نوجوان نے اپنے لیڈر کے حکم کے مطابق کام کیا۔ قریب تھا کہ یہ یہودی اپنی خباثت میں کامیاب ہو جاتے۔ جونہی اس نوجوان نے جنگ بعاث کا ذکر کیا فریقین کے درمیان فتنہ سر اٹھانے لگا۔ لوگ آپس میں جھگڑنے اور لڑنے لگے۔ حتیٰ کہ ان کے درمیان صورت حال اس حد تک بگڑ گئی کہ خزرج کے ایک لیڈر نے چیلنج کرتے ہوئے

اوس کے ایک لیڈر سے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم خانہ جنگی کے لیے تیار ہیں۔ پس دونوں فریق غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے ہم تیار ہیں، مقابلے کے لیے میدان مقررہ جگہ ہے۔ پھر انھوں نے ایک دوسرے کو آواز دی کہ ہتھیار لاؤ، ہتھیار لاؤ اور مقررہ جگہ کی طرف جنگ کے لیے بڑھنے لگے۔ قریب تھا کہ ان کے درمیان خانہ جنگی ہو جاتی اور یہی یہودیوں اور منافقین کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ جنگ سے قبل، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچ گئی۔ آپ مہاجرین کے ساتھ جلدی سے ان کے پاس گئے اور اس فتنہ کی آگ کو سرعت کے ساتھ فرو کرنے کا عمل شروع کر دیا۔ یہ یہودیوں کی سازش سے ہوا تھا۔ جونہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پہنچے جو جنگ کے لیے ان کے جمع ہونے کی جگہ تھی۔ آپ نے ان میں کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> "اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو۔ کیا میری موجودگی میں تم جاہلیت کے جھگڑے کرتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی ہدایت دی ہے اور اس کے ذریعے تمھیں معزز بنایا ہے اور تم سے امر جاہلیت کو دور کیا ہے اور تمھیں کفر سے نجات دی ہے اور تمھارے دلوں میں الفت پیدا کی ہے۔"

اس موقع پر دونوں فریق (اوس اور خزرج) ہدایت کی طرف واپس آ گئے۔ اور انھیں معلوم ہو گیا کہ یہ ایک شیطانی وسوسہ اور یہودیوں کی سازش تھی۔ پس انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے۔ پھر اوس اور خزرج کے لوگوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے بھائی بن کر واپس لوٹے۔ اس طرح یہود کی خفیہ کوششیں ناکام ہو گئیں اور خدا تعالیٰ نے ان کی تدبیر کو ان کے سینوں میں ہی مار دیا، حالانکہ قریب تھا کہ وہ

مسلمانوں کی وحدت فکری کو پارہ پارہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

یہودیوں نے (منافقین کی مدد سے) دعوت اسلامی کے متعلق اضطراب پیدا کرنے اور اس کے علمبرداروں کے لیے مصائب پیدا کرنے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ ان کے تمام فرقے بلکہ ان کا ہر فرد اس تخریبی کام میں لگ گیا۔ جب یہودی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے متعلق شکوک و اضطراب پیدا کر رہے تھے اور آپ کے متعلق بے بنیاد جھگڑے کر رہے تھے اور ایسے بیہودہ سوالات کر رہے تھے جن کا علمی بحث سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس وقت منافقین مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے تھے کیونکہ وہ بظاہر اسلام کا اظہار کرتے تھے اور عہد جدید کے لیے رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لیے مصائب اور پیچیدگیاں پیدا کر رہے تھے اور جھوٹی افواہیں پھیلا رہے تھے اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے سازشیں کر رہے تھے۔

سازشیں اور آمریت کا دور

ان منافقین کو مسلمانوں کی وحدت سے جلنے کی خلش نے اس حد تک پہنچا دیا۔ انھوں نے سازشیں کرنے اور مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنے کے لیے جمع ہونے کے واسطے ایک اڈہ بنایا تاکہ وہ وہاں آزادی کے ساتھ تخریبی کام کر سکیں۔ انھوں نے اپنے لیے ایک مسجد بنائی جس میں بظاہر وہ نمازیں ادا کرتے تھے کیونکہ وہ ظاہری طور پر اسلام ہونے کی وجہ سے بظاہر اسلام کے حکم کے پابند تھے: دراصل تقویٰ سے اس مسجد کی بنیاد نہیں پڑی۔ ابھی اس مسجد کی تعمیر پر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ اس مسجد کو منافقین نے ملت کی وحدت وسالمیت کو نقصان پہنچانے کے لیے سازشیں اور منصوبے تیار کرنے کے لیے بنایا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حقیقت کا یقین ہو گیا تو آپ نے اس مسجد کے گرانے کا حکم دے دیا جس کی حقیقت معروف آ چکی تھی اور دنیائے اسلام نے مسلمانوں کے

خلاف آمریت کا اڈہ تھا؛ وہ جن منافقین نے تعمیر کی تھی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

"والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المؤمنین
وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا
الا الحسنی واللہ یشہد انہم لکاذبون۔"[1]

"لا یزال بنیانہم الذی بنوا ریبۃ فی قلوبہم الا ان تقطع
قلوبہم واللہ علیم حکیم"[2]

مسجد نبوی سے منافقین کا اخراج

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے اڈے مسجد ضرار کو گرا دیا تو ان منافقین نے مسلمانوں کے درمیان اضطراب پیدا کرنے کی سرگرمیوں کے سلسلے میں اور ان سے بے فکر رہنے لگے اور دعوت اسلام کو نقصانات پہنچانے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تو وہ مسجد نبوی کے گوشوں میں ادھر ادھر بیٹھنے لگے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں مسلمانوں کے ساتھ نماز کے لیے جمع ہوتے وقت بھی وہ ادھر ادھر بیٹھا کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے اور اسلامی عقیدے کے خلاف اپنی تخریبی سرگرمیاں جاری رکھتے تاکہ مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کر دیں۔

اور جب ان کی شرارت بڑھ گئی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خلاف ان کی دشمنانہ سرگرمیاں اور تخریبی حرکات مسجد نبوی تک پہنچ گئیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ طور پر ان کی تادیب کے لیے اور ان کی سازشوں کے شر سے بچنے کے لیے انہیں مسجد سے نکال دینے کا حکم دیا

---

[1] سورۃ توبہ : ۱۰۷

[2] سورۃ توبہ : ۱۱۰

کیونکہ مسجد اوقات نماز میں تمام امت کے جمع ہونے کی جگہ ہے اس طرح ان منافقین کے لیے ناپختہ دل لوگوں کے درمیان زہر پھیلانا آسان ہوتا ہے۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ یہ منافق لوگ مسجد میں حاضر ہوتے اور مسلمانوں کی باتیں سنتے اور ان کے دین سے تمسخر و استہزاء کرتے۔ ایک دفعہ مسجد میں ان کے کچھ آدمی جمع ہوئے اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آپس میں آہستہ آواز سے باتیں کرتے دیکھ لیا۔ وہ ایک دوسرے سے چپٹے ہوئے تھے آپ نے ان کے متعلق حکم دیا اور انہیں سختی سے مسجد سے نکال دیا گیا۔ اس طرح یہودی اور منافقین مصائب کا سبب بنتے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکلات پیدا کرتے اور جدید اسلامی معاشرہ کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے، حالانکہ ابھی وہ نیا نیا ہی تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کو ذلیل کرتا رہا اور ان کی تمام کوششوں کو ناکام بناتا رہا۔ حالانکہ یہودیوں اور منافقوں کے فتنہ و فساد نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت سے مصائب اور پریشانیاں پیدا کیں۔ مگر اب ان کے خبیث اعمال نے مسلمانوں پر ان کی حقیقت واضح کر دی اور وہ (عہد جدید کے آغاز سے) ان کی نگرانی کرنے لگے۔ اور کسی بھی معاملے میں ان کی طرف مائل نہ ہوتے خصوصاً سیاسی اور جنگی حالات میں کیونکہ وہ انہیں مسلمانوں کے درمیان ان کے خلاف کام کرنے والا فتنہ کالم سمجھتے تھے۔ چونکہ جدید اسلامی عہد کی نسبت سے حالات نہایت خطرناک تھے اور ہر جانب سے مسلمانوں کو خطروں نے گھیرا ہوا تھا کیونکہ وہ عہد جدید کے آغاز میں تھے اور جزیرہ عرب کے اکثر قبیلے ان سے دشمنی اور خصومت رکھتے تھے۔ خصوصاً قریش، تجربہ سے دین جدید کی اہمیت کو سمجھتے تھے جس کے غلبے کا نتیجہ ان کے بت پرستانہ وجود کی تباہی سے زیادہ

کچھ نہ تھا۔

اس قسم کے اہم حالات میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور منافقین کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی۔ حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ جدید معاشرہ کے جسم کے اندر ان کی حیثیت بیماری کی اس گٹھلی کی سی ہے۔ جب تک اسے جسم سے نکال نہ دیا گیا یہ اس جسم کے لیے آلام کا باعث بنے گی۔ آپ نے ان کو ان کے حالات پر چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ انتہائی صفائی کا دور آ گیا۔ خصوصاً ان یہودیوں کے لیے جنہیں بدعہدی نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانے، معاہدت توڑنے اور نہایت نازک حالات میں ان کے مخالف دشمن کے ساتھ مل جانے تک پہنچا دیا تھا جیسا کہ غزوہ احزاب میں بنو قریظہ نے کیا۔ انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا جو ان کے اور مدینہ کے تمام مسلمانوں کے درمیان تھا۔ ان نازک حالات میں ان کی بدعہدی کی سزا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام مردوں کو قتل کرنے اور ان کے اموال و اولاد اور عورتوں پر قبضہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اسے ہم غزوہ احزاب میں مفصل بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ!

فصل چہارم

- معرکہ بدر سے قبل مسلمانوں کی عسکری سرگرمیاں
- عرب قبائل سے سیاسی تعلقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی
- فیصلہ کن معرکہ
- قریش کے قافلہ پر قبضہ کے لیے مسلمانوں کا نکلنا۔

- قریشی قافلے کا بچ نکلنا اور مکی فوج کا بدر کی طرف بڑھنا۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب سے مکی فوج سے مقابلہ کرنے کے لیے مشورہ کرنا۔
- جنگ کرنے پر صحابہ کا اتفاق کرنا۔
- بدر میں فریقین کی جنگ
- مشرکین کی تباہ کن شکست۔

جن حالات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی وہ جنگی حالات تھے جنہیں خود قریش کے لیڈروں نے آپ کے قتل کو مباح کر کے اور آپ کے عہد کو توڑ کر پیدا کیا تھا اور وہ جنگ کے سوا کچھ نہ تھے۔ اس صورت میں قدرتی بات ہے کہ دونوں فریقوں نے مکہ اور مدینہ میں ایک دوسرے کے خلاف عسکری، سیاسی اور اقتصادی تیاریوں کا کام کرنا تھا۔ یعنی کسی بھی طریقے سے ہتھیاروں کا استعمال کرنا اور دشمن کی طاقت کو کمزور کرنا۔ ایک ایسی بدیہی بات ہے جو جدل یا جھگڑے کو قبول نہیں کرتی۔ پس جس فریق کے خلاف اعلان جنگ ہوا اور اس کے دشمن نے جہاں کہیں بھی وہ ملے اس پر حملہ کرنے کا پکا ارادہ کیا ہوا ہو اسے ملامت نہیں کی جا سکتی نہ ہی اسے اس وقت ملامت کی جا سکتی ہے جب وہ ان کے خلاف گردش روزگار کے منتظر ہوں اور ان کی قوت کو کم کرنے اور ان کی ایذا کو روکنے کے لیے تیار رہتے ہوں۔ پس معرکہ بدر، جس میں مسلمانوں نے مشرکین کے مقابلہ میں شرکت کی، ایک عادلانہ معرکہ ہے۔ مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جو عسکری حالات قائم تھے، ان کی فطرت نے مسلمانوں پر یہ جنگ واجب کر دی تھی۔

معرکہ سے قبل عسکری سرگرمی

ہجرت رسول سے معرکہ بدر تک کا زمانہ تقریباً ۱۹ ماہ بنتا ہے۔ اس دوران میں مکہ اور مدینہ کے درمیان کوئی خونی معرکہ نہیں ہوا، صرف اس سریہ میں کچھ خونریزی ہوئی تھی جس کی کمان عبداللہ[1] بن جحش کر رہے تھے جس کے فوراً بعد بدر کا معرکہ ہوا۔

معرکہ بدر سے قبل مسلمانوں کی گشتی پارٹیاں

بقیہ عسکری کارروائیاں جاسوسی پارٹیوں سے زیادہ مشابہ تھیں جنھیں مسلمانوں نے مدینہ کا گھیراؤ کرنے والے راستوں اور مکہ پہنچانے والے راستوں کے حالات معلوم کرنے اور ان قبائل کی طاقت کا جائزہ لینے کے لیے تیار کیا تھا جو علاقہ کو گھیرے ہوئے تھے اور کہ نیز ان کا مقصد بعض قبائل سے مصالحت اور حلیفانہ تعلقات پیدا کرنا تھا۔ نیز یہ مقصد بھی تھا کہ مشرکین اور یہود کو جتا دیا جائے کہ مسلمان ہر پیش آمدہ زیادتی کو روک سکنے کی قوت رکھتے ہیں۔ جن گشتی پارٹیوں اور سرایا کو مسلمانوں نے معرکہ بدر سے قبل تیار کیا ان کا خلاصہ درج ذیل ہے

۱۔ جنگی گشتی پارٹی، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی کمان میں تیار کی گئی۔ اس میں تیس مہاجرین شامل تھے، یہ گشتی پارٹی قریش کے تجارتی قافلے سے ملی جس کی حفاظت قریش کے تین سو جانباز ابوجہل بن ہشام کی کمان میں کر رہے تھے یہ واقعہ ساحل سمندر کے پاس عیص[2] کی جانب ماہ رمضان میں، ہجرت کے پہلے سال پیش آیا اور فریقین کے درمیان مجدی بن عمرو جہنی کی مداخلت کی وجہ سے جنگ نہ ہوئی۔ اس شخص نے سلامتی کی کبوتری کا پارٹ ادا کیا اور ان دونوں کے درمیان

---

[1] عبداللہ بن جحش بن رباب اسدی بنو عبد شمس کے حلیف تھے آپ نے دو ہجرتیں کیں، آپ پہلے امیر تھے جن کے لیے اسلام کا جھنڈا باندھا گیا۔ آپ اُحد کے روز شہید ہوئے۔

[2] سمندر کی جانب ینبع اور مروہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔

رکاوٹ بن گیا۔

۲۔ جنگی گشتی پارٹی جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھی جسے عبیدہ بن حارث وادی رابغ تک لے گیا۔ یہ واقعہ ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں ہوا۔ اس گشتی پارٹی کا مقصد قریش کی تجارت کو تہدید کرنا تھا۔ اس پارٹی نے قریش کے دو سو سے بھی زیادہ جانبازوں کے ساتھ ملاقات کی، جن کی قیادت ابو سفیان کر رہا تھا مگر فریقین میں کوئی جنگ نہ ہوئی۔ اس غزوہ میں کفر کی فوج کے دو آدمی عبیدہ بن حارث کی گشتی پارٹی میں شامل ہو گئے، یہ دو آدمی مقداد بن عمرو البحرانی اور عتبہ بن غزوان تھے۔ یہ دونوں مسلمان تھے جو کفر کی فوج میں آ گئے تھے۔

۳۔ جاسوس گشتی پارٹی جس میں آٹھ مہاجرین شامل تھے، جن کی کمان سعد بن ابی وقاص کے سپرد تھی۔ یہ پارٹی مکہ اور مدینہ کے درمیان قریش کے تجارتی راستے کی تہدید کے لیے الخرار تک پہنچ گئی۔ لیکن یہ گشتی پارٹی دشمن کے ساتھ کسی جنگ میں نہیں الجھی یہ واقعہ ہجرت کے پہلے سال ذوالقعدہ کا ہے۔

۴۔ غزوہ ودان۔ یہ ایک جنگی گشتی پارٹی تھی جس میں دو سو جانباز شامل تھے۔ جن کی کمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال صفر کے مہینے میں ودان کے علاقے تک کی اور آپ بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے۔ وہاں آپ نے بنی حمزہ بن بکر بن کنانہ کے قبائل سے عدم جارحیت کا معاہدہ کیا۔

۵۔ غزوہ بواط۔ یہ ایک جنگی گشتی پارٹی تھی جس کی کمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقہ بواط تک اس راستے پر کی جو شام سے مکہ پہنچتا ہے۔ یہ ربیع الاول ۲ھ کا واقعہ ہے۔ اس گشتی پارٹی کا مقصد قریش کے قافلہ پر حملہ کرنا تھا لیکن قافلہ بچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر جنگ کیے واپس لوٹ گئے۔ اس گشتی پارٹی میں دو سو سوار شامل تھے۔

۶۔ غزوۂ العشیرہ۔ یہ ایک جنگی گشتی پارٹی تھی جس میں دو سو جانباز شامل تھے اس کی کمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی تجارت کی تہدید کے لیے العشیرہ مقام تک کی جو ینبع کے علاقہ میں واقع ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے کیونکہ قریش کا قافلہ اس علاقے سے گزر کر نکل گیا تھا۔ ہاں آپ نے اس غزوہ کے دوران بنی مدلج اور ان کے حلیفوں بنی ضمرہ سے عدم جارحیت کا معاہدہ کیا۔ یہ جمادی الاولیٰ سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔

۷۔ غزوۂ بدر الاولیٰ۔ یہ ایک گشتی پارٹی تھی جو دو سو جانبازوں پر مشتمل تھی۔ اس کی کمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ یہ واقعہ جمادی الآخرہ سنہ ۲ھ کا ہے۔ آپ نے اس کے ذریعے مشرکین کی معمولی نوجوان کو بھگا دیا۔ جنہوں نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے بعض مویشی لوٹ لیے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب میں وادی سفوان تک پہنچ گئے جو بدر کے قریب ہے لیکن آپ کو غارتگری کرنے والی فوجیں نہ ملیں اور آپ بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے۔

ماہِ حرام میں جنگ

معرکہ بدر سے قبل مسلمانوں نے جو آخری عسکری کارروائی کی وہ ایک جاسوسی گشتی پارٹی کی تھی۔ جسے عبداللہ بن جحش کی کمان میں آٹھ مہاجرین سے تیار کیا گیا۔ یہ رجب سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔

اس گشتی پارٹی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی خبروں کی جاسوسی کے لیے بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ مکہ اور طائف کے درمیان گھات لگائے رکھے۔ آپ نے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ نخلہ مقام پر اس گشتی پارٹی کا قریش کے ایک قافلہ سے مقابلہ ہو گیا جو سامان تجارت لے کر جا رہا تھا۔ اس پارٹی نے ان کے ایک آدمی کو قتل کرنے کے بعد سب پر حملہ کر دیا۔ وہ قتل ہونے والا آدمی عمرو بن حضرمی تھا۔ اور دو آدمی ان میں سے قید کر لیے۔ اس قافلہ پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد یہ گشتی پارٹی

انھیں مدینہ واپس لے آئی۔ ابن حضرمی پہلا مشرک تھا جسے مسلمانوں نے قتل کیا۔ اسی طرح وہ قافلہ جس پر عبداللہ بن جحش نے قبضہ کیا وہ پہلا مالِ قریش کا تھا جس پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔

نازک مقام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ابن جحش کی گشتی پارٹی پر قتل کا واقعہ کرنے اور مال پر قبضہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے اور آپ نے مقبوضہ مال غنیمت سے کچھ لینے سے انکار کر دیا کیونکہ قتل اور قبضہ کا واقعہ ماہ رجب میں ہوا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ہے جن میں جنگ کرنا حرام ہے۔ اور قریش نے بھی اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا اور انھوں نے مسلمانوں پر طعن و تشنیع کا محاذ کھڑا کر دیا کیونکہ انھوں نے حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی نہ کی تھی جن میں عرب قبائل کے اتفاق سے جنگ کرنا حرام ہے۔ وہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ نے حرمت والے مہینے کو حلال کر لیا ہے اور اس میں خونریزی کی ہے اور اموال لوٹے ہیں اور آدمیوں کو قید کیا ہے۔ اس گشتی پارٹی کے افراد کی اس الجھن سے اس وقت رہائی ہوئی جب آسمان سے وحی نازل ہوئی کہ مشرکین کے ساتھ ہر وقت جنگ کرنے کی اجازت ہے پس قرآن کریم نے عبداللہ بن جحش اور اس کی گشتی پارٹی کے افراد کی جنگی کارروائی کو درست تسلیم کیا اور اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

> يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه ، قل قتال فيه كبير
>
> وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام و
>
> اخراج اهله منه اكبر عند الله ، والفتنة اكبر
>
> من القتل (البقرة : ۲۱۷)

جنگ کے انقلابی قانون کے بعد

اس انقلابی قانون کے بعد جس نے ہر مہینہ میں دشمن سے جنگ کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ فریقین کے درمیان۔ مسلح جنگ سخت فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو گئی۔ اور دونوں چھاؤنیوں کے درمیان میدان وسیع ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ انھیں دشمن پر حملہ کرنے کا جو موقع بھی ملا۔۔ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اسی طرح مکہ کے لیڈروں نے بھی محسوس کر لیا کہ انھوں نے مسلمانوں کے حق میں جو برائی کی ہے وہ اس کے عسکری نتائج سے پچھتا بیٹھے ہیں

مکہ کی تجارت کو خطرہ

سب سے پہلے مشرکین کو جس خطرے کا احساس ہوا وہ یہ تھا کہ ان کی بڑی تجارت شام کے ساتھ تھی۔۔۔ جو ان کی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی تھی۔۔۔ اور جب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب[1] کے علاقے کو مرکز بنایا تھا جو مکہ اور شام کے درمیان قافلوں کی شاہراہ پر حکمران تھا اس وقت سے ان کی تجارت کو عظیم خطرہ درپیش تھا اور مکہ اپنے پیغمبر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکل جانے سے جن نتائج سے ڈرتا تھا ان میں سے ایک نتیجہ یہ تھا۔

---

[1] یثرب اس علاقے کا نام ہے جس میں مدینہ آباد ہے۔ اس کا نام ایک سب سے پہلے باشندے کے نام پر ہے اور وہ یثرب بن قانیہ تھا جو سام بن نوح کی اولاد سے تھا۔

معرکۂ بدر

معرکۂ بدر ... تاریخ اسلام میں پہلا فیصلہ کن معرکہ ہونے کے لحاظ سے خونریز مقابلہ کا پہلا مرحلہ ہے جس میں اسلام نے شرک کے خلاف شمولیت کی۔ اور علی الاطلاق یہ پہلا معرکہ ہے جس میں فریقین نے ایک دوسرے کا سامنا کیا اور جب سے دعوتِ اسلام کا آغاز ہوا ہے اصحاب اس کے اور کفر کے درمیان جنگ چھڑی ہے انھوں نے اس سے قبل جنگ کی بھٹی میں فوج کو اس طرح نہیں جھونکا۔

معرکے کے اسباب

مشرکین کا خوف سچ ثابت ہوا۔ اور مکہ جس بات میں پڑنے سے ڈرتا تھا اس میں اسے پڑنا پڑا۔ اور مدینہ بھی نہایت بیدار مغزی اور تاک کے ساتھ، مکہ اور شام کے درمیان، قریش کی تمام تجارتی سرگرمیوں کو حملہ کرنے کے لیے دیکھ رہا تھا ہجرت کے دوسرے سال، خریف کے اوائل میں مدینہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے خبر ملی کہ ابو سفیان بن حرب مکہ سے شام کی طرف بہت بڑے تجارتی مال کے ساتھ گیا ہے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے دو سو جانبازوں کے ساتھ اسے روکنے کے لیے مدینے سے نکلے۔ یہ غزوہ عشیرہ کی بات ہے لیکن یہ قافلہ بچ کر شام چلا گیا اور مسلمان اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبید اللہ[1] اور سعید بن زید[2] پر مشتمل

---

[1] طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان تیمی قرشی: تعریف سے بے نیاز ہیں اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں تمام معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حتیٰ ثبوت کی معرکہ اُحد میں انھیں چوبیس زخم آئے آپ مالدار اور سخی صحابہ میں سے تھے آپ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی جانب سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور بصرہ میں دفن ہوئے۔

[2] سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی قرشی عشرۂ مبشرہ میں ہیں اپنی تعریف آپ ہیں۔

ایک گشتی پارٹی بھیجی اور اسے حکم دیا کہ وہ قافلے کے انتظار کے لیے شمال کی طرف چلی جائے۔ یہ گشتی پارٹی "الحوراء" مقام تک پہنچی اور وہیں ٹھہر گئی۔ یہاں تک کہ ابوسفیان ایک ہزار اونٹوں کے قافلے کے ساتھ شام سے واپس آتے ہوئے وہاں سے گزرا۔ اس موقع پر طلحہ اور زید نے بسرعت تمام آکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیے نکلنا

مدینہ کی چھاؤنی کے لیے یہ ایک سنہری موقع تھا۔ خصوصاً ان مہاجرین کے لیے۔ جن کے اموال اور مملوکہ اشیاء اہل مکہ نے ان کی ہجرت کے وقت اپنے قبضہ میں لے لی تھیں۔ اور یہ ایک تباہ کن لشکری سیاسی اور اقتصادی چوٹ تھی جو مکہ میں شرک کی چھاؤنی پر لگتی۔ کاش! یہ زبردست دولت مسلمانوں کے ہاتھ لگتی۔ پس مدینہ اس وقت اس عظیم دولت پر قبضہ کرنے کے لیے حرکت میں آگیا۔ جسے مشرکین کا قافلہ اٹھائے ہوئے تھا۔ کیا اس میں کوئی حرج کی بات ہے۔؟

کیا مدینہ مکہ کے ساتھ جنگ کی حالت میں نہ تھا؟ کیا جن لوگوں نے ظلم و سرکشی سے اس جنگ کا اعلان کیا تھا وہ اہل مکہ اور اس قافلہ والے نہیں تھے؟ کیا اس قافلے والے وہ لوگ نہیں تھے جنہوں نے ظلم و سرکشی سے مہاجرین کے اموال اور مملوکات پر مکہ میں قبضہ کر لیا تھا۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ دین جدید پر ایمان لے آئے تھے۔ کیا جس کے خلاف اعلان جنگ کیا جائے اور اس کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے۔ اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اعلان جنگ کرنے والوں کے ساتھ

الحوراء: بقول صاحب المنجد ایک وادی ہے، یہ تبوک اور مدینہ کے درمیان [illegible] دمشق میں [illegible] ہو گئے۔ ابوعبیدہ نے آپ کو اس شہر کا انتظام سپرد کیا۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں [illegible]ھ کو ہوئی۔

لڑے۔ وہ اس کے آخر میں جو بھی مملوکات آئیں ان پر قبضہ کر لے۔ بلاشبہ یہ تمام انسانوں کے عرف میں جنگ کا اصول اور قانون ہے[1]

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قافلے کے درپے ہوئے اور اس پر قبضہ کرنے کا جو عزم کیا اس میں کچھ عجوبہ پن نہیں پایا جاتا۔ یہ تو محارب دشمن کے مال کا حصول تھا۔ بہت سے مستشرقین و مشرقی، اسلامی بھی ان کے بعض چوٹی کے مورخ جنگ بدر کو ڈکیتی، لوٹ مار کی کارروائی خیال کرتے ہیں۔ اس نظریے کا محرک وہ سیاہ کینہ ہے جو حق سے اندھا کر دیتا ہے اور خواہشات کو من مانی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو شخص اعلان جنگ کرنے والے اور قتل کا فیصلہ کرنے والے اور وجود کے خاتمہ کا عزم کیے ہوئے ہو اور تمام اموال و مملوکات پر قبضہ کر لینے والے کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے اس کی کارروائی کو چوری اور ڈکیتی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

عجیب منطق

یہ ایک عجیب اور اندھی منطق ہے یہ استعمار کے چوہدریوں کے ان سرداروں کی منطق کے مشابہ ہے جو اقوام کی آزادیاں سلب کر لیتے ہیں اور ان کی حرمات کی بے حرمتی کرتے ہیں اور ان کے خون کو مباح قرار دیتے ہیں۔ پھر ان کا نام وحشی و چوپایہ رکھ دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک انگریز فوجی سپاہی نے اپنے ساتھی سے کہا ..... وہ افریقیوں پر ظلم کرنے والا بیان کرتا ہے .....
"خدا کی قسم! یہ افریقی وحشی ہیں۔ وحشی ہیں"۔ اس نے اسے پوچھا کیسے؟ کہنے لگا "ذرا تصور کیجیے! اگر ان میں سے کوئی مجھے دانت سے کاٹے تو میں اسے قتل کر دوں گا۔"

---

[1] القانون الدولی العام کا مطالعہ کیجیے۔

فوج کا مارچ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ قافلہ سرزمین حجاز میں داخل ہو گیا ہے تو آپ نے اپنی فوج کے ساتھ اس پر قبضہ کرنے کے لیے مدینہ سے مارچ کیا اور یہ ایک نہایت ہی واضح بات ہے کہ اس قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیے اسلامی افواج کا مدینہ سے نکلنا جبری بھرتی نہ تھا۔ جیسا کہ ان عظیم معرکوں کا دستور ہے جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیاری کر کے شامل ہوئے جیسا کہ معرکہ اُحد ہے، بلکہ آپ نے اس موقعہ پر فوج کو پکارا جو صرف ترغیب کے قائم مقام تھی۔ آپ نے اس پکار میں فرمایا.. یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں ان کے اموال ہیں اس کی طرف جاؤ۔ شاید اللہ تعالیٰ اس سے تمھیں غنیمت دے یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ معرکہ بدر میں شمولیت اختیار کرنے سے پیچھے رہ گئے کیونکہ کسی مسلمان کو مدینہ سے نکلتے وقت اس کے وقوع کی توقع ہی نہ تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیچھے رہنے والے مسلمانوں میں سے کسی پر ناراض نہ ہوئے بلکہ آپ نے فوج کے ساتھ نکلنے پر کسی کو ترغیب بھی نہ دی بلکہ اس معاملے کو صرف رغبت اور اختیار پر چھوڑ دیا۔

اور یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر ان لوگوں کو جو قافلے کے مقابلہ کے لیے نکلنے والی فوج میں شامل نہیں ہوئے تھے، معلوم ہوتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں کسی فوج کے ساتھ زبردست مقابلہ کریں گے تو ان میں سے ہتھیار اٹھانے کی طاقت رکھنے والا کوئی شخص پیچھے نہ رہتا۔ لیکن انھیں یقین تھا کہ قافلے کا پیچھا کرنے سے سخت مقابلہ نہ ہوگا بلکہ متوقع یہ تھا کہ قافلے کے محافظ جو چالیس سواروں سے زیادہ نہ تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کو جو تین سو جانبازوں سے کم نہ تھی، دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے، یہی وجہ ہے کہ فوج سے پیچھے رہنے والے پیچھے رہ گئے اس حقیقت کو اسید بن الحضیر نے بیان کیا ہے جو انصار کے

سرداروں میں سے ایک سردار ہیں۔ انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معذرت کرتے ہوئے عرض کیا... جب آپ الروحاء میں حضور علیہ السلام کو فتح کی مبارکباد دے رہے تھے... یا رسول اللہ! قسم بخدا! اگر مجھے خیال ہوتا کہ آپ دشمن سے جنگ کریں گے تو میں بدر سے پیچھے نہیں رہ سکتا تھا بلکہ میں نے خیال کیا کہ وہ ایک قافلہ ہے۔ اگر مجھے خیال ہوتا کہ وہ دشمن ہے تو میں پیچھے نہ رہتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے بدھ کے روز ۱۲ رمضان سنہ ۲ھ کو نکلے۔

امیر مدینہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے ابن ام مکتوم کو مقرر کیا اور مدینہ کی امارت ابو لبابہ کے سپرد کی۔ آپ نے انھیں بدر کی فوج میں

---

[1] اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک انصاری اشہلی۔ جو اسلام کے سابقون بالاولین میں سے ہیں۔ جب عقبہ ثانیہ میں بیعت ہوئے اس میں آپ نقیب تھے اور بخاری میں ہے ایک مطالع اور صاحب شرف سردار تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انصار میں تین آدمی ایسے ہیں جن سے فضیلت میں کوئی آدمی نہیں بڑھ سکتا اور وہ سارے بنی عبدالاشہل میں سے ہیں۔ سعد بن معاذ، اسید بن الحضیر اور عباد بن بشر۔ اسید اُحد میں شامل ہوئے تھے اور شکست کے بعد ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے۔ اس معرکہ میں آپ کو سات زخم لگے۔ آپ کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی۔

[2] ابو لبابہ کا نام رفاعہ بن عبدالمنذر اوسی انصاری ہے۔ آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے اور اس کے بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے ساتھ انھیں معاف فرما دیا۔ آپ فتح مکہ میں شامل ہوئے۔ آپ کے پاس اپنی قوم بنو عمرو بن عوف کا جھنڈا تھا۔ آپ کی وفات حضرت علی کی خلافت میں ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ آپ ۵۰ھ کے بعد تک زندہ رہے۔

شامل ہونے سے معافی دینے کے بعد الروحاء میں ان کی عیادت کی۔

کمانوں کی تقسیم

مدینہ سے فوج کی روانگی کے وقت آپ نے عام کمان کا جھنڈا (جو خود آپ کے پاس تھا) مصعب بن عمیر قرشی کے سپرد کیا اور یہ جھنڈا سفید تھا، آپ نے اپنی فوج کو دو دستوں میں تقسیم کیا اور یہ تقسیم قبائلی بنیاد پر ہوئی، مہاجرین کا دستہ انصار کے دستہ سے الگ تھا، مہاجرین کے دستے کا جھنڈا آپ نے حضرت علیؓ[1] کو اور انصار کے دستے کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذؓ[2] کو دیا اور ان دونوں کی اعلیٰ کمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی کیونکہ آپ فوج کے سالار اعلیٰ تھے۔ فوج کے میمنہ کی کمان آپ نے حضرت زبیر بن العوام کو دی اور میسرہ کی مقداد بن عمرو کو، اور مدنی فوج میں صرف یہی دو سوار تھے اور ساقہ (پچھلے حصے) کی کمان آپ نے قیس بن ابی صعصعہ کو دی۔

مدنی فوج کی طاقت

مدنی فوج تین سو سترہ جوانوں پر مشتمل تھی جن میں سے ۲۳۱ انصار تھے، ۱۷۰ خزرج سے تھے اور ۶۱

---

[1] علی بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں اور تعریف سے بے نیاز ہیں۔ آپ چوتھے خلیفہ راشد اور فاطمہ بتول کے خاوند اور سب سے پہلے اسلام لانے والے اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور بڑی صفات کے شہسوار اور جری فداکار ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شامل ہوئے۔ جب فتنہ نے امت اسلامیہ پر اپنا تسلط کر لیا تو آپ خلیفہ بنے۔ آپ عدل و صفت اور پاکیزگی کا نمونہ تھے۔ آپ کو لعین عبدالرحمن ابن ملجم نے ۱۷ رمضان ۴۰ھ کی شب کو دھوکے سے قتل کیا۔ [2] سعد بن معاذ بن نعمان انصاری، اوسی جاہلیت اور اسلام میں اوس کے سردار تھے۔ یہ وہ شخص ہیں جن کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت پر فرمایا "سعد کی موت سے عرش بھی لرز گیا ہے"۔ آپ جنگ خندق میں زخمی ہوئے اور اسی زخم سے ایک ماہ بعد ۵ھ میں فوت ہوئے۔

وں سے تھے اور مہاجرین سے ۸۶ آدمی تھے[1]

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان مہاجرین میں ہم قریشی خاندان کے سوا اور کوئی شامل نہ تھا۔ بنی ہاشم میں سے تین، بنی مطلب میں سے چار، اور بنی عبد شمس سے ایک اور بنی عبد العزیٰ سے ایک، اور بنی عبد الدار سے دو، اور بنی زہرہ سے تین اور بنی تیم سے ایک اور بنی مخزوم سے تین اور بنی عدی سے چار اور بنی جمح سے پانچ، اور بنی سہم سے ایک اور بنی عامر سے پانچ اور بنی حارث سے چھ۔ باقی ۵۴ آدمی غلاموں اور حلیفوں میں سے تھے۔ غلام بارہ تھے جن میں سے چار عربی اور آٹھ عجمی تھے۔ غیر قریشی عرب حلیف ۴۲ تھے۔

اس فوج کے پاس کل سواریاں ستر اونٹ اور فقط دو گھوڑے تھے جن میں ایک گھوڑا مقداد بن اسود اور دوسرا زبیر بن العوام کے پاس تھا۔

سالار و سپاہی کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا

فوج کے افراد نے [illegible] کے ساتھ باری باری ستر اونٹوں پر سوار ہوتے تھے۔ ہر اونٹ کے لیے افراد مقرر کیے ہوئے تھے جن پر وہ باری باری بدل کر سوار ہوتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مرثد بن ابی مرثد اور علی بن ابی طالب باری باری ایک اونٹ پر رہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

---

[1] مورخین نے ان لوگوں کو بھی شامل کیا ہے جو شریک نہ ہو سکے تھے۔ عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، سعید بن زید اسی طرح وہ اصحاب تھے جو جنگ سے شدید مجبوری میں غائب ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ انھیں بھی مجاہدین شمار کیا جائے۔ ان کا اجر ملے گا۔ آپ نے ان کا حصہ نکال کر رکھ دیا اور اس طرح انکا اس وجہ سے وہ بدریوں میں شمار ہوئے اگرچہ وہ بدر میں شامل نہیں تھے۔

[2] [illegible] بن زید [illegible] حضرت قیس بن [illegible] سے تھے۔ [illegible] غزوات میں شہید ہوئے۔

دونوں ساتھیوں ابن ابی طالب اور مرثد بن ابی مرثد سے اپیل کی کہ وہ اپنے اپنے حصے کے مطابق اونٹ پر سواری کریں۔ ان دونوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کی طرف سے بھی پیدل چلیں گے، آپ نے فرمایا "تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو۔ اور نہ ہی میں تمہاری طرح اجر سے بے نیاز ہوں" اور آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا حصہ بھی تم میں سے ہر ایک کے مطابق ہوگا۔

نبوی انٹیلی جنس

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں اتارنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ کام فوج کی حرکت کو مخفی رکھنے کے لیے کیا۔ کیونکہ اونٹوں کے چلنے سے گھنٹیوں سے جو آواز نکلتی ہے جس سے دشمن کو فوج کی جگہ معلوم کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اس وجہ سے واللہ اعلم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھنٹیوں کو اونٹوں کی گردنوں سے اتارنے کا حکم دیا۔ جنگی حالات کا عام دستور ہے اور ان حالات کا تقاضا ہوتا ہے کہ احتیاط اختیار کی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے قافلے کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے جاسوس بھیجے۔

موجودہ دور میں انہیں انٹیلی جنس یا حالات معلوم کرنے کے آلات کہا جاتا ہے۔ انٹیلی جنس کے آدمی فوج کے آگے ادھر اُدھر پھیل جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک بسبس بن عمرو جہنی اور دوسرا عدی بن ابی الزغباء تھا۔ یہ دونوں پہلے شخص ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جانب ابوسفیان کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔

بدر کا راستہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے بدر کی طرف مدینہ کے نقبے کے راستے چلے پھر عقیق پھر ذوالحلیفہ پھر اولات الجیش پھر تربان پھر ملل پھر غمیس الحمام پھر صخیرات الیمام پھر سیالہ پھر فج الروحاء پھر شنوکہ

گئے۔ پھر الروحاء کو چھوڑتے وقت آپ نے مکہ کے راستے کو بائیں جانب چھوڑ دیا۔ پھر آپ دائیں جانب نازیہ کی طرف بدر جانے کے لیے مڑ گئے۔ جب آپ نازیہ اور مضیق الصفراء کے درمیان وادی رحقان میں پہنچے تو اس سے سیدھے ہو گئے۔ پھر آپ نے وادی صفراء کو بائیں جانب چھوڑ دیا اور دائیں جانب وادی ذفران میں پہنچ گئے۔ اس وادی سے نکلتے وقت آپ کو کفار کی فوج کے خروج کی اطلاع ملی کہ وہ جنگ کی طرف آ رہی ہے۔ وادی ذفران سے نکلنے کے بعد آپ ثنایا پر چلے، جسے اصافر کہتے ہیں پھر آپ وہاں سے بدر کے قریب ایک شہر کی طرف گئے۔ جسے الدبہ کہتے ہیں اور آپ نے الحنان کو دائیں جانب چھوڑ دیا پھر بدر کے قریب اُتر گئے۔

ابوسفیان کا مکہ سے مدد طلب کرنا

ابو سفیان، جو قریشی قافلے کا سردار اول تھا، نہایت محتاط آدمی تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ مکہ کا راستہ خطرات سے گھرا ہوا ہے۔ اس لیے جونہی اس نے قدم شمال میں حجازی علاقے پر رکھے اس کے جاسوس اس کے آگے آگے خبریں معلوم کرنے کے لیے پھیل گئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے کیا کیا عسکری تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ابو سفیان کو زیادہ تجسس نہیں کرنا پڑا۔ اس کے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ قافلے کے مقابلے کے لیے نکل آئے ہیں اور انھوں نے اس پر حملہ کرنے کے لیے مدینہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس موقع پر ابو سفیان ششدر ہوا اور اس کے آگے خوفناک خطرہ منڈلانے لگا۔ لہٰذا اس نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ مکہ میں قریش کے لیڈروں کو اس خطرے کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے جو ان کے قافلے کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان سے اپیل کی جائے کہ وہ اس کو بچانے کے لیے جلدی کریں

اور انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں پڑنے سے بچائیں۔

استمداد کرنے والا کام کیا ابھی تھوڑی مدت ہی گزری تھی کہ ابوسفیان کا ایلچی ضمضم بن عمرو غفاری مکہ کے نشیب و نالے کی چوٹی پر اپنے اونٹ پر کھڑے ہوئے نمودار ہوا۔ اس نے اپنا پالان الٹا کیا ہوا تھا اور چادر پھاڑی ہوئی تھی اور بلند آواز سے پکار رہا تھا: اے گروہ قریش! جوڑا خشک ہو، تمہارے اموال ابوسفیان کے پاس ہیں، انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے روک لیا ہے۔ میرے خیال میں تم انہیں حاصل نہیں کر سکو گے۔ مدد مدد

اس عظیم خبر سے مکہ والے بے قرار ہو گئے اور اس کے فوراً بعد انہوں نے قافلے کو بچانے کے لیے ممکن حد تک جلد بازی سے طاقتور فوج تیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس فوج کی تیاری میں قریش کے تمام قبائل کے اموال اور آدمی شامل ہوئے اسی طرح قریش کے تمام زعماء اور لیڈر بھی سوائے ابولہب کے شامل ہوئے وہ کسی بیماری کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا اور اس کے عوض کرائے کا آدمی بھیجا گیا تھا، اور صفوان بن امیہ بھی اس میں شامل ہوا کیونکہ اس کا باپ اور بھائی بھی اس فوج میں شامل تھے۔

کنانہ کے قبائل بنی بکر کی الجھن فوج کی تیاری کے بعد زعمائے مکہ کو یاد آیا کہ ان کے اور کنانہ کے بنی بکر کے درمیان جنگ ہے۔ انہیں خدشہ ہوا کہیں یہ قبائل پیچھے سے ان پر حملہ کر دیں اور وہ دو آگوں کے درمیان پھنس جائیں۔ قریب تھا کہ یہ خیال انہیں قافلہ کو بچانے کے لیے روانگی سے روک دیتا مگر ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں ان کے سامنے آ گیا جو کنانہ کے اشراف میں سے تھا اور انہیں کہنے لگا کہ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ کنانہ تمہارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو

تمھیں ناگوار ہو رہی ہیں وہ جلدی سے نکل گئے۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ[1] میں بیان کیا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مفہوم ہے:-

> وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ[2]

مکی فوج کا مارچ

مکہ اپنی بیرونی ہزیمت کے بعد حرکت میں آگیا، پھر اپنے سرداروں کے ساتھ نکلا اور اس کے عوام کوہ آتش فشاں کی طرح جوش مار رہے تھے اور اس سے ایک بہت بڑی فوج نکلی جس کی تعداد تیرہ سو جانبازوں تک پہنچی ہوئی تھی ...... اس فوج نے نہایت سرعت کے ساتھ شمال کی طرف بدر کی جانب مارچ کیا اور قافلے کو مدنی فوج کے قبضے میں آنے سے قبل ہی بچانے کے ارادے سے نشیب و فراز کو پھلانگنے لگے۔ جب کہ چلتے ہوئے یہ وادیٔ عسفان گئے۔ پھر قدید پھر جحفہ پھر ابواء پھر بدر۔ ان کے پاس ساٹھ گھوڑے، چھ سو زرہیں اور بہت سے اونٹ تھے جن کی تعداد کسی نے نہیں لکھی۔

مکی فوج کو سرمایہ مہیا کرنے والے

مکی فوج کو خوراک اور اخراجات فراہم کرنے والے نو لیڈر تھے:-

۱ ابوجہل بن ہشام نے مکہ سے نکلتے وقت ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔

۲ امیہ بن خلف نے عسفان میں ان کے لیے نو اونٹ ذبح کیے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵۹

[2] الانفال: ۴۷، ۴۸

- سہیل بن عمرو نے قدید میں ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔
- شیبہ بن ربیعہ نے قدید کے قریب سمندر کے پانیوں پر ان کے لیے نو اونٹ ذبح کیے۔
- عتبہ بن ربیعہ نے جحفہ میں ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے
- حجاج کے بیٹوں نبیہ اور منبہ نے ابواء میں ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔
- عباس بن عبدالمطلب نے ابواء اور بدر کے درمیان ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔
- ابوالبختری بن ہشام نے بدر میں ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔

جب مکی فوج سرعت کے ساتھ بدر کی جانب مارچ کر رہی تھی، اس وقت ابوسفیان مسلسل مکہ کی جانب رواں دواں تھا حالانکہ اسے یقین تھا کہ جلد ہی اس کی امداد کو پہنچ جائے گا مگر وہ بڑی بیدار مغزی اور احتیاط سے ان تمام احتمالات کے پیش نظر منصوبے بنا رہا تھا جو اسے مکی فوج کے ساتھ ملنے سے قبل پیش آ سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ قریش کی مدد کی انتظار میں سو نہیں رہ سکا اور اس نے اپنی جاسوسانہ کارروائیوں میں اضافہ کر دیا اور مدنی فوج کے حالات کے معلوم کرنے کے لیے جو کچھ بھی اس کے مقدور میں تھا، اس نے کیا تاکہ اس کا مقابلہ کرنے اور اس کے قبضہ میں آنے سے بچ جائے۔ ابوسفیان نے بیدار مغزی اور احتیاط کے باوجود مکہ کی جانب جاتے ہوئے اس قدرتی اور عام راستہ کو تبدیل نہیں کیا، وہ قافلہ کے ساتھ شمال سے جنوب کی جانب بحیرہ کو اپنے بائیں ہاتھ چھوڑتے ہوئے بدر کی جانب چلتا رہا۔

نازک گھڑی ابوسفیان کے لیے بدر کے قریب وہ گھڑی بڑی نازک تھی جب وہ قافلہ سمیت مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والا تھا۔

قسمت سے اس کنویں پر اسے مجدی بن عمرو ملا۔ اس نے اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا میں نے کوئی ناپسندیدہ آدمی نہیں دیکھا۔ ہاں! میں نے دو سواروں کو اس ٹیلے کے پاس ٹھہرتے دیکھا تھا پھر انہوں نے اپنے مشکیزے سے پانی پیا اور چلتے بنے۔ یہ سن کر ابو سفیان نے دو آدمیوں کے اونٹوں کی فرودگاہ کی طرف جانے میں جلدی کی اور ان کی مینگنیاں اٹھائیں اور توڑیں۔ اس نے ان میں گٹھلیاں پائیں جو کھجور کی تھیں۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم! یہ یثرب کا چارہ ہے اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ دو آدمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں اور بلاشبہ ان کی فوج قافلے کے قریب ہے جو ابھی ان کے قبضے میں آنے والا ہے۔ وہ فوراً قافلے کی طرف لوٹ گیا اور اس کا منہ مغرب کی جانب ساحل کی طرف پھیر دیا۔ اس طرح قافلہ مدنی فوج کے قبضے میں آنے سے بچ گیا۔

مکی فوج اور قافلے کا بچاؤ

جب ابو سفیان کو قافلے کے بچاؤ کا یقین ہو گیا تو اس نے قریش کو جو ان کی طرف بڑھ رہی تھی اور انہیں مشورہ دیتے ہوئے اپیل کی کہ وہ فوج کے ساتھ مکہ واپس لوٹ جائیں۔ اس نے انہیں ایک پیغام بھیجا جو انہیں جحفہ میں ملا۔ اس میں اس نے کہا تم اپنے آدمیوں، اموال اور قافلے کو بچانے نکلے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا ہے پس واپس چلے جاؤ۔

لیکن ابوجہل نے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے دشمنوں میں سے تھا ابو سفیان کے مشورے کو رد کر دیا اور فوج کے بدر تک جانے پر اصرار کیا۔ اس نے غصے تکبر اور تعصب سے کہا خدا کی قسم! ہم واپس نہیں جائیں گے ہم بدر تک جائیں گے۔ وہاں تین دن ٹھہریں گے اور اونٹ ذبح کریں گے اور

کھانا کھلائیں گے اور شراب نوشی کریں گے اور گلوکارائیں ہمارے لیے گانے گائیں گی اور عرب ہمارے متعلق اور ہمارے مارچ کے متعلق اور ہماری فوج کے متعلق سنیں گے تو ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ چلو، چلو!

مکی فوج میں پہلا افتراق

ابو جہل نے کل قریش کے بدر تک جانے پر اصرار کیا حالانکہ قافلہ بچ گیا تھا، کہ یہ مارچ ایک عظیم عسکری مقابلہ ہوگا جس میں مکہ کی قوت نمایاں ہوگی اور قبائل عرب کے سامنے اس کی ہیبت چھا جائے گی۔ خصوصاً مکہ اور مدینہ کے درمیان بسنے والے زبردست قبائل میں ... جن کے علاقے سے یہ عظیم فوج گزرے گی۔ اس جیسی عظیم فوج عرب ممالک نے ظہور اسلام سے لے کر آج تک نہ دیکھی تھی۔

بزدلی میرے سر لگا دو

لیکن اخنس بن شریق ثقفی[1] نے ... جو بنی زہرہ کا حلیف تھا اور اس کا نام بنی زہرہ میں اپنے قبیلے کا سا تھا ... ابو جہل سے اس کی رائے پر معارضہ کیا اور اس نے بنی زہرہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے بنی زہرہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے اموال کو بچا لیا ہے
اور تمہارے ساتھی مخرمہ بن نوفل[2] کو بھی بچا لیا ہے۔ تم تو اس کے

---

[1] اخنس بن شریق بن وہب ثقفی، بنی زہرہ کا حلیف تھا اور بنی زہرہ کا سردار۔ مطلق اور مطاع تھا۔ اس کا نام اخنس اس لیے پڑا کیونکہ وہ قافلے کے بچ جانے کے بعد بنی زہرہ کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوا اور جنگ حنین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوا۔

[2] مخرمہ بن نوفل بن عبد مناف زہری۔ یہ قافلے کے ان تیس آدمیوں میں سے ایک تھا جن کے ذریعے ابو سفیان نے نجات پائی۔ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوا۔ اور ۱۱۵ سال کی عمر پا کر ۵۴ھ کو وفات پائی۔

مال کو بچانے نکلے تھے، بزدلی کو میرے ذمے لگا دو اور واپس لوٹ چلو۔ کیونکہ تمہیں کوئی ضرورت نہیں کہ مال کے علاوہ کسی چیز کے لیے نکلو۔ اس طرح نہ کرو جیسے یہ شخص (ابوجہل) کہتا ہے :

اخنس اپنی قوم میں بنی زہرا میں سردار اور مطاع تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کی اطاعت کی اور سب کے سب جحفہ سے واپس لوٹ گئے اور بدر میں ایک زہری بھی شامل نہیں ہوا اور وہ تقریباً تین سو جوان تھے۔

مسلمانوں کے لیے نازک مقام

کی فوج انتہائی فخر و تکبر کے ساتھ ابوجہل کی رائے کے مطابق، جس نے اسے ایسی بڑی شکست سے دوچار کیا جیسی شکست قریش نے اپنی طویل تاریخ میں نہیں دیکھی تھی، شمال کی جانب بڑھتی گئی۔

مسلمانوں کو بھی اطلاع مل گئی کہ ابوسفیان قافلہ سمیت بچ گیا۔ مگر قافلے کے بچ جانے سے اہم تر عظیم کی فوج کی مارچ کی تھی۔ جو قافلے کے بچ جانے کے باوجود بدر کی طرف مسلسل بڑھ رہی تھی، حالانکہ وہ صرف قافلے کو بچانے نکلی تھی بلاشبہ مشرک فوج کو اس حساس علاقے کے مقامات میں پھرتے چھوڑنے اور مکہ اور مدینہ کے زبردست قبائل کے درمیان اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے میں مدینہ کی مسلم جماعت کے لیے کھلا چیلنج تھا اور نیز قریش کے عسکری مقام اور اس کی سیاسی حکومت کے پیچھے زبردست مدد دینا اور نفوذ استحکام کو کرنا تھا، جو ان علاقوں میں پھیل رہا تھا جو ہجرت سے ان عسکری سرایا کی جولانگاہ تھے، جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلائے کلمۃ اللہ و کلمۃ کفر کی توہین کے لیے تیار کیا کرتے تھے۔ پس کل فوج کا مدنی فوج سے لڑے بغیر مکہ تک چلے جانا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ وہ جنگ کرنے سے پیچھے ہٹ گئے ہیں اور اگر یہ بات محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی فوج سے ٹکراؤ ہو گیا اس علاقے میں مسلمانوں کی ہیبت اور ان کی عسکری شہرت پر بہت برا اثر پڑے گا اور یہ بزدل ابوجہل کی حوصلہ افزائی کرے گی اور وہ جنگ کو مدینہ کی دیواروں تک لے جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے گھر میں جنگ کرے گا۔

اعلیٰ فوجی کمیٹی

اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اہم انقلابات کا حد درجہ اہتمام کیا۔ آپ کی بڑی خواہش تھی کہ ہر قیمت پر کی فوج سے باہر ہی جھڑپ ہو مگر باوجود اس کے کہ آپ اللہ کے نبی اور رسول تھے اور باوجود اس کے کہ آپ فوج کے سالار اعلیٰ تھے آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ اکیلے فیصلہ نہ کریں اور اپنی رائے کو ان اچانک عسکری انقلابات کے مقابلہ میں ترجیح نہ دیں اور اسلام کے شورائی اصول کے مطابق کام کریں (وشاورھم فی الامر) اس لیے آپ نے، ہمارے زمانے کی زبان کے مطابق، جلد ایک اعلیٰ فوجی کمیٹی کا اجلاس بلایا جس میں اپنی فوج کے سالاروں کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا تاکہ نئے اہم موقف کے مقابل میں آپ ان کے نقطہ نظر کو معلوم کر سکیں۔

موقف کی اہمیت

انقلابی موقف کا اس درجہ تک اہمیت اختیار کر جانا۔ دراصل چھوٹی سی مدنی فوج کا اچانک امتحان تھا جو اس قسم کے معرکے میں شامل ہونے کے لیے تیار نہ تھی۔ آغاز میں اس کے نکلنے کا مقصد قافلے پر قبضہ کرنا تھا جس کے محافظوں کی تعداد چالیس جانبازوں سے زیادہ نہ تھی اور یہ ایسی بات ہے جس کے لیے اتنی ہی تیاری کی ضرورت تھی جتنی اس فوج نے کی تھی لیکن یہ آسان سی بات اچانک طریقے سے پلٹ گئی! ہر معاملے میں بدل گئی جس نے مسلمانوں کو ایک دلدل میں پھنسا دیا۔ چالیس سوار اپنے قافلے کے ساتھ بچ گئے اور اس چھوٹی سی مدنی فوج نے اپنے آپ کو... قافلے کے

چالیس ہزار قنطول سے بچائے .... یہ پرجوش لشکر کے سامنے پا بلیہ فخر و تکبر ، اور تعلّی لیے آئی تھی ۔ اور اس میں عرب کے سردار اور شہسوار جمع تھے ، اور اس عظیم لشکر سے ٹکرانا مسلمانوں کے لیے لازم قرار دیتا تھا کہ وہ اس کے مقدمات و نتائج پر غور و فکر کریں اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اعلیٰ فوری فوجی کمیٹی کا اجلاس بلایا اور چاہا کہ آپ اس نازک وقت میں اپنی فوج کے سالاروں کی آراء کی حقیقت سے آگاہ ہوں

مکی فوج سے مڈبھیڑ پر سالاروں کا اتفاق لیکن جونہی یہ اجلاس منعقد ہوا[1] مہاجرین کے سالار بڑی جرأت سے مشرک کی فوج کے ساتھ الجھنے کے عزم کا اعلان کرنے لگے اور ان کے ایک سالار مقداد بن عمرو[2] نے اجلاس میں کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے کہا :

> " یا رسول اللہ ! آپ اللہ کی رہنمائی میں چلیے ، ہم آپ کے ساتھ ہیں
> خدا کی قسم ! ہم آپ کو وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ
> علیہ السلام سے کہی تھی (فاذہب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون)

---

[1] وادی ذفران سے مدنی فوج کے کوچ کے فوراً بعد سے قریب یہ اجلاس منعقد ہوا ۔

[2] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ عامری ، یعنی مقداد بن اسود کندی حضرمی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے باپ نے اپنی قوم میں ایک خون کیا تھا پس وہ حضر موت بھاگ گیا ! اور کندہ کا حلیف بن گیا اور ان کی ایک عورت سے شادی کر لی ، جس سے مقداد پیدا ہوئے ۔ جب مقداد بڑے ہوئے تو ان کے اور ابی شمر بن حجر کندی کے درمیان جھگڑا ہوا ، چنانچہ آپ نے اس کی ٹانگ پر تلوار ماری اور مکہ بھاگ گئے ، اور اسود بن عبد یغوث کے حلیف بن گئے ۔ اسود نے انہیں لے پالک بنا لیا اس لیے ان کو مقداد بن اسود کہتے ہیں اور یہ نام ان پر غالب آ گیا جب آیت ادعوہم لآبائہم اتری تو انہیں مقداد بن عمرو کہا جانے لگا ۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں ، آپ بڑے دلیر تھے ۔ آپ کی وفات ۳۳ھ میں ہوئی ۔

آپ اور آپ کا رب دونوں جا کر لڑیں، ہم آپ دونوں کے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں برک[1] الغماد تک لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ لڑتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا "بہت اچھا"۔

انصار کی آخری بات

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں مہاجرین کی رائے معلوم کر لی (اور وہ فوج میں اقلیت تھے) اور ابھی آپ نے انصار کے موقف کی حقیقت معلوم نہیں کی تھی جن کے کندھوں پر اس آنے والے معرکے کا بار تھا کیونکہ وہ اس فوج کی غالب اکثریت کے نمائندہ تھے اور معاہدہ عقبہ کی نصوص واضح طور پر ان کو مدینہ سے باہر جنگ کا پابند نہ کرتی تھیں کیونکہ اس کی ایک دفعہ میں بیان ہوا ہے کہ

"ہم مدینہ پہنچنے تک آپ کی ذمہ داری سے بری ہیں۔ جب آپ ان کے پاس پہنچ جائیں گے تو آپ ان کی ذمہ داری میں ہوں گے اور ہم آپ کی اپنی عورتوں اور بیٹوں کی طرح حفاظت کریں گے۔"

اس لیے آپ کو خدشہ تھا کہ کہیں انصار کی یہ رائے نہ ہو کہ وہ آپ کی اس آدمی کے خلاف مدد کریں گے جو آپ سے مدینہ میں لڑے گا۔ لہٰذا آپ نے مناسب سمجھا کہ آپ خاص طور پر آنے والے معرکے کے متعلق انصار کے موقف کی حقیقت کو معلوم کریں۔ آپ نے مہاجرین کے اتفاق کے بعد فرمایا: "لوگو! مجھے مشورہ دو۔" یعنی انصار مشورہ دیں۔ اس موقع پر انصار کے سردار اور ان کے جھنڈے کے سالار سعد بن معاذ نے اٹھ کر کہا:

---

[1] کہتے ہیں برک الغماد یمن کا انتہائی مقام ہے۔

"یا رسول اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ آپ چاہتے ہیں، ہم بات کریں؟"

آپ نے فرمایا "بیشک"۔

انصاری سالار سعد نے دشمن کی فوج کے ساتھ مڈبھیڑ کرنے پر عزمِ صادق اور مطلق موافقت کا اعلان کرتے ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے نیز ہم نے اس امر پر آپ کو سمع و اطاعت کا عہد دیا ہے۔ یا رسول اللہ! آپ نے جو ارادہ کیا ہے اسے پورا کیجیے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں اس سمندر میں گھسنے کو کہیں تو ہم آپ کے ساتھ اس میں گھس جائیں گے اور ہم میں سے ایک آدمی بھی باقی نہیں رہے گا اور ہم اس بات کو ناپسند نہیں کریں گے کہ آپ ہمارے ساتھ کل دشمن سے مقابلہ کریں۔ ہم جنگ میں بڑے استقلال سے قائم رہنے والے اور صحیح معنوں میں جنگ کرنے والے ہیں شاید اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعے آپ کو وہ بات دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ کی برکت سے ہمیں ساتھ لے کر چلیے۔"

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ وہ یقیناً شرک کی فوج کے ساتھ گتھ جانے میں صادق ہیں اور اس سے آپ ہشاش بشاش ہوگئے اور آپ نے فوری طور پر فوج کو بدر کی طرف مارچ کرنے کا حکم دے دیا۔

آپ نے فرمایا "چلو اور خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایک گروہ کا وعدہ کیا ہے۔ خدا کی قسم! میں لوگوں کے مرنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں"۔ پس فوج نے

بدر کے پانیوں کی طرف مارچ شروع کر دیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انٹیلی جنس کے ساتھ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے قریب اپنے اصحاب کے ساتھ اترے ... جہاں مکہ کا متکبر لشکر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا... تو آپ نے اپنے بعض اصحاب کے ساتھ، جیسا معزز سالار کے لیے شایان شان مثال قائم کرتے ہوئے، دشمن کی فوج کے حالات کو معلوم کرنے کے لیے جاسوسی کی کارروائی میں حصہ لیا، تاکہ آپ کو ذاتی طور پر اس فوج کی قوت کی حقیقت کا علم ہو اور یہ کہ وہ کس جگہ پر ہے۔

اسی اثنا میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک صحابی کے ساتھ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر مکہ کی چھاؤنی کے ارد گرد گھوم رہے تھے کہ آپ کا ایک عرب شیخ سے سامنا ہو گیا۔ آپ نے اس سے قریش کے متعلق پوچھنا چاہا مگر آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں شیخ کو میرے متعلق شبہ نہ ہو جائے اور وہ مجھے مسلمانوں کی فوج کا ایک آدمی نہ سمجھ لے۔ آپ نے زیادہ احتیاط اور رازداری کے پیش نظر بیک وقت اس سے قریش کی فوج اور مسلمانوں کی فوج کے متعلق سوال کیا۔ لیکن شیخ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جب تک تم دونوں مجھے یہ نہ بتاؤ کہ تم کن میں سے ہو میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا جب تو ہمیں بتا دے گا تو ہم بھی تجھے بتا دیں گے۔ شیخ نے کہا ایسا ہو گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ شیخ نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب فلاں دن نکلے ہیں۔ اگر مجھے خبر دینے والے نے سچ کہا ہے تو آج وہ فلاں جگہ پہنچ گئے ہوں گے (جس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج تھی) اور مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ قریش فلاں دن نکلے ہیں۔ اگر مجھے خبر دینے والے نے سچ کہا ہے تو وہ آج

فلاں جگہ ہوں گے (جس جگہ پر کل فوج تھی)، جب شیخ اپنی اطلاع سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا تم کن میں سے ہو؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہم پانی میں سے ہیں اور بغیر اس کے کہ شیخ کو معلوم ہو کہ آپ کون ہیں، آپ یعنی حضور دشمن کی فوج کی جگہ معلوم کر کے واپس آ گئے۔ یہ جنگی قانون ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے جس کے بموجب دشمن کے حالات کو ہر وسیلہ سے حاصل کرنا جائز ہے۔ خواہ اسے اپنی فوج اور اس کی سلامتی کے مفاد کے لیے ملمع سازی سے کام لینا پڑے۔

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج میں اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں واپس آ گئے اور آپ نے اسی روز شام کو از سر نو اپنے جاسوسوں کو بھیجا تاکہ وہ آپ کے لیے دشمن کی فوج کے حالات کا جائزہ لیں۔

آپ نے مہاجرین کے تین سالاروں، علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام[1] اور سعد بن ابی وقاص[2] کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بدر کے پانی پر بھیجا تاکہ وہ

---

[1] زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ۔ تعریف سے بے نیاز ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی ماں صفیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ جب آپ کو پتہ چلا کہ حضرت علی کے متعلق آپ کا موقف درست نہیں تو آپ جنگ ترک کر کے باہر نکلے تو جنگ جمل میں آپ کو قتل کر دیا گیا۔ آپ کو عمرو بن جرموز نے دھوکے سے وادی السباع میں قتل کیا۔ آپ کے قتل کا واقعہ ۳۶ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۴ یا ۶۰ سال تھی۔

[2] سعد بن مالک بن وہیب زہری۔ تعریف سے بے نیاز ہیں۔ آپ اسلام قبول کرنے والے سب سے پہلے آدمیوں میں ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ نہایت متقی اور دعا کے قبول ہونے والے تھے۔ فتنوں سے الگ رہے اور حضرت عثمان کے قتل کے بعد فتنوں میں سے کسی کے ساتھ ہو کر نہ لڑے۔ آپ کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی۔ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

دشمن کے مزید حالات معلوم کریں

کی فوج کے متعلق اہم معلومات کی فراہمی

انھوں نے بدر کے پانی پر دو نوجوانوں کو پانی بھرتے دیکھا جو مشرکین کی فوج کے تابع تھے۔ یہ ان کو اپنی پڑاؤ میں لے آئے۔ جہاں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جواب طلبی کی اور ان سے وہ باتیں معلوم کیں جو ایک سالار فوج، دشمن کی فوج کے متعلق معلوم کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جوانوں سے کی فوج کی جگہ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو دور کنارے پر نظر آرہا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کتنے آدمی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، بہت ہیں۔ آپ نے پوچھا، ان کا سامان جنگ کتنا ہے؟ انھوں نے جواب دیا، ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے پوچھا: وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، کسی دن نو، کسی دن دس۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا، وہ لوگ نو سو سے ایک ہزار کے درمیان ہیں۔ پھر آپ نے دونوں سے پوچھا کہ فوج میں مکہ کے لیڈروں اور اشراف میں سے کون کون شامل ہے؟ تو انھوں نے آپ کو بتایا کہ لیڈروں میں سے عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی شیبہ اور ابوجہل بن ہشام اور ابوالبختری بن ہشام اور امیہ بن خلف ہیں۔ اور اشراف میں سے عباس بن عبدالمطلب[1]، سہیل بن عمرو اور حجاج کے بیٹے نبیہ اور منبہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس موقع پر رسول کریم

---

[1] عباس بن عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے آپ سے دو سال بڑے تھے۔ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ مجبوراً شامل ہوئے اور قید ہو گئے۔ آپ ہی کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے عباس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ قبل اسلام لائے اور ہجرت کی۔ وہ فتح مکہ میں شامل ہوئے اور حنین میں جب کہ جنگ میں مسلمانوں کی شکست پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ مدینہ میں ۳۲ھ کو فوت ہوئے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی فوج کی قوت اور مقام کا یقینی علم حاصل ہوا تو آپ نے اپنی فوج کے سالاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"مکہ نے تمہاری طرف اپنے جگر گوشے پھینک دیئے ہیں" (یعنی کی فوج میں شامل ہونے والے لیڈر اور اشراف)

صحیح شوریٰ کا نمونہ

۱۷ رمضان المبارک سنہ ۲ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مارچ کیا تاکہ آپ بدر کے پانی پر مشرکین سے پہلے پہنچ جائیں اور انھیں اس پانی پر قبضہ نہ کرنے دیں۔ اس مارچ کے دوران ایک واقعہ رونما ہوا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمہوریت نمایاں ہوئی (اگر یہ تعبیر صحیح ہو تو) آپ فوج کے ساتھ بدر کے ایک پانی پر فروکش ہوئے۔ ایک سالار نے دیکھا کہ اس جگہ پر اترنا جنگی مصلحت کے خلاف ہے۔ یہ سالار حباب[1] بن منذر انصاری تھے۔ انھوں نے ایک فوجی ماہر کی طرح مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس جگہ کو دیکھا ہے۔ کیا اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم کوئی پیش و پس نہیں کریں گے، یا رائے، جنگ اور تدبیر کے تحت یہاں اترے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ رائے، جنگ اور تدبیر کے تحت اترا ہوں۔ تو فوجی ماہر حباب نے کہا: یا رسول اللہ! یہ پڑاؤ کرنے کی جگہ نہیں، لوگوں کو یہاں سے لے چلیے تاکہ ہم دشمن کے قریب ترین پانی پر اتریں۔ پھر ہم اس کے پیچھے کے کنویں خراب کر دیں گے پھر اس پر حوض بنا کر اسے پانی سے بھر دیں گے پھر ہم

---

[1] حباب بن منذر بن الجموح خزرجی انصاری تھے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سقیفہ کے روز کہا تھا میں گھسا ہوا ستون اور کھجور کے پھل کا ٹیک ہوں۔ آپ کی وفات حضرت عمر کی خلافت میں ہوئی۔ آپ پچاس سال سے اوپر کے تھے۔

لوگوں سے لڑیں گے اور پانی پئیں گے اور وہ پانی نہیں پی سکیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اچھا مشورہ دیا ہے اور آپ فوج لے کر چل پڑے جب دشمن کے قریب ترین پانی پر آئے تو وہاں اتر پڑے پھر آپ نے کنوؤں کو خراب کرنے کا حکم دے دیا۔ حباب رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق پھر آپ جس کنوئیں پر اترے اس پر آپ نے حوض بنایا اور اسے پانی سے بھر دیا۔

دشمن کی فوج میں جاسوسی

قریش نے وادی کے پرلے کنارے پر اپنے پڑاؤ میں متمکن ہونے کے بعد مدنی فوج کے اردگرد اس کی حقیقت اور قوت کا اندازہ معلوم کرنے کے لیے اپنے جاسوس بھیجے۔ پس ان کی فوج کا ایک جاسوس عمیر بن وہب[1] مدنی فوج کے اردگرد گھومنے لگا۔ پھر وہ قریش کو بتانے کے لیے واپس آیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کم و بیش تین سو جانبازوں پر مشتمل ہے۔ پھر اس نے مسلمانوں کی فوج کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا تاکہ معلوم کرے کہ وہاں کوئی فوج گھات میں نہ ہو جو مسلمانوں کی غلبے میں حمایت کرے یا جنگ کے وقت ان کی مدد کرے لیکن وہ واپس آ گیا اور قریش کو اطمینان ہو گیا کہ مسلمانوں کی کوئی فوج گھات میں نہیں ہے۔

مصیبتیں موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں

مگر اس نے ایک قریشی ماہر کی طرح مکہ کے لیڈروں کو مشورہ دیا اور انہیں انتباہ کرتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جوانوں کے اوصاف

---

[1] عمیر بن وہب بن خلف الجمحی القرشی، یہ قریش کے شیطانوں میں سے تھا۔ جنگ بدر کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے مدینہ گیا اور اللہ نے اسے اسلام کی ہدایت دے دی۔ پھر وہ اسلام کے بہترین داعیوں اور انصار میں سے بن گیا۔

بیان کرتے ہوئے کہنے لگا:

میں نے مصیبتوں کو دیکھا ہے، موت لئے ہوئے دیکھی ہے ... یثرب کے اونٹ ناگزیر موت اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کی تلواروں کے سوا کوئی پناہ نہیں۔ خدا کی قسم! ان میں سے کوئی آدمی اس وقت تک قتل نہ ہوگا جب تک وہ تم میں سے کسی آدمی کو قتل نہ کرلے پس جب وہ تم میں سے اپنے جتنوں کو قتل کرلیں گے تو اس کے بعد زندگی میں کیا بھلائی ہوگی؟ پس اپنی رائے دیکھ لو۔

مکی فوج میں دوسرا افتراق

اسی بحث کے بیچ عمیر بن وہب کی بات کے ساتھ ہی ابوجہل کے خلاف ایک دوسرا جھگڑا ہوا جو اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ فوج بغیر جنگ کے مکہ واپس چلی جائے۔ یہ معاملہ اسی قسم کا تھا جس کی قیادت ابوجہل کے خلاف اخنس بن شریق نے پہلے سے کی تھی اور اس سے پہلے ہی اپنے قبیلہ بنی زہرہ کے ساتھ مکہ واپس آگیا تھا۔ اس دوسری مرتبہ کی قیادت عتبہ بن ربیعہ نے کی جو بنی عبد شمس کا سردار تھا۔ اس کی مدد حکیم بن حزام نے کی۔ عتبہ نے ایک دو قتل ہونے والے اس معاہد کی دیت کی ذمہ داری لے کر فوج سے منت طلب کی کہ بغیر جنگ کے واپس لوٹ جائے۔ حکیم بن حزام نے اس معاملہ کی تائید کے لئے مکی فوج کے سالاروں کے درمیان دوڑ دھوپ بھی کی۔

له حکیم بن حزام بن خویلد بن [illegible] ... ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھتیجے ہیں۔ آپ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ ابتدا [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور بہتر [illegible] فوت ہوئے۔

قریش کا بڑا آدمی اور سردار ہے

پھر حکیم بن حزام عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا [illegible] دونوں صفوں کے درمیان پہلا مقابلہ ہونے سے پہلے [illegible] اور کہا: ابو الولید! آپ قریش کے بڑے آدمی اور مطاع سردار ہیں کیا آپ چاہتے ہیں ایسی بات جس کے ذریعے آپ ہمیشہ یاد کیا جائے؟ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ حکیم نے کہا لوگوں کو واپس لے جاؤ اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی[۱] کے معاملے کا بوجھ اٹھا لو۔ عتبہ نے کہا میں نے ایسا کر دیا۔ تم اس کے ضامن رہو۔ وہ میرا حلیف ہے، میں اس کی دیت اور اس کے مال کو جو نقصان پہنچا ہے وہ پورا کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ پھر عتبہ نے حکیم سے [illegible] کہا [illegible] اپنے آپ کو فوج کا سالار بنایا ہوا ہے [illegible] اس کی مخالفت سے ڈرتا ہے۔ اس نے کہا ابو جہل کے پاس جاؤ۔ مجھے اس بات سے نہیں ڈر کہ لوگوں کے معاملے میں اس کے سوا کوئی دوسرا آدمی خلل ڈالے گا۔

مکی فوج میں عتبہ کی تقریر

پھر عتبہ بن ربیعہ نے فوج میں کھڑے ہو کر تقریر کی [illegible] اور بغیر جنگ کے واپس جانے کی دعوت دیتے ہوئے کہا:

اے گروہ قریش! خدا کی قسم تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے مقابلہ کر کے کچھ نہیں کرو گے۔ خدا کی قسم اگر تم نے انہیں مار دیا تو ہمیشہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو ناپسندیدہ نظر سے دیکھے گا۔ کیونکہ اس نے اس کے چچا زاد یا خالہ زاد یا اس کے قبیلے کے کسی آدمی کو قتل کیا ہوگا۔ لہٰذا پلٹ جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر عرب

---

[۱] عمرو وہ شخص ہے جسے [illegible] رجب [illegible] عبد اللہ بن جحش کے سریہ میں قتل کیا تھا۔ [illegible] ابو جہل کی ماں کا [illegible] نسب تھا۔

چھوڑ دو۔ اگر لوگوں نے اسے مار دیا تو تمھاری خواہش پوری ہو جائے گی اور اگر کوئی دوسری بات ہوئی تو وہ تمھیں پالے گا۔ تم اس سے پوچھ لینا۔"

سُرخ اونٹ کا سوار

عتبہ بن ربیعہ کی مصالحانہ کوشش، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی مصداق ہے جسے آپ نے کی فوج کو دیکھتے وقت فرمایا کہ ..... "اگر ان لوگوں میں کوئی بھی بھلائی ہے تو سرخ اونٹ کے سوار میں ہے۔ اگر وہ اس کی اطاعت کریں گے تو راہِ راست پر آجائیں گے۔" اور سرخ اونٹ کا سوار عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا جو یہ مصالحانہ کوشش کر رہا تھا۔

ابوجہل کی شورش

لیکن ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ کی مصالحانہ دعوت کو سمجھے بغیر ہی غصے سے بھڑک اٹھا پھر اس نے عتبہ پر بزدلی اور اس کے بیٹے کے قتل ہو جانے کے خوف کا اتہام لگایا اور اس نے حکیم بن حزام سے جو عتبہ کا ایلچی تھا، کہا خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اصحاب کو دیکھتے ہی اس کا پھیپھڑا پھول گیا ہے یعنی اسے سخت گھبراہٹ اور خوف لاحق ہے، خدا کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ عتبہ کو کیا ہو گیا ہے جو اس نے یہ بات کہی ہے۔ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اونٹوں کا کھاجا سمجھا ہے اور ان میں اس کا بیٹا بھی ہے وہ اس کے بارے میں ڈرتا ہے۔ وابو حذیفہ بن عتبہ مسلمانوں کی فوج میں موجود تھا کیونکہ وہ اسلام میں سابقون الاولون میں سے تھا۔ پھر ابوجہل کے غصے میں اضافہ ہو گیا اور اس نے شدت سے بڑھی ہوئی دھڑے بندی میں اپنی تلوار

سرزنش کی اور اسے اپنے گھوڑے کی پشت پر ... ایماء بن رحضہ الغفاری نے اس کے چہرے میں شر دیکھ کر کہا: یہ بہت بد فال ہے۔
اور جب عتبہ کو ابوجہل کی اس بات کی اطلاع ملی کہ بزدلی کی وجہ سے اس کا پھیپھڑا پھول گیا ہے تو اس نے کہا عنقریب اسے معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھولا ہے۔ میرا یا اس کا؟ اس طرح ارادۂ الٰہی کے مطابق، اوچھا پن، حکمت اور غور و فکر پر غالب آگیا اور سرخ اونٹ والے کا معارضہ ناکام ہو گیا اور ابوجہل کی رائے غالب آگئی اور اس نے مکی فوج کو مدنی فوج سے جنگ کرنے پر آمادہ کر لیا۔

ابوجہل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ سخت سب سے زیادہ کینہ، بغض و حسد رکھتا تھا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے بچ کر نکل آنے اور مشرکین کے تسلط میں نہ آنے کی وجہ سے غصے سے جلا جا رہا تھا۔ در حقیقت وہ اسے شکست کی گھڑی سمجھتا تھا جس پر دار الندوہ کے ممبروں نے اتفاق کیا تھا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ آپ کو مکہ سے نکلنے سے قبل قتل کر دیا جائے۔ لہذا اس نے دونوں فوجوں کے متقابل ہونے ... تعداد اور تیاری کے تفاوت کے باوجود ... ایک سنہری موقع تصور کیا کہ شاید جنگ میں مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے سے اسے وہ بات حاصل ہو جائے جو اس کی آتش انتقام کو سرد کر سکے

---

[1] ایماء بن رحضہ الغفاری نے مکی فوج کو دس اونٹ ہدیے بھیجے تھے جنہیں انہوں نے ذبح کیا پھر اس نے اپنے بیٹے کو بھیجا انہیں اطلاع دی کہ وہ قبیلہ رشتہ داری کی مدد کرنے کو تیار ہے اور انہیں ہتھیار دینے کے لئے تیار ہے۔ اس نے کہا اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری ہتھیاروں اور آدمیوں سے مدد کریں تو ہم کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے کہنے لگے ہم لوگوں سے لڑتے ہیں تو ان سے کمزور نہیں ہیں اور اگر ہم اللہ سے جنگ کرتے ہیں جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے تو کسی کو اللہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

اس نے ان تمام کوششوں کے برخلاف جو قریش نے جنگ سے بچنے کے لیے کیں، معرکہ آرائی کا فیصلہ کر لیا۔

ابوجہل اور اخنس بن شریق

حالانکہ ابوجہل کو معلوم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بولتے مگر حسد یا کینہ نے آپ سے جنگ کی ٹھان لی اور اس کی رعونت اسے اس کے مقتل میں لے آئی۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اخنس بن شریق نے ... جو بنو زہرہ کے حلیف تھے بنی زہرہ کے ساتھ واپس آ گیا تھا ... ابوجہل سے علیحدگی میں ملاقات کی اور اس سے کہا ابوالحکم! کیا تمہارے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے ہیں؟ ابوجہل نے کہا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے جبکہ ہم اسے امین کا نام دیتے ہیں کیونکہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، مگر جب بنی عبد مناف میں سقایہ، رفادہ، حجابہ اور مشورہ اکٹھے ہو جائیں اور پھر ان میں نبوت بھی آ جائے تو ہمارے لیے کیا باقی رہ گیا؟

نہ قافلے میں نہ جنگ میں

کہتے ہیں کہ اس موقع پر اخنس بن شریق بنی زہرہ کے ساتھ کی فوج سے الگ ہو کر ان کے ساتھ واپس آ گیا اور ان میں سے کوئی آدمی بھی بدر میں شریک نہ ہوا اور وہ تین سو لوگ تھے اور یہ بنی زہرہ وہ ہیں جن کے متعلق ابوسفیان نے یہ بات کہی تھی جو مثال بن گئی کہ اے بنی زہرہ نہ قافلے میں نہ جنگ میں۔ اس لیے کہ ان میں سے کوئی شخص بھی نہ معرکہ بدر میں شامل ہوا اور نہ اس قافلے میں جو معرکے کا سبب بنا تھا اور ابوسفیان قریش سے جا ملا اور قافلے کو بچا کر معرکہ بدر میں آ شامل ہوا اور جنگ کے زخمیوں میں سے ایک تھا۔

ابوجہل کا جنگ کے لیے جلدی کرنا

ابوجہل نے مخالفت کے لیڈروں عتبہ اور حکیم کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے جلدی کی اس طرح

مکی اور مدنی فوجوں کی مصالحت اور عداوت کے شدید جذبات کے خلاف پڑا کھٹکا کیا بلکہ اسے خوف ہے کہ قریش میں کوئی اور معاملہ نہ کھڑا ہو جائے اس کے شیطان نے اسے جلد معرکہ کرنے کی طرف دھکیل دیا تاکہ لوگوں کے لیے اس واقعہ کو دیکھ کر معرکہ میں حصہ لیے بغیر واپس ہونا مشکل ہو جائے۔ اس نے مدنی فوج سے صلح کرنے اور بغیر جنگ کیے مکہ کی طرف جانے کی ساری باتیں وضاحت سے سننے کے بعد عامر بن حضرمی کو بلایا جس کے بھائی کو مسلمانوں نے سریہ عبداللہ بن جحش میں قتل کیا تھا اور اس سے اپیل کی کہ وہ قریش میں کھڑے ہو کر اپنے بھائی کا اس کے مسلمان قاتلوں سے بدلہ لینے کے لیے اور اپنے حلیف کی عار کو مٹانے کے لیے ان کی ہمت بڑھائے۔

ابن حضرمی کا آگ بھڑکانا

ابوجہل نے کہا: ابن حضرمی یہ تیرا حلیف ہے یعنی عتبہ بن ربیعہ ... یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ واپس لوٹ جائے حالانکہ تو اپنا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پس اٹھ اور اپنے عہد اور اپنے بھائی کے قتل کے متعلق درخواست کر۔

اور قریش کے سرکش کا خیال پیدا ہو ورنہ شیطان نے ابن حضرمی کے منہ میں پھونک ماری اور وہ بلند آواز سے اعانت رسانی کی فوج میں پکارنے لگا واعمراہ ... جاہلیت کے قانون میں یہ ایک کلمہ ہی جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیے کافی ہے۔ خصوصاً ان قوم کے کشیدہ حالات میں۔

امر واقعہ

اس موقع پر جاہلی غیرت، مکہ کی رگوں میں جوش سے بھر گیا اور ان کے جذبات سے کفر پر افروختہ ہو گیا اور وہ اس خونریز معرکہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ ڈٹ گیا۔ ابوجہل کی خواہش پوری ہو گئی۔ اس نے اپنی قوم کے دانشوروں کی مصالحانہ تجویز کو رد کر دیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

اور معرکہ کے قریب آنے کا اشتیاہ بڑھنے لگے اور لوگوں کو... حتیٰ کہ معارضہ کرنے والوں کو بھی... معرکہ میں شامل ہونے کے لیے ہتھیار اٹھانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کیونکہ ابوجہل نے اپنے اوچھے تصرفات سے انھیں امر واقعہ کے سامنے کر دیا اور معارضہ کے لیڈر... عتبہ بن ربیعہ نے اپنے ہتھیار مکمل کر کے ابوجہل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، عنقریب پتہ چل جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھولتا ہے میرا یا اس کا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے محافظ

مسلمان جب حباب بن منذر کی منتخب جگہ پر اکٹھے ہو گئے، تو انصار کے علمبردار سعد بن معاذ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تجویز پیش کی کہ مسلمان آپ کی کمان کا ہیڈ کوارٹر بنائیں۔ اور انصاری سالار نے... ہنگامی حالات کے لیے تیاری کرنے اور فتح سے قبل شکست کا اندازہ کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ اس کمان کا ہیڈ کوارٹر ایسی لائن پر ہو تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی فوج کی شکست کی صورت میں وہاں سے واپس ہو کر سلامتی کے ساتھ مدینہ پہنچ جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کا ہیڈ کوارٹر

سعد بن معاذ نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بیٹھنے کے لیے چھپر بنا دیں اور آپ کی سواریاں بھی آپ کے پاس تیار رکھیں پھر ہم دشمن سے دو دو ہاتھ کریں، اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے دشمن پر غلبہ دیا، تو یہ ہماری خواہش ہے اور اگر دوسری صورت ہو تو آپ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر ہماری قوم کے بقیہ لوگوں سے جا ملیں کیونکہ کچھ لوگ آپ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ یا نبی اللہ! ہم ان سے زیادہ آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر انھیں خیال ہوتا کہ آپ کو جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ کبھی آپ سے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ

ان کے ذریعے آپ کی حفاظت کرے گا۔ وہ آپ کے خیر خواہ ہوں گے اور آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور انصاری سالار کی بھلائی کے لیے دعا کی اور کمان کے ہیڈ کوارٹر کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ وہ ایک چھپر تھا جسے اسلامی فوج نے مناسب جگہ پر بنایا تھا اور وہ میدان جنگ کے شمال مشرق میں اونچائی پر واقع تھا اور میدان کا منظر وہاں سے نظر آتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے محافظین بھی مکمل ہو گئے اور اس پارٹی کا انتخاب انصاری نوجوانوں سے ہوا۔ جو سعد بن معاذ کی کمان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمین گاہ ہیڈ کوارٹر کے ارد گرد پہرہ دینے لگے۔

معرکے سے قبل ابوجہل کی دعا

قریش معرکہ کے لیے تیار ہو گئے اور ابو جہل لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے نکلا۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ابو جہل نے جنگ چھڑنے سے تھوڑا عرصہ پہلے اللہ سے دعا کی کہ۔

"اے اللہ! ہمارے بیچ رشتوں کو قطع کرے اور ہمیں وہ دے جسے ہم نہیں جانتے۔ پس کل اسے ہلاکت دے۔

اور مشرکوں نے مکہ سے بدر کی طرف آتے وقت کعبہ کے پردے پکڑ کر وہاں یہ دعا کی۔

"اے اللہ! دونوں گروہوں میں سے جو گروہ راہ راست پر ہو اعلیٰ اور معزز اور افضل دین والا ہے اس کی مدد کر۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور انھیں شکست دی اور اپنے رسول کی مدد کی اور مشرکین کی اس دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

[1] ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح۔

معرکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی فوج میں تقریر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب کو جنگ کے لیے تیار کرنے کے لیے نکلے اور آپ نے معرکہ سے تھوڑا عرصہ قبل ان میں ایک تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، جو شخص آج استقلال کے ساتھ، ثواب کی نیت سے آگے بڑھتے ہوئے اور پیٹھ نہ پھیرتے ہوئے لڑے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"[۱]

اس موقع پر سچے ایمان کے نمونے ظاہر ہوئے جس کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ عمیر بن الحمام، بنی سلمہ کا بھائی صف میں کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھاتا جا رہا تھا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنتے ہی ان کھجوروں کو یہ کہتے ہوئے پھینک دیا:۔

"آفریں ہے، میرے اور جنت کے درمیان صرف یہی بات ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔"[۲]

پھر اس نے اپنی تلوار لی اور لڑتا ہوا مشرکین میں گھس گیا، یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصاص کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا

اسی دوران میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کی صفیں درست کر رہے تھے، آپ سواد بن غزیہ کے

---

[۱] ایام العرب فی الاسلام ص ۱۹ [۲] عمیر بن الحمام بن الجموح الانصاری السلمی، یہ انصار میں قتل ہونے والے لوگوں میں سے پہلا شخص ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس معرکہ میں قتل ہونے والا پہلا شخص حضرت عمر بن الخطاب کا غلام مہجع ہے۔

پاس سے گزرے وہ صف سے باہر تھا۔ آپ نے اس کے پیٹ میں سوٹی چبھوئی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اور فرمایا: سواد سیدھے ہو جاؤ۔ اس موقع پر سواد نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احتجاج کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و عدل کے ساتھ بھیجا ہے۔ پھر اس نے آپ سے مطالبہ کیا کہ مجھے قصاص دیں۔ آپ قصاص دینے میں بالکل متردد نہ ہوئے۔ آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا تاکہ سواد آپ سے اپنا قصاص لے لے۔ آپ نے اسے فرمایا اپنا قصاص لو۔ یعنی جس طرح میں نے تجھے مارا ہے تم بھی مجھے مارو۔ مگر سواد جھک گئے اس لیے کہ قصاص کے طور پر آپ کے پیٹ میں سوٹی مارتا وہ اسے بوسے دینے لگ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد! اس بات پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ جنگ تیار ہے میں نے چاہا کہ میری اور آپ کی آخری ملاقات یہ ہو کہ میری جلد آپ کی جلد سے چھو جائے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھلائی کے لیے دعا کی۔

آخری گھڑی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں سیدھی کر لیے اور انھیں جنگ کے لیے تیار کرنے کے بعد اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ اس وقت تک جنگ کا آغاز نہ کریں جب تک انھیں آپ کی طرف سے آخری احکام نہ ملیں۔ آپ نے انھیں فرمایا۔ اگر دشمن تمھیں گھیرے تو انھیں تیروں سے ہٹاؤ۔

اس کے بعد آپ اپنی کمان سے ٹیک لگائے عریش واپس آگئے اور آپ کے ساتھ آپ کے امین مشیر صدیق اکبر[1] بھی تھے اور انصاری جوانوں کا محافظ دستہ سعد بن

---

[1] ابو بکر صدیق: آپ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو التیمی القرشی ہے۔ آپ تجارت سے زیادہ تجربہ تھے اور رسول اللہ کے خلیفہ اول ہیں عام الفیل کے دو سال بعد پیدا ہوئے مردوں میں سب سے پہلے

معاذ کی کمان میں آپ کی کمان کے ہیڈ کوارٹر پر کھڑا ہو گیا۔ پھر حالات کشیدہ ہو گئے اور موت کی دھڑکن سے معرکہ کی فضا خاکستری ہو گئی اور صفیں ایک دوسرے کے قریب ہونے لگیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے انجام سے خوف محسوس کرنے لگے۔ کیونکہ آپ دوسروں سے بڑھ کر اس قسم کے معرکے کے نتائج کا اندازہ کر سکتے تھے اور جانتے تھے کہ مسلمانوں کی شکست کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کو ہمیشہ کے لیے شکست ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کے حضور بڑی لجاجت سے یہ دعا کی کہ

> "اے اللہ! اگر تو نے اس گروہ ... یعنی مسلمانوں ... کو ہلاک کر دیا تو اس کے بعد زمین میں تیری پوجا نہیں ہو گی"

معرکے کا پہلا ایندھن

جب فریقین آمنے سامنے آ گئے اور دونوں مد مقابل صفیں رحمان کے حضور حاضر ہو گئے تو اس کے بعد صحابہ نے مالک ارض و سما، جو دعاؤں کو سننے والا اور مصیبتوں کو دور کرنے والا ہے، کے حضور گڑگڑا گڑگڑا کر ہر قسم کی دعائیں کیں۔

اور معرکے کا پہلا ایندھن مشرکین کا ایک جانباز اسود بن عبد الاسد مخزومی بنا۔ یہ شخص بڑا بد مزاج اور بد خلق تھا۔ اس نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے حوض سے ضرور پانی پیئے گا یا اسے گرا دے گا یا اس کے واسطے مر جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مشرکین کی صفوں کو توڑ کر مسلمانوں کو چیلنج کرتا ہوا حوض کی طرف اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے بڑھنے لگا لیکن حمزہ بن عبد المطلب نے جلدی سے

[illegible] سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپ کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص روئے زمین سے آزاد آدمی کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت سنبھالی اور جمادی الاولیٰ ۱۳ھ کو مدینہ کے اندر ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مسلمانوں کی صفوں سے نکل کر اسے روک لیا۔ حوض تک پہنچنے سے قبل ہی جلدی سے اسے ایسی تلوار ماری کہ اس کا پاؤں نصف تک کٹ گیا پھر بھی یہ اصرار اور غلو سے زانو کے بل بیٹھ گیا اور اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل حوض کی طرف بڑھنے لگا لیکن حضرت حمزہ[1] نے اسے دوسری ضرب لگائی جبکہ وہ حوض میں داخل ہونے والا تھا، یہ غزوی معرکے کا پہلا مقتول ہے اور اس کے قتل سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس کے بعد مشرکین کی صفوں میں سے ان کے تین بہترین جانباز شہسوار نکلے اور وہ ایک ہی خاندان سے تھے جو یہ تھے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ کا بیٹا ولید، اور یہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد عبدمناف کے بیٹے تھے۔

جب یہ تینوں سوار دونوں صفوں کے درمیان پہنچ گئے تو انھوں نے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی تو جلدی سے انصار کے تین جوان ان کے مقابلہ میں نکل گئے۔ اور وہ عوف اور معوذ تھے جو دونوں عفراء[2] کے بیٹے تھے اور عبداللہ بن رواحہ[3]۔

---

[1] حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ ان دونوں کو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ آپ بہت ہی بہادر تھے اور مسلمانوں کے سابقین اولین میں سے تھے۔ آپ نے ہر جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی یہاں تک کہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے آپ کو حبشی غلام وحشی نے دور سے برچھی مار کر قتل کیا۔

[2] عفراء کے بیٹے معوذ و عوف خزرجی تھے۔ بدر کے دن شہید ہوئے اور معوذ ابوجہل کے قتل میں شامل تھا۔

[3] عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ خزرجی انصاری۔ اسلام کے سابقین اولین میں سے تھے اور انصار کے نقیبوں میں سے ایک تھے جنھوں نے منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبہ میں معاہدہ کی بیعت کی اور بہت بڑے شاعر تھے۔ آپ نے غزوہ موتہ میں فوج کی قیادت کی اور اسی معرکہ میں جعفر اور زید کے ساتھ ساتھ شہید ہو گئے۔

مبارزت کے دستور کے مطابق، قریشیوں نے ان تینوں سے پوچھا کہ وہ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں؟ انصاریوں نے انھیں اپنا نسب بتایا اور جب انھیں پتہ چلا کہ یہ انصاری ہیں تو انھوں نے ان کی تعریف کی اور کہنے لگے ہم پلہ اور معزز ہیں لیکن انھوں نے ان سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ان سے اپیل کی کہ وہ اپنی صفوں میں واپس چلے جائیں اور انھیں کہا ہم اپنی قوم کے ہم پلہ لوگوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ تینوں انصار بغیر جنگ کیے اپنی صفوں میں واپس آ گئے۔

دونوں صفوں کے درمیان خاندان کا قتل جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے تینوں شہسواروں کی خواہش کا حال معلوم ہوا تو آپ نے ان کے خاندان کے تین آدمیوں کی بابت حکم جاری فرمایا جو یہ تھے۔ حمزہ بن عبدالمطلب، عبیدہ[1] بن حارث اور علی بن ابی طالب اور یہ سب بنی عبدمناف میں سے تھے آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ قریشیوں کی خواہش کے مطابق ان کے مقابلہ میں نکلیں۔ پس یہ اسی وقت ان کے مقابلہ میں گئے۔ وہاں ان کے سامنے اپنا نسب بیان کیا جس سے انھیں یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان کے خاندان سے ہیں اور وہ کہنے لگے کہ ہم پلہ اور معزز لوگ ہیں۔ پھر ان کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا اور ہر ایک اپنی ہی عمر کے مدمقابل کے ساتھ الگ الگ ہو گیا۔ ولید نے حضرت علیؓ سے مقابلہ کیا اور یہ دونوں سب سے چھوٹے مدمقابل تھے اور عبیدہؓ نے شیبہ سے مقابلہ کیا اور حمزہؓ نے عتبہ سے مقابلہ کیا۔ حضرت علیؓ نے اپنے مدمقابل کو فوراً قتل کر دیا اور اسی طرح حمزہؓ نے بھی اسی وقت

---

[1] عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبدمناف آپ سابقون اولین میں سے تھے اور بنی عبدمناف کے سردار تھے آپ اسلام میں [illegible] بڑے علمبردار تھے آپ اس مقابلہ میں زخمی ہو گئے اور بعد ازاں مقام صفراء میں اسی زخم کے سبب سے [illegible] دوران [illegible]

اپنے مدِمقابل کا کام تمام کر دیا اور عبیدہ تمام لوگوں اور شیبہ سے بھی عمر رسیدہ تھے دونوں نے ایک دوسرے کو تابڑ توڑ ضربیں لگائیں جس کے بعد آپ اپنی جگہ سے ہل نہ سکے اور شیبہ وہیں فوت ہو گیا اور حضرت علی اور حمزہ آپ کو اٹھا کر مسلمانوں کے پڑاؤ میں لے آئے اور آپ کی کٹی ہوئی ران کا گودا بہہ رہا تھا اور تھوڑی دیر بعد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جان دے دی۔ جس وقت آپ کی جان نکل رہی تھی آپ کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں تھا۔ آپ نے کہا یا رسول اللہ! اگر ابو طالب مجھے دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ میں ان کے اس شعر کا زیادہ مصداق ہوں ؎

> "ہم اسے چھوڑ بیٹھے ہیں یہاں تک کہ اس کی حفاظت میں ہم قتل کرتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کو بھول جاتے ہیں"

بُرا آغاز

اس مقابلے کا انجام مشرکین کے لیے بُرا آغاز تھا کیونکہ وہ جنگ کے پہلے مرحلے ہی میں اپنے تین بہترین شہسواروں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے ان تینوں شہسواروں کی موت ایک دردناک ضرب کے قائم مقام تھی۔

عام حملہ

اس لیے مشرکین نے مسلمانوں کی صفوں پر اندھا دھند تیر اندازی کرنے کے بعد بڑے غیظ و غضب سے ان پر یکدم حملہ کر دیا اور ان کی طرف بڑھنے لگے اس طرح جنگ کی آگ پھیل گئی اور تلواریں خلا میں یوں چمکنے لگیں جیسے اندھیرے میں ستارے گرتے ہیں۔

مسلمانوں کا دفاعی موقف

مسلمانوں نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر مشرکین کے حملے کا سامنا کیا۔ انھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا (جنگ شروع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے) اگر لوگ تمھارا گھیراؤ کر لیں تو انھیں تیروں سے ہٹا دو اور جب تک اجازت نہ ملے، حملہ نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکیمانہ حربی منصوبے کا مسلمانوں کے موقف کو مضبوط کرنے اور ان کے دشمنوں کو کمزور کرنے پر بڑا اثر پڑا اور وہ اس طرح کہ جب قریش کا حملہ اپنی شدت پر تھا۔ اس وقت مسلمانوں کا موقف دفاعی تھا۔ اور مشرکین نے غیظ و غضب کے ساتھ مسلمانوں کی صفوں پر پے در پے حملے کیے ان میں انھوں نے ثابت قدم رہ کر مشرکین کو سخت نقصانات پہنچائے یہاں تک کہ دشمن کی عزیمت اور شجاعت جواب دے گئی۔

مقابلانہ حملہ

دشمن کے حملوں کی تیزی کے اختتام اور اس کی فوج کی شجاعت کی کمزوری کے بعد اسلامی فوج کے دستوں کو حکم دیا گیا کہ وہ دشمن پر حملہ کریں۔ پس مسلمانوں کی صفیں ان مشرکین کی صفوں پر ٹوٹ پڑیں جنھوں نے پے در پے کئی ناکام حملے کیے تھے اور وہ مسلمانوں کو اپنی جگہ سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے تباہ کن مقابلانہ حملہ کیا اور جنگ کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ جب میدان کارزار گرم ہو گیا اور شہسوار جنگ کی بھٹی میں جھلسنے اور بھاگنے لگے۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں اپنی فوج کی بسالت اور اپنے سالاروں کی شجاعت کو خوف و رجا کے جذبات سے دیکھ رہے تھے۔ بخاری نے روایت بیان کی ہے کہ آپ معرکہ کی شدت کے وقت اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور وعدے کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ! کیا تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری کبھی عبادت نہ ہو۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ اس وقت ہیڈ کوارٹر میں آپ کے ساتھ تھے ... اور کہا یا رسول اللہ! آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور کافی الحاح کر لیا ہے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپر میں اونگھ سی آگئی پھر آپ نے بیدار ہو کر فرمایا: ابوبکر! خوش ہو جا

تیرے پاس اللہ کی مدد آ گئی ہے۔ یہ جبرئیل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے غبار کی گھاٹیوں پر چلا رہا ہے۔

اور مسلمانوں کے حوصلوں کی تقویت کے لیے فرشتوں نے بھی جنگ میں شرکت کی اور قرآن کریم نے اس آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین ۔ وما جعلہ اللہ الا بشری لکم ولتطمئن بہ قلوبکم وما النصر الا من عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم[۱]

معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے جنگ میں شامل نہیں ہوئے وہ صرف مسلمانوں کے دلوں کی تقویت اور ان کے حوصلوں کو بلند کرنے کے لیے آئے تھے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مفہوم ہوتی ہے۔

وما جعلہ اللہ الا بشری لکم ولتطمئن بہ قلوبکم[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ میں

جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنفس نفیس معرکہ میں شامل ہو گئے اور مشرکین کو خوفزدہ کرنے لگے اور انھوں نے سالار نبی کو بنفس نفیس معرکہ کی صف بندی میں حصہ لیتے دیکھا اور آپ کے ساتھ آپ کی جان کا محافظ دستہ اور عام اصحاب بھی اپنے دشمن کی طرف سیلاب کی طرح راستے کی ہر قوت کو تباہ کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہراول میں اپنی زرہ میں دوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

" سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ

---

[۱] انفال ۹-۱۰ ۔ [۲] فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر یہی بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے جنگ نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے انھیں خوشخبری اور ان کے دلوں کو اطمینان دیا۔

ادبی و معنوی

تباہ کن شکست

سخت اور زبردست جنگ کے بعد مشرکین کی غیر منظم صفوں میں اضطراب کی علامات نمایاں ہو گئیں اور مسلمانوں کے سخت حملوں کے سامنے ان کی صفیں مٹی کی ان پرانی دیواروں کی طرح گرنے لگیں جن کی بنیادوں میں پانی داخل ہو جاتا ہے۔ اس طرح جنگ کا انجام قریب آ گیا۔ اور قریش کے دلوں میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ پھر ان کی فوج بھاگنے لگی اور فاش شکست ہو گئی اور مسلمان۔ مشرکین کی پشتوں پہ سوار ہو کر انھیں قید اور قتل کرنے لگے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکشی کے محل مرتب ہوتے اور جاہلیت کی بڑائی کو شکست کی کیچڑ میں رلتے دیکھ کر پکارا "چہرے بدشکل ہو گئے"۔

ابوجہل کی ثابت قدمی اور عناد

جب ابوجہل کی فوج کی صفیں درہم برہم ہونے لگیں تو اس نے اپنی فوج پہ نازل ہونے والی شکست کے سیلاب کے سامنے ڈٹ جانے کا ارادہ کیا اور رعونت اور تکبر سے پکارنے لگا کہ انھیں اچھی طرح پکڑو، لات و عزیٰ کی قسم! جب تک ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو پہاڑوں میں منتشر نہ کر دیں ہم واپس نہیں جائیں گے۔ مگر غرور اور شیخی کی یہ آوازیں کہاں مفید ہو سکتی تھیں۔ عام شکست ہونے لگی اور اس کا نظم منہدم کر دینے والا وقوعہ متکبر ابوجہل کی آواز کے درمیان اور اس کی اس فوج کے افراد کے کانوں تک پہنچنے کے درمیان حائل ہو گیا جسے تباہ کن شکست نے ادھر ادھر منتشر کر دیا تھا۔

ابوجہل کا قتل

عسکری نقطہ نگاہ سے کسی انصاف پسند کو اس سرکش کی منفرد شجاعت کے اعتراف کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ آن دلیر

سالاروں کی سطح کا آدمی ہے جو موت کی چمک دمک سے خائف نہیں ہوتے اور ابوجہل[1] نے بدر کے روز ثابت کر دیا کہ وہ خداداد تدبر کی ناطق مثال ہے۔ وہ اپنی فوج کی تباہ کن شکست کے باوجود بڑے تکبر اور غرور سے یہ کہتے ہوئے لڑتا رہا ـ

"سخت جنگ مجھ سے انتقام نہیں لے سکتی۔ میں دو سال کا اونٹ
ہوں اور نوعمر ہوں میری ماں نے مجھے اسی طرح جنم دیا تھا۔"

اور اس کے جنگی بیڑے کے ارکان میں سے جو لوگ اس کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں اس کا بیٹا عکرمہ[2] بھی تھا اور انھوں نے اس کے ارد گرد اس کی حفاظت

---

[1] اس کا نام عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم قرشی تھا اور کفر کا سرغنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کا علمبردار تھا۔ اسے بدر کے روز لپک کر شرک کی فوج کا سالار اعظم بنایا ہوا تھا۔ پس اللہ نے اس کو رسوا کر دیا۔

[2] عکرمہ بھی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین مخالف تھا اور مدتوں سے مسلمانوں کے خلاف تیاری کرنے، لوگوں کو جوش دلانے اور ترغیب دینے والوں میں تھا۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو مباح کر دیا اور یہ یمن چلا گیا مگر پھر واپس آ گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ پھر اسلام لایا اور اس کے بہادروں اور زبردست جانبازوں میں سے بن گیا۔ اس نے جزیرہ کے جنوب میں مرتدین کے خلاف کئی دستوں کی قیادت کی اور حضرموت میں مرتدین کو شکست دی۔ معرکہ یرموک میں شامل ہوا اور اس جانباز دستے کا سالار رہا۔ جسے معرکہ کے دوران اس وقت تیار کیا گیا جب مسلمانوں کی فوج پر رومی فوج کا دباؤ بڑھ گیا۔ قریب تھا کہ رومی مسلمانوں کی صفوں کو توڑ دیں۔ اس وقت عکرمہ نے پکارا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معرکوں میں جنگ کی ہے اور آج بھاگ جاؤں۔ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نے آواز دی: کون موت پر میری بیعت کرتا ہے؟ تو اس کے جھنڈے تلے چار سو آدمی جمع ہو گئے۔ جن میں سلیمان بن خالد بن ولید بھی تھا۔ اس نے اس جانباز دستے کو رومی فوج کے گھمسان میں [illegible]

میں اپنی تلواروں کی باڑ لگا دی اور اپنے نیزوں کا ایک جنگل قائم کر دیا۔ جس کے ذریعے وہ ہر اس آدمی کو روک لیتے جو اس تک پہنچنے کی کوشش کرتا ....۔ لیکن آندھی سخت تھی ... فتح کی تیز ہواؤں نے تلواروں کی باڑ کو توڑ دیا اور ابوجہل کے ارد گرد نیزوں کے مزید عمدہ جنگل کٹ گئے۔ مسلمانوں کی شجاعت اور جنگی قوت کے آگے یہ نیزے منتشر ہو گئے اور شرک کا محافظ دستہ مسلمانوں کے سخت دباؤ کے آگے اپنے سالار سے الگ ہو گیا۔ مسلمانوں کے نعرے معرکے کی اطراف میں چھا گئے اور وہ احد احد دُہرا رہے تھے۔ اور اسلامی تلواریں شرک کے منظم ستون پر ٹوٹ پڑیں اور زبردست جنگ کے بعد ابوجہل اپنے خون میں لت پت ہو کر قتل ہو گیا۔

ابوجہل کا قاتل معاذ[1] بن عمرو بن الجموح انصاری نے ابوجہل کو قتل کیا۔ اس نے اسے اس وقت پہچانا جب وہ نیزوں کے اس جنگل کے درمیان کھڑا تھا جو اس کے جنگی ہیرو کے ارکان نے اس کے ارد گرد قائم کیا ہوا تھا پس یہ اس کی تاک میں رہا اور جب اس کے ارد گرد قائم کیے ہوئے نیزوں کے حلقے میں فراخی ہوئی تو اسے موقع مل گیا اور یہ باز کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے ایسی تلوار ماری جس سے اس کی نصف ٹانگ کٹ گئی اور وہ خون میں لت پت ہو کر قتل ہو کر گر پڑا۔[2] مگر اس کے بیٹے عکرمہ نے جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا ابن الجموح پر

(بقیہ صفحہ ۱۷۶) نے زرا اور اسے روک دیا۔ رومیوں نے اس دستے کو تباہ کر دیا جس میں خود عکرمہ بھی شامل تھا لیکن یہ تباہی قیصر کی فتح کی قیمت بن گئی جو اس دستے نے مسلمانوں کو فتح دلانے کے لیے ادا کی اور یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے چند صفحے پر بیان کر چکا۔

حواشی صفحہ ہٰذا: [1] معاذ بن عمرو بن الجموح بن زید حرامی انصاری۔ ان انصار میں شامل ہیں جو بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ [2] ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ مجھے ثور بن یزید نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس سے اور عبداللہ بن ابی بکر نے بھی بیان کیا کہ یہ پہلا شخص تھا جس نے ابوجہل سے ملاقات کی (بقیہ صفحہ ۱۷۸ پر)

حملہ کر دیا اور اس کے ایسی تلوار ماری جس سے اس کا بازو کندھے سے الگ ہو گیا۔ اس کے باوجود وہ دلیر انسان ایک ہی ہاتھ سے لڑتا رہا اور عثمان بن عفان کے زمانے تک زندہ رہا۔

اور ابوجہل کو اس کی قوم چھوڑ کر بھاگ گئی اور اسے میدان میں پچھڑا ہوا چھوڑ گئی اور اس کے پاس سے معاذ بن عفراء کا گزر ہوا تو اس نے اسے نیزہ مارا اور اسے مرتا ہوا چھوڑ دیا اور مشرکین شکست کی گرد منا دیا اور شہسواران مکہ سے الگ ہو گئے اور صحرا کی وسعتوں نے ان کا استقبال کیا گویا وہ شکاری کے بھگائے ہوئے ہرن ہیں۔

ابوجہل کی حماقت

اس طرح قریش نے ابوجہل کی حماقت اور رعونت کے پھل چکھے اور انہیں ایسی شکست ہوئی جس کی ان کی طویل

(بقیہ صفحہ ۱۷۵) یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن عمرو بن الجموح جو بنی سلمہ کا بھائی بیان کرتا ہے کہ میں نے لوگوں کو کہتے سنا۔۔۔ اس وقت ابوجہل درختوں کے جھنڈ میں تھا۔۔۔ کہ ابوالحکم کے پاس کوئی شخص نہیں جا سکتا۔۔۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب میں نے ان سے یہ بات سنی تو میں نے اس کے پاس جانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور جب اس تک مجھے طاقت ہوئی تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کی نصف پنڈلی اڑا دی، خدا کی قسم، جب وہ اڑی تو میں نے اسے کھجور کی گٹھلی سے تشبیہ دی، جو ایسے اڑی جیسے چکی میں چوٹ لگنے پر اڑتی ہے وہ بیان کرتا ہے۔۔۔ اور اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار ماری اور میرا ہاتھ کاٹ دیا اور وہ میرے پہلو کی جلد سے لٹک گیا اور مجھے اس کی وجہ سے جنگ میں مشکل پیش آنے لگی اور میں آخر دن لڑتا رہا اور اسے اپنے پیچھے گھسیٹتا رہا اور جب اس نے مجھے تکلیف دی تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور اس پر چڑھ کر اسے الگ کر دیا۔ پھر ابوجہل کے پاس سے معوذ بن عفراء گزرا اور اس نے اسے تلوار ماری اور اسے اس حال میں چھوڑ دیا کہ اس کی جان باقی تھی

تاریخ میں کوئی مثال موجود نہیں۔ اسلامی تلواروں سے منتشر کرنے کے بعد مشرکین بھاگ اور میدان کارزار میں ستر مقتول اور مسلمانوں کے رحم و کرم پر ستر قیدی چھوڑ کر اپنے گھروں اور ولایتوں میں سرگرداں ہو کر اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگنے لگے۔

اسیرانِ بنی ہاشم

مکہ سے باہر نکلنے کے بعد بنی ہاشم کے جن جوانوں نے مسلمانوں کے خلاف معرکہ میں شرکت کی ان میں سے کئی آدمی مسلمانوں کی قید میں آگئے۔ ان قیدیوں کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب تھے۔ جنگ چھڑنے سے قبل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ آپ کی فوج بنی ہاشم کے ان آدمیوں میں سے جو قریش کے ساتھ آئے ہیں کسی کو قتل نہ کرے۔ آپ نے اس حکم میں فرمایا:-

"مجھے بنی ہاشم وغیرہ کے آدمیوں کے متعلق معلوم ہے کہ انہیں مجبور کر کے لایا گیا ہے، انہیں ہمارے ساتھ جنگ کی کوئی ضرورت نہیں پس تم میں سے جو شخص بنی ہاشم کے کسی آدمی سے ملے تو اسے قتل نہ کرے اور جو شخص ابوالبختری بن ہشام سے ملے تو وہ اسے قتل نہ کرے۔"

باپ بیٹے کی جنگ

ابو حذیفہؓ[1] بن عتبہ بن ربیعہ مسلمانوں کی فوج میں موجود تھا اس نے امر نبوی کو سن کر کہا: کیا ہم اپنے آباء، بھائیوں اور خاندان کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ خدا کی قسم! اگر میں ملا تو اسے تلوار کی

---

[1] ابو حذیفہ کا نام ہشیم ہے اور بعض کے نزدیک ہاشم ہے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ آپ سابقون الاولین میں سے ہیں۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ طویل قد اور خوبرو تھے۔ آپ نے بدر کے روز اپنے باپ عتبہ کو دعوت مبارزت دی مگر وہ رک گیا۔ آپ یمامہ میں مرتدین کے ساتھ جنگ میں شہید ہو گئے۔

باڑھ پر رکھ لوں گا۔ اور عتبہ بن ربیعہ ابو حذیفہ کا باپ تھا اور اس کا چچا شیبہ تھا۔ اور اس کا عزیز ولید مبارزت میں قتل ہونے والے مشرکین میں سے پہلا شخص تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو حذیفہ کی بات کی اطلاع ملی تو اس وقت حضرت عمرؓ[1] بن الخطاب آپ کے پاس موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابو حفص! کیا وہ رسول اللہ کے چچا کے چہرے پر مارے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اس کی گردن مارنے دیجیے۔ خدا کی قسم! یہ منافق ہو گیا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کو کسی قسم کی ایذا رسانی کی اجازت نہ دی اور ابو حذیفہ بھی اپنی جلد بازی پر شرمندہ ہوئے۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ میں نے اس روز جو بات کہی اس سے میں مامون نہیں اور میں ہمیشہ اس سے خائف رہا ہوں۔ مگر میری شہادت اس کا کفارہ ہو گی۔ پس آپ یمامہ کے روز شہید ہوئے۔

غیر مسلم کی نیکی کا اعتراف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نافذ ہو گئے اور مشرکین کی فوج کا کوئی ہاشمی قتل نہ ہوا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عدم قتل کا حکم دیا تھا مگر آپ نے مسلمانوں کو ان کے قید کرنے اور انہیں بیڑیوں میں رکھنے سے نہیں روکا تھا پس وہ سب قید ہو گئے اور قیدیوں کے ساتھ بیڑیوں میں انہیں مدینہ لایا گیا۔۔۔ ابو البختری بن

---

[1] عمرؓ بن الخطاب بن نفیل عدوی قرشی عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ تعریف سے بے نیاز ہیں۔ دوسرے خلیفہ راشد اور لوگوں کے تعارف سے زیادہ مشہور ہیں۔ ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے اور ہجرت کے تیرھویں سال آپ کی بیعت ہوئی آپ کی سیرت بہت اچھی ہے اور عدل، پاکیزگی اور تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ۲۳ھ میں قتل ہوئے۔ آپ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام مجوسی ابو لؤلؤ فیروز پارسی نے، لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے تکبیر کہنے کے بعد خنجر مارا، ابو لؤلؤ نے مسجد میں تیرہ آدمیوں کو خنجر مارا تھا جن میں سے چھ آدمی مر گئے، وہ قتل ہو گیا۔

ہشام ہاشمی نہیں تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نیکی کے اعتراف اور مکہ میں ہجرت سے پہلے اسلام کی کس مپرسی کے ایام میں اس کے شریفانہ موافقت کی قدردانی کرتے ہوئے اس کے قتل سے منع کر دیا اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہیں دی تھی بلکہ وہ مشرکین کے ان اشخاص میں سے تھا جنھوں نے اس اقتصادی ناکہ بندی کو ختم کرنے کے لیے کام کیا جو قریش نے شعب میں بنو ہاشم اور بنو مطلب پر ٹھونس رکھی تھی۔ ابوالبختری ان لوگوں کے ہراول میں تھا جنھوں نے اس ناکہ بندی پر ہنگامہ اٹھایا اور اس کاغذ کو پھاڑنے کے لیے کام کیا جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے کعبہ کے وسط میں لٹکایا ہوا تھا حالانکہ تمام قریشی قبائل نے بنی ہاشم اور بنی مطلب سے قطع تعلق اور سوشل بائیکاٹ پر دستخط کیے ہوئے تھے کیونکہ وہ قبائل بلاوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جیسا کہ اس کتاب کے شروع میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

ابوالبختری کا قتل

لیکن یہ شریف ابوالبختری، باوجودیکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عدم قتل کے احکام صادر کیے ہوئے تھے، جنگ میں قتل ہو گیا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جنگ میں مجذر بن زیاد البلوی[1] کا اس سے ٹکراؤ ہو گیا اور اس نے اسے کہا ابوالبختری! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مجذر بن زیاد بن عمرو بن اخزم البلوی۔ بلی، قضاعہ کا ایک عظیم قبیلہ ہے جن کے گھر مدینہ اور وادی القریٰ کے درمیان تھے۔ مجذر احد میں شریک ہوا اور شہید ہو گیا۔ مجذر نے جاہلیت میں سوید بن صامت کو قتل کیا تھا، احد کے دن حارث بن سوید نے دھوکے سے قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کی فوج میں تھا۔ پھر مکہ کو چلا گیا۔ پھر فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجذر کے قصاص میں قتل کر دیا۔

نے ہمیں تیرے قتل سے منع کیا ہے ..... اور ابو البختری کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی تھا اور وہ دونوں برابر بیٹھے تھے۔ اس نے کہا میرے ساتھی کا کیا بنے گا؟ مجذر نے اسے وہ حکم بتا دیا جو صرف اس کے متعلق تھا اور اس کے ساتھی کا چھوڑنا ممکن ہی نہ تھا پس ابو البختری نے زندگی چھوڑ دی اور کہا اب میں اور وہ دونوں اکٹھے مریں گے پھر لڑتے ہوئے کہنے لگا۔

> "شریف زادی کا بیٹا اپنے ساتھی کو موت تک یا کسی سبیل کے نظر
> آنے تک ہرگز نہیں چھوڑے گا۔"

پس مجذر اس سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گیا اور اس نے مسلسل مقابلہ کرنے کے بعد اسے قتل کر دیا۔

معرکہ کا اختتام اور ابو جہل کا سر

جب معرکہ ختم ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غنائم کے جمع کرنے کا حکم دیا، جو مسلمانوں نے حاصل کی تھیں اور فوج ان کے جمع کرنے میں لگ گئی۔ اسی طرح آپ نے سرکش ابو جہل کے انجام کی تحقیق کا بھی حکم دیا اور جو لوگ اسے نہیں پہچانتے تھے انھیں بتایا کہ اس کی ایک نمایاں علامت یہ ہے کہ اس کے گھٹنے میں اس زخم کا نشان ہے جو اسے اس جنگ کے بعد لگا تھا جو آپ کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوئی تھی جبکہ وہ دونوں مکہ میں چھوٹے بچے تھے۔ پس فوج ابو جہل کی تلاش میں میدان کارزار کے اطراف میں پھیل گئی۔

تو ایک مشکل چڑھائی چڑھا ہے

تلاش کرنے والوں کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن مسعود[1] نے اچانک شرک کے ستون کو

---

[1] عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب [illegible] عبدالرحمن۔ باپ اور مشہور صحابی [illegible] اہل علم و دانش

ابو البختری کے لیے تھا سے آگاہ [illegible] ماء و نور [illegible] رنگ کے اشعر کے فخریہ [illegible]

پچھڑے دیکھی اور وہ آخری دم پر تھا۔ آپ نے اس کا سر کاٹنے کے لیے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھا اور اس کے بعد اسکے قریب ہو کر کہا۔

اے دشمن خدا! کیا خدا نے تجھے رسوا کر دیا ہے؟

ابوجہل نے کہا وہ مجھے ذلیل کیوں کرے گا۔ کیا تم نے مجھ سے کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے۔ مجھے بتاؤ آج فتح کسے ہوئی ہے؟

عبداللہ بن مسعود نے کہا۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنین کو۔

ابوجہل نے ابن مسعود سے کہا۔۔۔ آپ اس وقت اس کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔ اے بکریوں کے چرواہے! تو ایک مشکل چڑھائی چڑھا ہے۔۔۔ ابن مسعود مکہ میں بکریوں کے چرواہے تھے۔

اس اُمت کا فرعون

ابن مسعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ابوجہل کا سر رکھنے کے بعد عرض کیا، یہ دشمن خدا۔۔۔ ابوجہل بن ہشام کا سر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ابن مسعود نے بھی یہ بات کہی پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکش کے سر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

"اے دشمن خدا! اس خدا کا شکر ہے جس نے تجھے ذلیل کیا، یہ اس امت کا فرعون تھا۔"

(بقیہ صفحہ ۱۸۰) آپ نے مکہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پڑھا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص خادم اور سیکرٹری، وہ سفر و حضر اور غزوات کے ساتھی تھے اور ہر وقت آپ کے پاس آ جا سکتے تھے۔ بہت پستہ قد تھے۔ بیٹھے ہوئے لوگ بھی آپ کو چھپا لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوفہ میں بیت المال کے [illegible] رہے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں مدینہ [illegible] میں فوت ہو گئے۔

مقتولوں کو کنوئیں میں اور اسیروں کو بیڑیوں میں

جب مسلمانوں نے پکڑ لیے اور جنگ ختم ہو گئی اور قیدیوں کو بیڑیوں میں ڈال دیا تو اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولوں کے جثوں کو ایک بے آباد کنوئیں میں پھینک دینے کا حکم دیا۔ جو بدر کے میدان کے قریب ہی تھا۔ اور تمام اسلامی لشکر مشرکین کے جثوں کے گھسیٹنے اور کنوئیں میں پھینک دینے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ بدر کے معرکے میں کئی ایسے نادر مناظر دیکھنے میں آئے جن میں عقیدے کی قوت اور ایمان کی مضبوطی نمایاں ہوتی۔ بیٹے نے باپ سے اور بھائی نے اپنے بھائی سے جنگ کی۔ ان لوگوں میں سے ایک ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ تھا۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو کر کنوئیں میں جثوں کے پھینکنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

نوجوان مومن کا شاندار نمونہ

اسی دوران میں [illegible] اچانک اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس پر غم و رنج کی بدلی چھا گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے باپ عتبہ بن ربیعہ کے جثے کو کنوئیں میں ڈالنے کے لیے گھسیٹا جا رہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان مومن کے چہرے کو دیکھا اور اسے مخاطب کر کے فرمایا۔

"ابو حذیفہ! شاید تیرے باپ کی حالت کی وجہ سے تجھے رنج پہنچا ہے؟"

نوجوان مومن نے جواب دیا۔ ... درحقیقت اس کے دل کے تمام پہلوؤں سے غائب ہو چکا تھا ... "یا رسول اللہ! خدا کی قسم ایسی بات نہیں۔ مجھے اپنے باپ اور اس کے قتل ہونے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں لیکن میں اپنے باپ کے علم و عقل و حلم سے واقف ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام سے آشنا کر دیتا۔ جب میں نے اس کی موت کو دیکھا اور دین حق سے محرومی کے بعد اس کا کفر پر مرنا مجھے یاد آیا!

تو اس بات نے مجھے غمگین کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کی بھلائی کی دعا کی اور اس کی تعریف کی ۔ ۔ ۔ ۔ اور ابو حذیفہ اپنی بات میں سچا تھا اور یہ عتبہ وہی ہے جسے جنگ سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ اونٹ پر سوار دیکھ کر فرمایا تھا

"اگر ان لوگوں میں سے کسی کے اندر بھلائی ہے تو سرخ اونٹ کے سوار میں ہے اگر یہ لوگ اس کی اطاعت کریں گے تو راہ راست پا جائیں گے"

یہ عتبہ وہی ہے جس نے کل قریش میں بدر کے بارے میں معاندانہ علیحدگی کی تھی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت کر کے بغیر جنگ کیے کر واپس چلے جانے کی اپیل کی تھی لیکن ابو جہل نے اسے امر واقعہ کے آگے رکھ دیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ابن خطاب کا اپنے ماموں کو قتل کرنا

معرکہ بدر میں عقیدہ پر ثابت قدمی کی بہت نادر مثالیں سامنے آئیں ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو جو اس وقت مشرکین کی فوج میں تھا، دعوت مبارزت دی۔

قومیت کا پروپیگنڈہ کرنے والے کہاں ہیں

قومیت کا پروپیگنڈہ کرنے والے کہاں ہیں جو جھوٹے طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ خون اور زبان کا تعلق، عقیدے اور دین کے تعلق سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ کیا یہ بھلا بیٹھے ہیں جس روز بدر کا فیصلہ کن معرکہ گرم ہوا۔ یہ اقرباء کا خون تھا جسے ایک ہی خاندان کی تلواروں نے بہایا۔ کیا ہاشم بن عبد مناف کے بیٹوں حمزہ، عبیدہ، علی نے اپنے چچا زاد شیبہ، عتبہ اور ولید کا خون نہیں بہایا؟ جو عبد شمس بن عبد

کے بیٹے تھے ... کیا اصولوں کے لئے قربانی کے یہ قیمتی خون، قومیت کی قربانگاہ پر بہائے ہیں یا عقیدہ اور دین کے رستے میں بہائے ہیں -؟

یہ اصول اور عقائد کی جنگ تھی۔ قومیت اور مفاخر کی جنگ نہ تھی جس میں اسلامی فوج نے خوشی اور ثابت قدمی سے حصہ لیا یہاں تک کہ اس نے دوسروں سے قبل قربانی کے لیے سب سے بڑی عظمت قائم کر دی جسے دنیا نے آدم سے اس وقت تک دیکھا ہے

اور جنگ بدر نے عقیدہ پر بھی ثابت قدمی کے شاندار نمونے قائم کیے ہیں۔ اس جنگ میں اسلام نے دو عزیز لوگوں کے درمیان مواخات قائم کی ہے اور کفر نے سگے بھائیوں اور قریبیوں کے درمیان دوری پیدا کر دی ہے۔

اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دو

معرکہ بدر کے خاتمہ کے بعد مشہور صحابی مصعب بن عمیر[1] اپنے بھائی ابو عزیز بن عمیر[2] کے پاس سے گزرے جس نے مسلمانوں کے خلاف اس معرکہ میں حصہ لیا تھا تو دیکھا

---

[1] مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ آپ اس وقت سے قبل اسلام لائے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تھے آپ نوجوان تھے اور اپنی ماں اور قوم کے خوف کے باعث اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے جب آپ کے گھر والوں کو آپ کے اسلام کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو باندھ دیا اور آپ ہمیشہ محبوس رہے یہاں تک کہ آپ مہاجرین حبشہ کے ساتھ بھاگ گئے آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ بدر و احد میں شامل ہوئے اور آپ مسلمانوں کے علمبردار تھے۔ معرکہ احد میں شہید ہوئے۔

[2] آپ کا نام زرارہ ہے آپ کے اسلام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو عمر بن عبد البر کا قول ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کی اور آپ سے سماع کیا ہے اور دار قطنی کہتا ہے کہ یہ احد کے دن کافر ہونے کی حالت میں قتل ہوا

کہ ایک انصاری اس کے ہاتھ میں رسّی ڈال رہا ہے۔ مصعب نے انصاری سے کہا، اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھو۔ اس کی ماں سرمایہ دار ہے شاید وہ فدیہ دے کر اسے چھڑا لے۔ ابوعزیز نے اپنے بھائی مصعب سے کہا، کیا میرے متعلق تیری یہی وصیت ہے؟ مصعب نے جواب دیا کہ میں نے تجھے چھوڑ کر اس انصاری کو بھائی بنا لیا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کنوئیں والوں سے کیا کہا

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ بدر کے مقتول مشرکین کے جثوں کو کنوئیں میں ڈالنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر کہا۔

"اے کنوئیں والو! کیا تم نے اس وعدے کو درست پایا ہے جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ میں نے تو اس وعدے کو درست پایا ہے جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا"

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"اے کنوئیں والو! تم نبی کے کیا ہی بُرے رشتہ دار ہو۔ تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی اور تم نے مجھے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی اور تم نے مجھ سے جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی"

آپ کے اصحاب نے عرض کی، کیا آپ مردہ لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے ساتھ ان کے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا ہے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اور لوگ یہی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے انہیں جو بات کہی ہے وہ انہوں نے سن لی ہے۔

فصل پنجم

- معرکہ کا منظر و کر سامان
- فریقین کے مقتولوں کی تعداد اور ان کے نام
- مشرکین کے اسیروں کی تعداد اور ان کے نام
- بدری صحابہ کی تعداد اور ان کے نام
- معرکہ کے متعلق قرآن کریم کا بیان

جس معرکہ بدر میں مسلمانوں نے شمولیت کی۔ وہ اختتام پذیر ہو گیا حالانکہ وہ اس کے لیے تیار بھی نہیں تھے.... اس میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی اور ان کے دشمنوں کو تباہ کن شکست ہوئی اور انھیں اس معرکہ میں ستر مقتولوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ جن میں ان کے بیس سے زیادہ زعماء اور قائدین شامل تھے۔ اسی طرح ستر جانباز بھی مسلمانوں کی قید میں تھے، جن میں ان کے بہت سے زعماء اور قائدین شامل تھے۔

معرکہ میں فریقین کے مقتولین

مسلمانوں کو معرکہ بدر میں چودہ آدمیوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا جن میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ مہاجرین کے شہداء کے نام یہ ہیں:۔

(الف) بنی مطلب بن عبد مناف سے ایک آدمی عبیدہ[1] بن حارث بن مطلب شہید ہوا۔

---

[1] عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف، ابو الحارث: جاہلیت اور اسلام میں قریش کے شہسواروں اور بہادروں میں سے تھے مکہ میں پیدا ہوئے۔ دار ارقم میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible]

مبارزت کے دوران عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف نے آپ کی ٹانگ کاٹ دی اور فوج نے زخمی ہونے کی حالت میں آپ کو اٹھا لیا یہاں تک کہ آپ وادی صفراء میں فوت ہو گئے۔ فوج اس وقت مدینہ آتے ہوئے راستے ہی میں تھی۔

(ب) بنی زہرہ بن کلاب میں سے دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ عمیر[1] بن ابی وقاص، جو سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں۔

۲۔ ذو الشمالین[2] بن عبد عمرو بن نضلۃ الخزاعی (ان کے حلیف تھے)

(ج) بنی عدی بن کعب بن لؤی سے دو آدمی شہید ہوئے۔

(بقیہ صفحہ ۱۸۸) وہ فطرت سے پہلے مسلمان ہوئے تھے آپ دوسرے بہادر تھے جن کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں جھنڈا باندھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضور علیہ السلام نے آپ کو ہجرت کے پہلے سال ساٹھ مہاجرین کے جاسوسی گشتی دستہ کے ساتھ بھیجا۔ یہ وہ دستہ ہے جو ابو سفیان کو ثنیۃ المرۃ میں ملا تھا۔ اور ابو سفیان کے ساتھ دو سو سے زائد سوار تھے۔

(حواشی صفحہ ہذا) [1] عمیر بن ابی وقاص بن اہیب الزہری۔ آپ کو عمرو بن عبدود عامری نے قتل کیا جسے خندق کے روز حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کا معائنہ کیا تو آپ نے عمیر کو اس کی خوردسالی کی وجہ سے واپس کر دیا اور جنگ میں شمولیت کی اجازت نہ دی۔ پس عمیر اس تکلیف کی وجہ سے رو پڑا جو اسے اس بات کی وجہ سے پہنچی کہ آپ نے اسے معرکہ میں شمولیت سے روک دیا ہے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ کی اجازت دے دی اور آپ شہید ہو گئے۔

[2] ذو الشمالین قبیلہ خزاعہ کے تھے۔ بنی زہرہ کے ان حلفاء میں سے تھے جن کا مکان اس وقت وادی فاطمہ میں تنعیم اور جعرانہ کے مابین تھا۔ تنعیم مکہ کے قریب ہے اور مسجد الحرام کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اور یہ مشہور ذو الیدین ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دو رکعت پر سلام پھیرنے پر کہا تھا کہ یا رسول اللہ کیا نماز چھوٹی ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔

* * *

۱۔ عاقل بن بکیر[1] ان کے حلیف تھے۔ از بنی سعد بن لیث بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھے۔

۲۔ مہجع[2]۔ حضرت عمر بن خطاب کے غلام تھے۔

(د) بنی حارث بن فہر سے ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ صفوان بن بیضاء۔

انصار کے شہداء کی تعداد اور ان کے نام

انصار کے شہداء کے نام یہ ہیں:۔

(الف) بنی عمرو بن عوف (خزرج کا ایک بطن ہے) میں سے دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ سعد بن خیثمہ[3]

---

[1] عاقل نے اور ان کے بھائیوں نے سب سے پہلے دار ارقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ آپ اسلام کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ آپ کا نام غافل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عاقل رکھا۔ عاقل کا نسب عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ کی طرف منتہی ہوتا ہے۔

[2] ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ مہجع حضرت عمر بن خطاب کے غلام تھے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ ان کا اصل عک سے ہے یہ قیدی ہو گئے تو حضرت عمر بن خطاب نے ان پر احسان کر کے انہیں آزاد کر دیا۔ آپ اسلام کے سابقین اولین میں سے ہیں اور معرکہ بدر کے پہلے شہید ہیں۔ اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہی کی جماعت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی"

[3] سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک خزرجی۔ آپ اسلام کے سابقون الاولون میں ہیں۔ [illegible] بیعت عقبہ کے بارہ نقیبوں میں سے ایک ہیں۔ سعد اور ان کے باپ خیثمہ نے جنگ بدر کے لئے قرعہ اندازی کی تو سعد کا تیر نکلا۔ اس وقت آپ نوجوان تھے۔ آپ کے باپ نے کہا مجھے اجازت دے دو [illegible] سعد نے باپ کو جواب دیا [illegible] جنت کے [illegible] تو میں آپ کو [illegible] ترجیح دیتا [illegible]

۲۔ مبشر بن عبد المنذر بن زنبر۔ ۱؎

(ب) بنی حارث بن خزرج (خزرج کا ایک بطن) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ یزید بن حارث جسے ابن فسحم بھی کہا جاتا ہے۔ ۲؎

(ج) بنی سلمہ (خزرج کا ایک بطن) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ عمیر بن الحمام ۳؎

(د) بنی حبیب (خزرج کا ایک بطن) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ رافع بن المعلّی۔

(بقیہ صفحہ [illegible]) جیسا غزوہ کا پہلا [illegible] شہید ہو گئے۔ اس موقع پر [illegible] کہ مسلمان کیسے کیسے جوش و جذبہ [illegible] اور جو شخص [illegible] تاریخ پڑھے [illegible] معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں نے [illegible] عظیم سلطنتوں کو [illegible] میں [illegible] کے ہاتھوں تباہ کر دیا [illegible] [illegible]۔

۱؎ مبشر بن عبد المنذر بن زنبر انصاری مشہور صحابی ابو لبابہ کے بھائی تھے جنھیں [illegible] نے بدر جاتے ہوئے روحاء سے واپس کر دیا تھا اور اپنی غیر موجودگی کے دوران انھیں مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا۔

۲؎ یزید بن حارث بن [illegible] ابن فسحم کے نام سے مشہور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور [illegible] کے درمیان [illegible] قائم کرائی [illegible]۔

۳؎ عمیر بن الحمام بن الجموح [illegible] انصاری [illegible] پہلے شخص ہیں [illegible] جنہوں نے [illegible] جنگ کی [illegible] کھجوریں [illegible] [illegible]۔

(ھ) اور بنی نجار سے (اوس کا ایک بطن ہے) ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ حارثہ بن سراقہ بن حارث

(و) اور بنی غنم (اوس کا ایک بطن ہے) سے دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد

۲۔ اور اس کا بھائی معوذ بن حارث ... یہ دونوں بھائی عفراء کے بیٹے تھے۔

مشرکین کے مقتولین کی تعداد اور ان کے نام

معرکہ بدر میں مشرکین کو ستر مقتولین کا نقصان برداشت کرنا پڑا اور وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس .... اسے عبیدہ بن عبد المطلب نے زخم لگایا تھا۔

۲۔ شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس .... اسے عبیدہ بن حارث نے زخم لگایا اور علی بن ابی طالب اور حمزہ بن عبد المطلب نے اسے مار دیا۔

۳۔ ولید بن عتبہ ... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۴۔ حنظلہ بن ابو سفیان بن حرب .... اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ نے قتل کیا۔

۵۔ حارث بن حضرمی (بنی عبد شمس کا حلیف) کو نعمان بن عصر نے قتل کیا۔

۶۔ عامر بن حضرمی (بنی عبد شمس کا حلیف) کو عمار[1] بن یاسر نے قتل کیا۔

---

[1] عمار بن یاسر بن مالک بن کنانہ بن قیس العنسی یا عبسی، ابو یقظان، بنو مخزوم کا حلیف، ان کی والدہ سمیہ ان کی لونڈی تھی۔ عمار اور ان کا باپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ انہیں کفار کی طرف سے بڑی تکلیف دی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا: آل یاسر، صبر کرو، تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔ آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور تمام معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ پھر آپ [illegible] کے ساتھ معرکہ صفین میں شامل ہوئے جس میں آپ کا انتقال [illegible] ۱۹۱ [illegible]

۷۔ عمیر بن ابی عمیر

۸۔ اور اس عمیر کا بیٹا اور بنی عبد شمس کے دو غلام

۹۔ عبیدہ بن سعید بن العاص ۔۔۔ اسے حضرت زبیر بن العوام نے قتل کیا۔

۱۰۔ عاص بن سعید بن العاص ۔۔۔ اسے حضرت علی نے قتل کیا۔

۱۱۔ عقبہ بن ابی معیط ۔۔۔ اسے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے ایک مکان میں جسے عرق الظبیہ کہا جاتا ہے باندھ کر قتل کیا، یہ واقعہ اسلامی فوج کی مدینہ کی طرف واپسی کے دوران ہوا۔

۱۲۔ عامر بن عبداللہ النمری (ان کا حلیف تھا) ۔۔۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

(ب) اور بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ حارث بن عامر بن نوفل ۔۔۔ اسے خبیب بن اساف نے قتل کیا۔

۲۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل ۔۔۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

(ج) اور بنی اسد بن عبد العزی سے سات آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ زمعہ بن اسود بن مطلب ۔۔۔ اسے ثابت بن جذع نے قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اس کے قتل میں علی بن ابی طالب اور حمزہ بن عبد المطلب بھی شریک تھے۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۰) کٹ گئی۔ پھر حضرت عمر نے آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ آپ مکہ میں اظہار اسلام کرنے والے سات آدمیوں میں سے پہلے آدمی ہیں جیسا کہ ابن ہشام نے بیان کیا ہے۔ آپ کے متعلق متواتر احادیث میں ہے کہ آپ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ آپ صفین میں حضرت علی کی فوج میں قتل ہوئے جب کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان کے متعلق فتنہ پیدا کیا اور مالک بن اشتر نخعی کے ساتھ تو یہ بات ہے کہ آپ کے معاملہ میں شریک ہوئے یہاں تک کہ مجرموں نے آپ کو قتل کر دیا۔ اس قتل سے وہ فتنہ پیدا ہوا جس کی تاریکی میں آج تک مسلمان ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اور انتشار کا شکار ہیں۔

۲۔ ابوالبختری بن ہشام ۔۔۔ اس کا نام عاص بن ہشام بن حارث ہے۔ اسے مجذر بن زیاد بلوی نے قتل کیا۔

۳۔ حنظلہ بن ابی سفیان ۔۔۔ اسے زید بن حارثہ نے قتل کیا

۴۔ نوفل بن خویلد بن اسد کو علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ یہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا بھائی تھا اور قریش کے شیاطین میں سے تھا۔

۵۔ عقیل بن اسود بن مطلب ۔۔۔ اسے حضرت حمزہ اور حضرت علی نے قتل کیا۔

۶۔ منبہ بن حجاج ۔ یہ ایک مشہور آدمی تھا اور بنی سہم کا حلیف تھا۔

۷۔ اور ابن حنظلہ جس کا نام حبیب تھا۔

(د) بنو عبدالدار بن قصی سے چار آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ ۔۔۔ نضر جنگ بدر میں قید ہوا۔ یہ مشرکین کا علمبردار تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے باندھ کر قتل کیجئے۔ قتل کے حکم کا نفاذ حضرت علی بن ابی طالب نے اثیل مقام پر کیا جو وادی صفراء کے قریب ہے۔ نضر قریش کے شیاطین میں سے تھا اور جنگ کے بڑے مجرموں میں سے تھا اور مسلمانوں کو بہت ایذا دیا کرتا تھا۔

۲۔ زید بن ملیص ۔ عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کا غلام تھا۔۔۔ اسے بلال بن

سلہ بلال بن رباح حبشی تھے۔ [illegible] بلال بن رباح کے نام سے مشہور تھے آپ اسلام لانے والوں میں [illegible] تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے امیہ بن خلف کے عذاب شدید سے نجات دلانے کے لیے خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ [illegible] وہاں [illegible] تھے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ آپ نے [illegible] حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے [illegible] [illegible]

[illegible] نے قتل کیا جو ان دنوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام تھے۔

۲۔ جبیر بن زید بن طلیس، بنی مازن سے اور پھر بنی تمیم سے ان کا حلیف تھا۔

۳۔ حبیب بن سبط، قیس سے، ان کا حلیف تھا۔

(ھ) بنی تیم بن مرہ سے چند آدمی قتل ہوئے

۱۔ مالک بن عبید اللہ بن عثمان، یہ طلحہ بن عبید اللہ کا بھائی ہے، زخمی ہوا اور قیدی میں مر گیا اور اسے مقتولوں میں شمار کیا گیا۔

۲۔ طلحہ بن عبد اللہ بن جدعان

۳۔ عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ...... اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا۔

۴۔ عثمان بن مالک بن عبید اللہ ...... اسے صہیب بن سنان نے قتل کیا۔

(بقیہ صفحہ ۲۱۴) صحبت کی۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو مشرکین کے سبب بڑی اذیت جھیلتے رہے۔ امیہ بن خلف دوپہر کے گرم ہو جانے پر آپ کو نکال کر مکہ کی گرمی میں لٹا دیتا۔ وہ بہت بڑا پتھر منگوا کر لاتا پھر بڑی چٹان کو آپ کے سینے پر رکھنے کا حکم دیتا پھر کہتا جب تک تم مر نہ جاؤ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار نہ کرو اسی حالت میں رہو گے۔ اس خوفناک عذاب کے تحت بھی بلالؓ صرف احد احد کہہ دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کے پاس سے گزرے تو آپ نے ایک سیاہ غلام کے بدلے آپ کو ان سے خرید لیا۔ اصحاب حدیث نے آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں ستر کے لگ بھگ عمر میں وفات پائی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] صہیب بن سنان بن مالک جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کو صہیب رومی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے نسب کے متعلق نسب والوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض آپ کو بنو تغلب سے قرار دیتے ہیں۔ رومیوں نے آپ کو چھوٹی عمر میں قید کر لیا تھا کیونکہ آپ کے ابا ایران کی جانب سے عراق کے [illegible] پر حاکم تھے۔ صہیب نے روم کے علاقے میں نشو و نما پائی اور وہاں سے بھاگ گئے۔ پھر کلب قبیلے کے ایک آدمی نے آپ کو خریدا اور مکہ میں فروخت کر دیا۔ پھر عبد اللہ بن جدعان تیمی نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔

(د) اور بنی مخزوم (خالد بن ولید کا قبیلہ) سے بیس آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ مکی فوج کا سالار اعظم ابو جہل بن ہشام جس کا اصل نام عمرو بن ہشام بن مغیرہ ابن عمرو بن مخزوم تھا۔ اسے معاذ بن عمرو بن الجموح نے تلوار کی ضرب سے اپاہج کر دیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی۔ پھر معاذ بن عفراء نے تلوار مار کر اس کو چھید دیا پھر عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر کاٹ کر اسے مار دیا۔

۲۔ عاص بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ۔۔۔ اسے حضرت عمر نے قتل کیا (یہ آپ کا ماموں تھا)

۳۔ یزید بن عبداللہ (ان کا حلیف تھا اور بنی تمیم میں سے تھا) اسے حضرت عمار ابن یاسر نے قتل کیا۔

۴۔ ابو مسافع اشعری (ان کا حلیف تھا) اسے حضرت ابو دجانہ نے قتل کیا۔

۵۔ حرملہ بن عمرو (ان کا حلیف تھا، اسد قبیلے سے تھا) اسے خارجہ بن زید نے قتل کیا۔

۶۔ مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ ۔۔ اسے حضرت علی نے قتل کیا۔

۷۔ ابو قیس بن ولید بن مغیرہ (خالد بن ولید کا بھائی) اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۱) آزاد کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ رومی الاصل ہیں۔ آپ روم کے علاقے سے بھاگ کر مکہ آ گئے۔ اور ابن جدعان کے حلیف بن گئے جس پر بات آپ رومی الاصل کہلائے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ سرخ و سفید رنگ کے اور پرگوشت میانہ قد کی صفت ہے۔ آپ اسلام کے سابقین الاولین میں سے تھے۔ ایمان لانے والوں میں شامل تھے جنہیں نا رحمانی عذاب دیا جاتا تھا۔ آپ نے امیر المومنین علی کے ساتھ ہجرت کی اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ آپ ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو آپ نے وصیت کی کہ صہیب ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ صہیب ستر سال کی عمر میں ۳۸ھ کو فوت ہوئے۔

۸۔ ابو قیس بن الفاکہ بن مغیرہ ... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۹۔ رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم ... اسے سعد بن ربیع نے قتل کیا۔

۱۰۔ المنذر بن ابی رفاعہ بن عابد ... اسے معن بن عدی بن الجد بن العجلان نے قتل کیا۔

۱۱۔ السائب بن ابی السائب بن عابد ... اسے حضرت زبیر بن العوام نے قتل کیا۔ ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ السائب نے اسلام قبول کر لیا تھا (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۷۱۱)۔

۱۲۔ اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ... اسے حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب نے قتل کیا۔

۱۳۔ حاجب بن السائب بن عویمر بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم ... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۱۴۔ عویمر بن السائب بن عویمر ... اسے نعمان بن مالک قوقلی نے مبارزت میں قتل کیا۔

۱۵۔ عمرو بن سفیان ان کا حلیف تھا، طی قبیلے سے تھا ... اسے یزید بن رقیش نے قتل کیا۔

۱۶۔ جابر بن سفیان ان کا حلیف تھا، طی قبیلے سے تھا ... اسے ابو بردہ ابن نیار نے قتل کیا۔

۱۷۔ عبداللہ بن المنذر بن ابی رفاعہ ... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۱۸۔ حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ ... اسے سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا۔

۱۹۔ ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ ... اسے صہیب بن سنان نے قتل کیا۔

۲۰۔ زہیر بن ابی رفاعہ ... اسے ابو اسید مالک بن ربیعہ نے قتل کیا۔

۲۱۔ السائب بن ابی رفاعہ ... اسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا۔

۲۲۔ عائذ بن السائب بن عویمر ... اسے حمزہ بن عبدالمطلب نے جنگ میں زخمی کیا پھر یہ قید ہو گیا پھر اس نے فدیہ دیا پھر اس زخم کے اثر سے فوت ہو گیا۔

۲۳۔ طی کا ایک آدمی جس کا نام عمیر تھا (طی سے ان کا حلیف تھا)

۲۴۔ ایک اور آدمی جس کا نام خیار تھا (قارہ سے ان کا حلیف تھا)

(قریش اور بنی سہم بن عمرو (عمرو بن العاص کا قبیلہ) سے سات آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ منبہ بن حجاج بن حذیفہ بن سعد بن سہم ... اسے ابو الیسر بنی سلمہ کے بھائی نے قتل کیا۔

۲۔ اس کا بیٹا عاص بن منبہ بن حجاج ... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۳۔ اس کا بھائی نبیہ بن حجاج ... اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور سعد بن ابی وقاص نے مل کر قتل کیا۔

۴۔ ابو العاص بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم ... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نعمان بن مالک قوقلی نے اور بعض کہتے ہیں کہ ابو دجانہ نے اسے قتل کیا تھا۔

۵۔ عاصم بن ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم ... اسے ابو الیسر بنی سلمہ کے بھائی نے قتل کیا۔

۶۔ حارث بن منبہ بن حجاج ... اسے صہیب بن سنان نے قتل کیا۔

۷۔ عامر بن عوف بن ضبیرہ، عاصم بن ضبیرہ کا بھائی ... اسے عبداللہ بن سلمہ العجلانی نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو دجانہ نے قتل کیا ہے۔

(ح) اور عامر بن لوی سے دو آدمی قتل ہوئے

۱۔ معاویہ بن عامر، بنی عبد القیس سے ان کا حلیف تھا، ابن ہشام کے قول کے مطابق اسے عکاشہ بن محصن[1] نے قتل کیا۔

۲۔ معبد بن وہب، بنی کعب بن عوف سے ان کا حلیف تھا، اسے بکیر کے بیٹوں خالد اور ایاس نے قتل کیا۔

(ط) اور بنی جمح بن عمرو بن ہصیص سے چار آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح .... اسے بنی مازن کے ایک انصاری جوان نے قتل کیا

۲۔ اس کا بیٹا علی بن امیہ بن خلف .... اسے عمار بن یاسر نے قتل کیا۔

۳۔ اوس بن معیر بن لوذان بن سعد بن جمح .... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اسے حصین بن حارث اور عثمان بن مظعون نے قتل کیا۔

۴۔ سبرہ بن مالک، ان کا حلیف تھا، اس کا قاتل معلوم نہیں ہو سکا۔

---

[1] عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس، بنی اسد بن خزیمہ سے ہیں۔ بنی عبد شمس کے حلیف اور اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کی نسبت یہ مثال بیان کی جاتی ہے کہ سبقک بہا عکاشہ۔ یہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی جب آپ نے فرمایا کہ ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ عکاشہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کرلے۔ آپ نے فرمایا: تو ان میں سے ہے۔ دوسرے آدمی نے بھی ذکر کیا تو آپ نے اسے فرمایا سبقک بہا عکاشہ، یعنی عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے پھر یہی جملہ سبقت کرنے کے متعلق ضرب المثل بن گئی۔ جنگ ارتداد میں عکاشہ شہید ہوئے، آپ کو طلیحہ بن خویلد اسدی نے قتل کیا۔

مشرکین کے اسیر اور ان کے نام

جنگ بدر کے روز مشرکین کے جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے وہ بھی ستر تھے

جن کے نام درج ذیل ہیں:

(الف) بنی ہاشم سے چار آدمی قید ہوئے۔

۱۔ عباس بن عبدالمطلب[1]

۲۔ عقیل بن ابی طالب[2]۔ حضرت علی بن ابی طالب کے بھائی۔

---

[1] عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ [illegible] جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے [illegible] آپ نے [illegible] عقیل بن ابی طالب کا فدیہ دیا اور خود بھی [illegible] بعض کہتے ہیں کہ آپ اسلام لا چکے تھے [illegible] جاسوس مقرر تھے [illegible] مسلمان ہو گئے [illegible] ہجرت کی [illegible] جب آپ نے [illegible] وفات ۳۲ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

[2] عقیل بن ابی طالب۔ حضرت علی کے بھائی تھے۔ [illegible] حضرت علی اور حضرت معاویہ کے [illegible] حضرت معاویہ کے [illegible]

۳۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب

۴۔ ایک حلیف جس کا نام عتبہ تھا، وہ ان کا حلیف تھا۔

ب۔ اور بنی المطلب بن عبد مناف سے چار آدمی قید ہوئے۔

۱۔ السائب بن عبید بن عبد یزید

۲۔ نعمان بن عمرو بن علقمہ بن المطلب

۳۔ عقیل بن عمرو، ان کا حلیف تھا،

۴۔ اس کا بھائی تمیم، ان کا حلیف تھا،

۵۔ تمیم کا بیٹا جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا، وہ بھی ان کا حلیف تھا،

ج۔ اور بنی عبد شمس بن عبد مناف سے نو آدمی قید ہوئے۔

۱۔ عمرو بن ابی سفیان بن حرب

۲۔ حارث بن ابی وجزہ

[illegible] حضرت عباس نے عقیل سے کہا آج تو تمہارا ساتھ ہے آپ نے فرمایا تمہارا جواب [illegible] حبشہ میں تھا [illegible] روایت کی ہے [illegible] اس [illegible] ہو کی خلافت [illegible]

[illegible] بعض مؤرخوں نے پہلا [illegible] عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف [illegible] کے لڑکے تھے ان کے چچا عباس نے ان کا فدیہ دیا [illegible] آپ [illegible] کا [illegible] کرتے تھے [illegible] اسلام [illegible] حضرت عمر بن الخطاب کی خلافت کے دوسرے سال [illegible] اور حضرت [illegible] کے [illegible] السائب بن عبید بن عبد یزید [illegible] المطلب بن عبد مناف [illegible] مشرکین کے [illegible] ہاشم کے [illegible] طرح [illegible]

۲۔ ابوالعاص بن ربیع[1]

۴۔ ابوالعاص بن نوفل بن عبد شمس

۵۔ ابو ریشہ بن عمرو ان کا حلیف تھا

۶۔ عمرو بن فلاں زرقی ان کا حلیف تھا

۷۔ عقبہ بن عبدالحارث بن الحضرمی ان کا حلیف تھا

۸۔ خالد بن اسید بن ابی العیص[2]

---

[1] ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کا نام لقیط تھا اور بعض کے نزدیک یاسر تھا۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب سے شادی کی جبکہ دونوں مشرک تھے آپ شریف اور امانت دار مشہور تھے یہاں تک کہ آپ کو امین کا لقب دیا گیا تھا اسی وجہ سے قریش اپنے اموال آپ کے پاس امانت رکھتے تھے اور آپ سرمایہ دار قریشیوں کے بہت سے اموال سے مضاربت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ شام سے اہل مکہ کی بہت سی تجارت کے ساتھ واپس آ رہے تھے تو بعض صحابہ نے آپ سے اپنی مال اور آپ کے پاس جو اموال تھے انھیں دشمن کے اموال خیال کرکے ان پر قبضہ کرنا چاہا تو آپ نے بیوی کو اطلاع کر دی اور وہ انھیں پناہ دیتی ہے اس طرح وہ مامون ہو گئے۔ پھر بعض صحابہ بغیر جنگ کیے ان کے اموال کے پاس گئے اور انھیں کہنے لگے کیا آپ اسلام لا سکتے ہیں تو آپ کے پاس مشرکین مکہ کے جو اموال تھے ان کی وجہ سے غنیمت ہو گئے۔ آپ نے کہا تم نے مجھے بہت بری بات کا حکم دیا ہے کہ میں اپنے دین کو دھوکے بازی سے شروع کروں۔ پھر آپ اہل مکہ کی تجارت کے ساتھ چلتے ہوئے مکہ پہنچ گئے اور ہر حقدار کو اس کا حق دیا۔ پھر اہل مکہ کو پکار کر کہا اے اہل مکہ کیا میں نے اپنا عہد پورا کر دیا؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اسی وقت اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کو پہلے نکاح کے ساتھ واپس کر دیا۔ ابوالعاص کی وفات ۱۲ھ کو ہوئی۔

[2] خالد بن اسید ابن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس یہ عتاب بن اسید کے بھائی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ابوبکر کہا گیا ہے فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔ آپ کے بھائی عتاب تھے۔ آپ کو مرتدوں سے جنگ کرنے والی فوج کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔

۹۔ ابو العریض یسار (عاص بن امیہ کا غلام)

(د) اور بنی نوفل بن عبد مناف سے چار آدمی قید ہوئے

۱۔ عدی بن خیار بن عدی بن نوفل

۲۔ عثمان بن عبد شمس، غزوان بن جابر کا بھتیجا (اور بنی مازن بن منصور میں سے ان کا حلیف)

۳۔ ابو ثور (ان کا حلیف)

۴۔ نبہان (ان کا غلام)

(ھ) اور بنی عبد الدار بن قصی سے تین آدمی قید ہوئے

۱۔ ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم (مصعب بن عمیر کا بھائی)

۲۔ اسود بن عامر (ان کا حلیف)

۳۔ عقیل یمن کا ایک آدمی جو ان کا حلیف تھا۔

(و) بنی اسد بن عبد العزی سے چار آدمی قید ہوئے۔

۱۔ السائب بن ابی حبیش بن المطلب بن اسد

۲۔ حویرث بن عباد بن عثمان بن اسد

۳۔ سالم بن شماخ (ان کا حلیف)

۴۔ عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث

(ز) اور بنی مخزوم بن یقظہ سے دس آدمی قید ہوئے

۱۔ خالد بن ہشام بن مغیرہ

۲۔ امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ

۳۔ عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ

۴۔ ابو المنذر بن ابی رفاعہ

۵۔ ابو عطاء عبداللہ بن ابی السائب

۶۔ المطلب بن حنطب بن الحارث

۷۔ خالد بن اعلم ان کا حلیف، یہ پہلا شخص تھا جو میدان سے شکست کھا کر بھاگا حالانکہ یہ اس جنگ میں شعر پڑھتا ہوا آیا تھا جو بات قتل میں اس سے منسوب ہے کہ خود میدان سے بھاگ جانے والے زخم ہماری ایڑیوں پر خون نہیں بہاتے بلکہ خون ہمارے قدموں پر ٹپکتا ہے۔

۸۔ ولید بن الولید (حضرت خالد بن ولید کا بھائی)

۹۔ صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد

۱۰۔ قیس بن السائب

(ح) اور بنی سہم بن عمرو بن ہصیص سے پانچ آدمی قید ہوئے

۱۔ ابو وداعہ بن ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم

۲۔ فروہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد بن سہم

۳۔ حنظلہ بن قبیصہ بن حذافہ بن سعد بن سہم

۴۔ حجاج بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم

۵۔ ایک آدمی جس کا نام اسلم تھا اور نبیہ بن حجاج کا غلام تھا

(ط) اور بنی جمح بن عمرو بن ہصیص سے بھی ۵ آدمی قید ہوئے

۱۔ عبداللہ بن ابی بن خلف بن ابی وہب

۲۔ ابو عزہ عمرو بن عبداللہ بن عثمان بن وہب

۳۔ فاکہ امیہ بن خلف کا غلام

۴۔ وہب بن عمیر

۵۔ ربیعہ بن دراج بن عنبس بن اہبان بن وہب

۶۔ عمرو بن ابی بن خلف

۷۔ ابو رہم بن عبد اللہ (ان کا حلیف)

۸۔ ایک اور آدمی جو ان کا حلیف تھا، ابن اسحاق سے اس کا نام چوک گیا ہے اور اس نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

۹۔ نسطاس (امیہ بن خلف کا غلام)

۱۰۔ امیہ بن خلف کا ایک دوسرا غلام، جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

۱۱۔ ابو رافع (امیہ بن خلف کا غلام)

(ی) اور بنی عامر بن لوی سے پانچ آدمی قید ہوئے۔

۱۔ سہیل بن عمرو[1]۔ اسے مالک بن الدخشم نے قید کیا۔

۲۔ عبد بن زمعہ بن قیس

۳۔ عبد الرحمن بن مشنوء بن وقدان

۴۔ حبیب بن جابر

۵۔ السائب بن مالک

---

[1] سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود العامری القرشی جلیل القدر صحابی اور قریش کا بڑا خطیب فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ اسلام اور جاہلیت میں قریش کے نمایاں سرداروں میں سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں اس نے قریش کی نیابت کی۔ فتح کے روز جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم کیا سمجھتے ہو؟ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا ہم اچھی بات کہتے ہیں اور نیک ظن رکھتے ہیں۔ آپ کریم بھائی، اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں، آپ کو قدرت حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی یوسف کی طرح کہتا ہوں: آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ سہیل شام کی لڑائیوں میں جہاد کرتے تھے، وہ جہاد کرتے ہی طاعون عمواس میں جنگ کرتے ہوئے فوت ہو گئے۔

(ک) اور بنی حارثہ بن فہر سے چار آدمی قید ہوئے۔

۱۔ طفیل بن ابی قنیع

۲۔ عتبہ بن عمرو بن جحدم

۳۔ شافع (یمن کا ایک آدمی، ان کا حلیف تھا)

۴۔ شفیع (یمن کا ایک آدمی، ان کا حلیف تھا)

بدر میں شامل ہونے والے مسلمانوں کے نام

معرکہ بدر میں تین سو تیرہ مسلمان شامل ہوئے، جن میں سے چھیاسی مہاجرین اور دو سو ستائیس انصار تھے، جن میں ایک سو ستر خزرجی اور اکسٹھ اوسی تھے۔ ان تمام بدریوں کے نام ان کے قبائل کی طرف منسوب ہیں۔

بدری مہاجرین

(الف) بنی ہاشم بن عبد مناف سے آٹھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ سید المرسلین محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۔ حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

۳۔ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

۴۔ زید بن حارثہ بن شرحبیل کلبی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام)

۵۔ انسہ حبشی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام)

۶۔ ابو کبشہ فارسی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام)

۷۔ کناز بن حصین بن یربوع (ان کا حلیف، یہ قیس عیلان سے تھا اور اس کی کنیت ابو مرثد تھی۔)

۵۔ ان کا بیٹا مرثد بن ابی مرثد: یہ بھی انہی کے حلیف تھے۔

(ب) اور بنی المطلب بن عبد مناف سے چار آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عبیدہ بن حارث بن المطلب، جو جنگ میں قتل ہوئے۔

۲۔ طفیل بن حارث بن المطلب

۳۔ حصین بن حارث بن المطلب

۴۔ مسطح: ان کا نام عوف بن اثاثہ بن عباد بن المطلب تھا۔

(ج) اور بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے سولہ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عثمان بن عفان: آپ اپنی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کی وجہ سے مدینہ میں پیچھے رہ گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت میں ان کا حصہ لگایا اور آپ کو بدریوں میں شامل کیا۔

۲۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف

۳۔ سالم: ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے غلام[1]

---

[1] ابن ہشام نے کہا: ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کا غلام۔ سالم جلیل القدر و ممتاز صحابہ میں سے تھے اور رسول کریم کے ساتھیوں اور دوستوں میں سے تھے اور ایک انصاری عورت [illegible] کے غلام تھے۔ اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔ پھر مشہور صحابی ابو حذیفہ [illegible] ابو حذیفہ نے آپ کو اپنا بیٹا بنا لیا جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو بیٹا بنا لیا تھا۔ ابو حذیفہ آپ کو بیٹا سمجھتا تھا اور آپ سے اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید بن عتبہ کا نکاح کر دیا۔ پھر جب آیت ادعوھم لآبائھم نازل ہوئی تو ہر کسی سے جس کو بیٹا بنایا ہوا تھا اسے اپنے باپ کی طرف لوٹا دیا اور جس کے باپ کا پتہ نہ چل سکا وہ اپنے محسن اور [illegible] کی طرف لوٹا دیا۔ [illegible] صحابہ میں قرآن کے عالم تھے اور مسجد قبا میں نماز پڑھنے والوں کی امامت کیا کرتے تھے جن میں عمر [illegible] بھی موجود ہوتے تھے۔ آپ بدر میں [illegible] آپ نے عمر بن خطاب کے ساتھ ہجرت کی [illegible]

۴۔ عبداللہ بن جحش، ان کا حلیف۔

۵۔ عکاشہ بن محصن، ان کا حلیف۔

۶۔ شجاع بن وہب بن ربیعہ، ان کا حلیف۔

۷۔ عقبہ بن وہب بن ربیعہ، ان کا حلیف۔

۸۔ یزید بن رقیش، ان کا حلیف۔

۹۔ ابو سنان بن محصن بن حرثان بن قیس، ان کا حلیف۔

۱۰۔ سنان بن ابی سنان، ان کا حلیف۔

۱۱۔ محرز بن نضلہ بن عبداللہ، ان کا حلیف۔

۱۲۔ ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ، ان کا حلیف۔

۱۳۔ ثقیف بن عمرو، ان کا حلیف۔

۱۴۔ مالک بن عمرو، ان کا حلیف۔

۱۵۔ مدلج بن عمرو، ان کا حلیف۔

۱۶۔ ابو مخشی، ان کا حلیف۔

(بقیہ فٹ نوٹ ۲۰) بہت تعریف کرتے تھے۔ جب حضرت علی [illegible] ہو گئے اور خود خلافت کے متعلق سوچنے لگے تو آپ [illegible] جواب سے [illegible] ہو گئے تو [illegible] خلافت کے لیے [illegible] کے لیے خلافت کی [illegible] یہ بات [illegible] الاثر [illegible] ہے کہ آپ حضرت علی [illegible] تھے۔ [illegible] میں [illegible] تھے [illegible] کیا کرتے تھے [illegible] سے [illegible] صاحب [illegible] جمل [illegible] ہوئے اور [illegible] آپ کو [illegible] شہید ہو گئے۔ اور [illegible] کا [illegible] کا واقعہ ہے۔

(ھ) اور بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عتبہ بن غزوان، ان کا حلیف۔

۲۔ خباب، عتبہ بن غزوان کا غلام ان کا حلیف۔

(و) اور بنی اسد بن عبد العزیٰ سے تین آدمی شامل ہوئے

۱۔ زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد

۲۔ حاطبؓ بن ابی بلتعہ، ان کا حلیف۔

۳۔ سعد کلبی، حاطب بن ابی بلتعہ کا غلام ان کا حلیف

(ز) اور بنی عبد الدار بن قصی سے دو آدمی شامل ہوئے

۱۔ مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار

۲۔ سویبط بن سعد بن حرملہ

(ح) اور بنی زہرہ بن کلاب سے آٹھ آدمی شامل ہوئے

۱۔ عبد الرحمٰن بن عوف

۲۔ سعد بن ابی وقاص

۳۔ عمیر بن ابی وقاص

۴۔ مقداد بن عمرو بن ثعلبہ، ان کا حلیف۔

۵۔ عبد اللہ بن مسعود بن حارث ہذلی، ان کا حلیف۔

لہ۔ عمیر بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی۔ آپ اپنے بھائی عمر سے زیادہ حسن رسیدہ تھے۔ آپ ان سے پہلے مسلمان ہو گئے اور ابتدائی مہاجروں میں شامل ہوئے۔ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ آپ سولہ برس کے عمر کے تھے آپ کے بھائی حضرت سعد کو آپ کا بہت غم ہوا۔ جب آپ قتل ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ جنتیوں میں بادشاہت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ بدر سے پہلے ایمان لائے اور بدر سے پہلے شہید ہوئے۔ صحیح میں آپ کی ایک حدیث روایت ہوئی ہے

۶۔ مسعود بن ربیعہ بن عمرو بن سعد (ان کا حلیف)

۷۔ ذوالشمالین بن عمرو بن نضلہ خزاعی (ان کا حلیف)

۸۔ خباب بن الارت تمیمی (ان کا حلیف)

(ط) اور بنی تیم بن مرہ سے پانچ آدمی شامل ہوئے

۱۔ ابوبکر صدیق۔ آپ کا نام عتیق بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ہے۔

۲۔ بلال بن رباح (ابوبکر صدیق کا غلام)

۳۔ عامر بن فہیرہ (ابوبکر صدیق کا غلام)

۴۔ صہیب بن سنان (عبداللہ بن جدعان تیمی کا غلام)

۵۔ طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ آپ جنگ کے وقت شام گئے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا حصہ لگایا اور آپکو اجر میں بدریوں کے ساتھ شامل کیا۔

(ی) اور بنی مخزوم سے پانچ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ آپ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد ہے۔

۲۔ شماس بن عثمان بن شرید

۳۔ ارقم بن ابی ارقم (آپ کا نام عبد مناف بن اسد ہے)

۴۔ عمار بن یاسر

۵۔ معتب بن عوف بن عامر خزاعی (ان کا حلیف)

(ک) اور بنی عدی بن کعب (حضرت عمر کا قبیلہ) سے تیرہ آدمی شامل ہوئے

۱۔ عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی

۲۔ مہجع العکی (حضرت عمر بن الخطاب کا غلام)

۳- عمرو بن سراقہ بن معتمر

۴- واقد بن عبد اللہ بن عبد مناف بن یربوع، ان کا حلیف

۵- خولی بن ابی خولی، ان کا حلیف

۶- عبد اللہ بن سراقہ

۷- مالک بن ابی خولی، ان کا حلیف

۸- عامر بن بکیر بن عبد یالیل، ان کا حلیف

۹- عاقل بن بکیر

۱۰- خالد بن بکیر

۱۱- ایاس بن بکیر

۱۲- زید بن الخطاب (حضرت عمر بن الخطاب کا بھائی)

۱۳- سعید بن زید بن عمرو بن نفیل۔ آپ شام میں تھے۔ جب آپ آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا حصہ لگایا اور اجر میں آپ کو بدریین میں شامل کیا۔ پس آپ بدری ہوگئے۔

(ل) اور بنی جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب سے پانچ آدمی شامل ہوئے۔

۱- عثمان بن مظعون

۲- السائب بن عثمان بن مظعون

۳- قدامہ بن مظعون

۴- عبد اللہ بن مظعون

۵- معمر بن حارث بن معمر

(م) اور بنی سہم بن عمرو بن ھصیص سے ایک آدمی شامل ہوا۔

۱- ایک آدمی جس کے نام کو ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔

اور بنی عامر بن لوی سے سات آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ

۲۔ عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ

۳۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو

۴۔ عمیر بن عوف، سہیل بن عمرو کا غلام

۵۔ سعد بن خولہ، ان کا حلیف

۶۔ وہب بن سعد بن ابی سرح

۷۔ حاطب بن عمرو

اور بنی حارث بن فہر سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عامر بن عبداللہ بن الجراح، جو ابوعبیدہ بن الجراح کے نام سے مشہور ہیں

۲۔ عمرو بن حارث بن زہیر

۳۔ سہیل بن وہب بن ربیعہ

۴۔ صفوان بن وہب بن ربیعہ

۵۔ عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ

۶۔ عیاض بن زہیر

یہ مہاجرین میں سے بدری صحابہ ہیں رضی اللہ عنہم وارضاہم۔ ان میں سے تین آدمی جنگ میں شامل نہیں تھے اور وہ بدریوں میں شمار ہیں۔ حضور کے ہاں ان کا اجر بھی بدریوں کی طرح ہے اور غنیمت میں سے اپنا حصہ پایا۔ وہ یہ ہیں۔ عثمان بن عفان

طلحہ بن عبیداللہ

اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل۔

بدری انصار کے نام

(الف) بنی عبد الاشہل (اوس کا ایک بطن) سے پندرہ آدمی شامل ہوئے۔

۱- سعد بن معاذ

۲- حارث بن اوس بن معاذ

۳- حارث بن انس بن رافع

۴- سعد بن زید بن مالک

۵- سلمہ بن سلامہ بن وقش

۶- عباد بن بشر بن وقش

۷- سلمہ بن ثابت بن وقش

۸- رافع بن یزید بن کرز

۹- حارث بن خزمہ بن عدی

۱۰- محمد بن مسلمہ

۱۱- سلمہ بن اسلم بن حریش (بنی حارثہ سے ان کا حلیف)

۱۲- ابو الہیثم بن التیہان

۱۳- عبید بن التیہان

۱۴- عمرو بن معاذ بن نعمان

۱۵- عبداللہ بن سہل

(ب) اور بنی ظفر (اوس کا ایک بطن) سے دو آدمی شامل ہوئے

۱- قتادہ بن نعمان بن زید

۲- عبید بن اوس بن مالک

(ج) اور بنی عبید بن رزاح (اوس کا ایک بطن) سے تین آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ نصر بن حارث بن عبید

۲۔ معتب بن عبید

۳۔ عبداللہ بن طارق البلوی (ان کا حلیف)

(د) اور بنی حارثہ بن حارث (اوس کا ایک بطن) سے تین آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ مسعود بن سعد بن عامر

۲۔ ابو عبس بن جبیر

۳۔ صاقی بن نیار البلوی (ان کا حلیف)

(ھ) اور بنی عمرو بن عوف (اوس کا ایک بطن) سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عاصم بن ثابت بن قیس

۲۔ قیس ابو الافلح بن عصمہ

۳۔ معتب بن قشیر

۴۔ ابو ملیل بن الازعر

۵۔ عمرو بن معبد الازعر

۶۔ سہل بن حنیف

(و) اور بنی امیہ بن زید (اوس کا ایک بطن) سے نو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر

۲۔ رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر

۳۔ سعد بن عبید بن نعمان

۴۔ عویم بن ساعدہ

۵۔ رافع بن عنجدہ

۶- عبید بن ابی عبید

۷- ثعلبہ بن حاطب

۸- حارث بن حاطب۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے راستے سے ہی واپس آ گئے۔ آپ نے ان کا حصہ لگایا اور اجر میں بدریوں کے ساتھ شامل کیا۔

۹- ابو لبابہ

(ف) اور بنی عبید بن زید (اوس کا ایک بطن) سے سات آدمی شامل ہوئے۔

۱- انیس بن قتادہ بن ربیعہ

۲- معن بن عدی بن الجد البلوی (ان کا حلیف)

۳- عبداللہ بن سلمہ العجلانی (ان کا حلیف)

۴- زید بن اسلم بن ثعلبہ العجلانی (ان کا حلیف)

۵- ربعی بن رافع بن زید العجلانی (ان کا حلیف)

۶- عاصم بن عدی بن الجد العجلانی (ان کا حلیف) آپ مسلمانوں کے ساتھ بدر کی طرف گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو واپس کر دیا اور اصحاب بدر کے ساتھ آپ کا حصہ لگایا اور آپ کو بدریوں میں شامل کیا۔

۷- ثابت بن اقرم بن ثعلبہ العجلانی (ان کا حلیف)

(س) اور بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف (اوس کا ایک بطن) سے سات آدمی شامل ہوئے

۱- عبداللہ بن جبیر بن نعمان

۲- عاصم بن قیس بن ثابت

۳- ابو ضیاح بن ثابت بن نعمان

۴- ابو حنہ (اور بعض آپ کو ابو حبہ بن ثابت بن نعمان کہتے ہیں)

۵- سالم بن عمیر بن ثابت

۶۔ حارث بن نعمان بن امیہ

۷۔ خوات بن جبیر بن نعمان

(ط) اور بنی جحجبی بن کلفہ بن عوف (اوس کا ایک بطن) سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ منذر بن محمد بن عقبہ

۲۔ ابو عقیل بن عبداللہ بن ثعلبہ جو بنی نیعت سے بلی، ان کا حلیف،

(ی) اور بنی غنم بن السلم (اوس کا ایک بطن) سے پانچ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ سعد بن خیثمہ

۲۔ منذر بن قدامہ بن عرفجہ

۳۔ مالک بن قدامہ بن عرفجہ

۴۔ حارث بن عرفجہ

۵۔ تمیم (ان کا غلام)

(ک) اور بنی معاویہ بن مالک بن عوف (اوس کا ایک بطن) سے تین آدمی شامل ہوئے

۱۔ جبر بن عتیک بن حارث

۲۔ مالک بن نمیلہ (جو مزینہ سے) ان کے حلیف تھے،

۳۔ نعمان بن عصر (ان کا حلیف) بلی قبیلہ سے۔

یہ خصوصاً قبیلہ اوس کے بدری انصار ہیں اور یہ اکسٹھ جانباز ہیں۔

خزرج کے بدریوں کے نام

(الف) بنی امرئ القیس بن مالک سے چار آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ خارجہ بن زید

۲۔ سعد بن الربیع

۳ ۔ عبداللہ بن رواحہ

۴ ۔ خلاد بن سوید بن ثعلبہ

(ب) اور بنی زید بن مالک سے دو آدمی شامل ہوئے

۱ ۔ بشیر بن سعد بن ثعلبہ

۲ ۔ سماک بن سعد بن ثعلبہ

(ج) اور بنی عدی بن کعب بن الخزرج سے تین آدمی شامل ہوئے ۔

۱ ۔ سبیع بن قیس بن عیشہ

۲ ۔ عباد بن قیس بن عیشہ

۳ ۔ عبداللہ بن عبس

(د) اور بنی احمر بن حارثہ بن ثعلبہ سے ایک آدمی شامل ہوا ۔

۱ ۔ یزید بن حارث بن قیس

(ھ) اور بنی جشم بن حارث بن الخزرج سے چار آدمی شامل ہوئے ۔

۱ ۔ خبیب بن اساف بن عتبہ

۲ ۔ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ

۳ ۔ حریث بن زید بن ثعلبہ

۴ ۔ سفیان بن بشر

(و) اور بنی جدارہ بن عوف بن حارث سے چار آدمی شامل ہوئے ۔

۱ ۔ تمیم بن یسار بن قیس

۲ ۔ عبداللہ بن عمیر

۳ ۔ زید بن المزین بن قیس

۴ ۔ عبداللہ بن عرفطہ بن عدی ۔

(ز) اور بنی ابی بجر اور وہ بنو خدرہ ہیں ان سے ایک آدمی شامل ہوا۔

۱۔ عبداللہ بن ربیع بن قیس

(ح) اور بنی عوف بن الخزرج پھر بنی عبید سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول [1]

۲۔ اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث

(ط) اور بنی جزء بن عدی بن مالک سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ زید بن ودیعہ بن عمرو، ان کا غطفانی حلیف

۲۔ عامر بن سلمہ بن عامر، ان کا یمنی حلیف

۳۔ ابو حمیضہ معبد بن عباد، انھیں ابن عبادہ بن قشیر بھی کہا جاتا ہے۔

۴۔ عامر بن بکیر، ان کا حلیف

۵۔ عقبہ بن وہب بن کلدہ، ان کا غطفانی حلیف

۶۔ رفاعہ بن عمرو بن زید، ان کا حلیف

(ی) اور بنی سالم بن عوف سے ایک آدمی شامل ہوا۔

۱۔ نوفل بن عبداللہ بن نضلہ

(ک) اور بنی اصرم بن فہر بن ثعلبہ سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عبادہ بن الصامت

---

[1] عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی انصاری۔ ان کا باپ رئیس المنافقین تھا اور یہ اسلام کے بہترین نوجوانوں میں سے تھے اور جلیل القدر صحابی تھے تمام معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ جب ان کے باپ کا نفاق ظاہر ہو گیا تو انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی مگر آپ نے اجازت نہ دی بلکہ فرمایا: اس سے حسن سلوک کرو۔ عبداللہ ۱۲ھ میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے۔

۲۔ عبادہ بن الصامت

(ل) اور بنی دعد بن فہر بن ثعلبہ سے ایک آدمی شامل ہوا۔

۔ نعمان بن مالک بن ثعلبہ

(م) اور بنی لوذان بن سالم سے دس آدمی شامل ہوئے

۔ ثابت بن ہزال

۲۔ مالک بن الدخشم بن مرضخہ اور وہ بنی مرضخہ میں سے تھا،

۳۔ ربیع بن ایاس بن عمرو بن غنم

۴۔ ورقہ بن ایاس

۵۔ عمرو بن ایاس ان کا یمنی حلیف،

۶۔ مجذر بن زیاد البلوی ان کا حلیف،

۷۔ عبادہ بن خشخاش بن عمرو

۸۔ نحاب، اور اسے بحاث بن ثعلبہ بن خزمہ بھی کہا جاتا ہے۔

۹۔ عبداللہ بن ثعلبہ بن خزمہ

۱۰۔ عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ ان کا حلیف

(ن) اور بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۔ ابو دجانہ سماک بن اوس بن خرشہ،

۲۔ منذر بن عمرو بن خنیس، اور انہیں منذر بن عمرو بن خنبش بھی کہا جاتا ہے۔

(س) اور بنی البدی بن عامر سے دو آدمی شامل ہوئے

۔ ابو اسید بن ربیعہ البدی

۲۔ مالک بن مسعود البدی

(ع) اور بنی طریف بن الخزرج سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عبد ربہ بن حق بن اوس

۲۔ کعب بن حمار ، اور اسے ابن جماز بن ثعلبہ الغبشانی الجہنی بھی کہا جاتا ہے، ان کا حلیف۔

۳۔ ضمرہ بن عمرو ، اور اسے ابن بشر الجہنی بھی کہا جاتا ہے، ان کا حلیف

۴۔ زیاد بن عمرو ، اسے بھی اسی طرح ابن بشر الجہنی کہا جاتا ہے، ان کا حلیف

۵۔ بسبس بن عمرو الجہنی ، ان کا حلیف

۶۔ عبد اللہ بن عامر بلوی ، ان کا حلیف

(ش) اور بنی جشم بن الخزرج سے بارہ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ خراش بن الصمہ بن عمرو

۲۔ حباب بن منذر۔

۳۔ عمیر بن الحمام

۴۔ تمیم (خراش بن الصمہ کا غلام)

۵۔ عبد اللہ بن عمرو بن حرام

۶۔ معاذ بن عمرو بن الجموح

۷۔ خلاد بن عمرو بن الجموح

۸۔ عقبہ بن عامر بن نابی

۹۔ حبیب بن اسود (ان کا غلام)

۱۰۔ ثابت بن ثعلبہ بن زید

۱۱۔ معوذ بن عمرو بن الجموح

۱۲۔ عمیر بن الحارث بن ثعلبہ

(ص) اور بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب سے آٹھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ بشر بن البراء بن معرور بن صخر

۲۔ طفیل بن مالک بن خنساء

۳۔ سنان بن صیفی بن خنساء

۴۔ عبداللہ بن الجد بن قیس بن صخر بن خنساء

۵۔ عتبہ بن عبداللہ بن صخر بن خنساء

۶۔ خارجہ بن حمیر الاشجعی، ان کا حلیف

۷۔ عبداللہ بن حمیر، ان کا حلیف

۸۔ طفیل بن نعمان بن خنساء

(ق) اور بنی خناس بن سنان بن عبید سے سات آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ یزید بن منذر بن سرح بن خناس

۲۔ معقل بن منذر بن خناس

۳۔ عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ

۴۔ ضحاک بن حارثہ بن زید

۵۔ سواد بن زریق بن ثعلبہ

۶۔ معبد بن قیس بن صخر بن حرام

۷۔ عبداللہ بن قیس بن صخر بن حرام

(ل) اور بنی سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ سے چار آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ یزید بن حدیدہ

۲۔ سلیم بن عمرو بن حدیدہ

۳۔ قطبہ بن عمرو بن حدیدہ

۴۔ عنترہ (سلیم بن عمرو کا غلام)

(ش) اور بنی عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم سے پانچ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عبس بن عامر بن عدی
۲۔ ثعلبہ بن غنمہ بن عدی
۳۔ سہل بن قیس بن ابی کعب
۴۔ عمرو بن طلق بن زید بن امیہ
۵۔ معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس

(ت) اور بنی زریق بن عامر بن زریق سے سات آدمی شامل ہوئے

۱۔ قیس بن محصن بن خالد
۲۔ ابو خالد (حارث بن قیس بن خالد)
۳۔ جبیر بن ایاس بن خالد
۴۔ ابو عبادہ (سعد بن عثمان بن خلدہ)
۵۔ ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ
۶۔ عقبہ بن عثمان بن خلدہ
۷۔ مسعود بن خلدہ بن عامر

(ص) اور بنی خالد بن عامر بن زریق سے ایک آدمی شامل ہوا

۱۔ عباد بن قیس بن عامر بن خالد

(خ) اور بنی خلدہ بن عامر بن زریق سے پانچ آدمی شامل ہوئے

۱۔ اسعد بن یزید بن الفاکہہ
۲۔ الفاکہہ بن بشر بن الفاکہہ
۳۔ معاذ بن ماعص بن قیس
۴۔ عائذ بن ماعص بن قیس

۵۔ مسعود بن سعد بن قیس

(ذ) اور بنی العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ رفاعہ بن رافع بن العجلان

۲۔ خلاد بن رافع بن مالک

۳۔ عبید بن زید بن عامر

۴۔ عبید بن مالک بن عمرو

۵۔ ملیل بن وبرہ بن خالد

۶۔ عصمہ بن الحصین بن وبرہ

(ض) اور بنی بیاضہ بن عامر بن زریق سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ زیاد بن لبید بن عامر

۲۔ فروہ بن عمرو بن ودفہ

۳۔ خالد بن قیس بن مالک

۴۔ رجیلہ بن ثعلبہ بن خالد

۵۔ عطیہ بن نویرہ بن عامر

۶۔ خلیفہ بن عدی بن عمرو، انھیں علیفہ بھی کہا جاتا ہے۔

(ظ) اور بنی حبیب بن عبد حارثہ سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ رافع بن المعلی بن لوذان

۲۔ ہلال بن المعلی بن لوذان

(غ) اور بنی نجار (جو تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج ہے) سے ۵۳ ترپن آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ خالد بن زید بن کلیب

۲۔ ثابت بن خالد بن نعمان

۳۔ عمارہ بن حزم بن زید

۴۔ سراقہ بن کعب بن عبدالعزیٰ

۵۔ حارثہ بن نعمان بن زید

۶۔ سلیم بن قیس بن قہد

۷۔ سہیل بن رافع بن ابی عمرو

۸۔ عدی بن ابی الزغباء، ان کا جہنی حلیف۔

۹۔ مسعود بن اوس بن زید

۱۰۔ ابوخزیمہ بن اوس بن زید

۱۱۔ رافع بن حارث بن سواد

۱۲۔ عوف بن حارث بن رفاعہ

۱۳۔ معوذ بن حارث بن رفاعہ

۱۴۔ معاذ بن حارث بن رفاعہ (یہ تینوں عفراء کے بیٹے ہیں)

۱۵۔ نعمان بن عمرو بن رفاعہ۔ اسے نعیمان بھی کہا جاتا ہے

۱۶۔ عامر بن مخلد بن حارث

۱۷۔ عبداللہ بن قیس بن خالد

۱۸۔ عصیمہ، ان کا اشجعی حلیف

۱۹۔ ودیعہ بن عمرو، ان کا جہنی حلیف

۲۰۔ ثابت بن عمرو بن زید

۲۱۔ ثعلبہ بن عمرو بن محصن

۲۲۔ سہل بن عتیک بن عمرو

۲۳۔ حارث بن الصمہ بن عمرو۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ روحاء میں ان کی ہڈی

لوٹ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ لگایا اور یہ بدری ہو گئے۔

۲۴۔ ابی بن کعب بن قیس

۲۵۔ انس بن معاذ بن انس

۲۶۔ اوس بن ثابت بن منذر

۲۷۔ ابو شیخ ابی بن ثابت بن المنذر، حسان بن ثابت کے بھائی،

۲۸۔ ابو طلحہ زید بن سہل بن اسود۔

۲۹۔ حارثہ بن سراقہ بن حارث

۳۰۔ عمرو بن ثعلبہ بن وہب

۳۱۔ سلیط بن قیس بن عمرو بن عتیک۔

۳۲۔ ابو زید قیس بن سکن

۳۳۔ ابو خارجہ عمرو بن قیس بن مالک

۳۴۔ ثابت بن خنساء بن عمرو

۳۵۔ عامر بن امیہ بن زید

۳۶۔ محرز بن عامر بن مالک

۳۷۔ سواد بن غزیہ بن اہیب البلوی، ان کا حلیف؛

۳۸۔ حارث بن ظالم بن عبس بن حرام اور بعض کہتے ہیں ابو الاعور بن حارث بن ظالم

۳۹۔ سلیم بن ملحان بن خالد بن زید

۴۰۔ حرام بن ملحان بن خالد

۴۱۔ قیس بن ابی صعصعہ

۴۲۔ عبد اللہ بن کعب بن عمرو بن عوف

۴۳۔ عصیمہ (بنی اسد بن خزیمہ سے ان کا حلیف)

۴۴۔ عمیر بن عامر بن مالک

۴۵۔ سراقہ بن عمرو بن عطیہ

۴۶۔ قیس بن مخلد بن ثعلبہ

۴۷۔ نعمان بن عبد عمرو بن مسعود

۴۸۔ ضحاک بن عبد عمرو بن مسعود

۴۹۔ سلیم بن حارث بن ثعلبہ

۵۰۔ جابر بن سہیل بن عبد الاشہل

۵۱۔ سعد بن سہیل بن عبد الاشہل

۵۲۔ کعب بن زید بن قیس

۵۳۔ بجیر بن ابی بجیر (ان کا غطفانی حلیف)

معرکے کے متعلق قرآنی بیان

قرآن کریم نے بھی معرکہ بدر کے متعلق بیان کیا ہے اور اس میں ہونے والے اہم واقعات کو بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ انفال اتاری ہے جو پچھتر آیات پر مشتمل ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب بدر کا معاملہ ختم ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق پوری سورۃ انفال اتاری۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے اس اختلاف کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں کی فوج میں غنائم اور سامان کے متعلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"یسئلونک عن الانفال، قل الانفال للہ والرسول، فاتقوا اللہ و اصلحوا ذات بینکم و اطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مؤمنین"

یہ آیت کریمہ، فوج کے درمیان غنائم کے بارے میں ہونے والے اختلاف کے حل کے لیے ایک فیصلہ کن بات کے قائم مقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیا ہے اور مسلمانوں پر آپ کے فیصلہ کی اطاعت واجب ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج میں غنائم کو مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔

عبادہ بن الصامت سے جب سورۃ انفال کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا... یہ ہم بدریوں کے متعلق اس وقت نازل ہوئی جب ہم نے بدر کے روز غنائم کے متعلق اختلاف کیا۔ پس جب ان کے متعلق ہمارے اخلاق بُرے ہو گئے تو اللہ نے انھیں ہم سے چھین لیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا آپ نے انھیں ہمارے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔ اور اس میں اللہ کا تقویٰ، اس کے رسول کی اطاعت اور آپس کے تعلقات کی بہتری تھی۔

اسی طرح قرآن کریم نے قریش کے قافلہ کے مقابلہ کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے نکلنے اور مسلمانوں کے قافلہ پر غالب آنے کے شوق اور ان میں سے بعض کے قریش سے مقابلہ کو ناپسند کرنے کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"كما اخرجك ربك من بيتك بالحق وان فريقا من المؤمنين
لكارهون. يجادلونك في الحق بعد ما تبين كأنما يساقون
الى الموت وهم ينظرون. واذ يعدكم الله احدى الطائفتين
انها لكم وتودون ان غير ذات الشوكة تكون لكم ويريد الله
ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين. ليحق الحق و
يبطل الباطل ولو كره المجرمون"

۱۵

اسی طرح قرآن کریم نے معرکہ سے قبل قریش کی دعا اور ابوجہل کی افتتاحی دعا کا ذکر کیا ہے جس میں اس نے کہا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے: "اے اللہ ہم میں سے جو رشتوں کو قطع کرنے اور ہمیں وہ شے جسے ہم نہیں جانتے ہیں لائے اسے موت دے دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح، وان تنتہوا فہو خیر لکم، وان تعودوا نعد، ولن تغنی عنکم فئتکم شیئاً ولو کثرت، وان اللہ مع المؤمنین"

اسی طرح قرآن کریم نے اس عجیب مڈبھیڑ کا بھی ذکر کیا ہے جو مسلمانوں کے نقطہ نگاہ سے، جنگ میں فریقین کے درمیان غیر متوقع تھی، کیونکہ مسلمان جنگ کے لیے نہیں نکلے تھے بلکہ وہ صرف قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیے نکلے تھے۔ بس انھوں نے اپنے آپ کو دشمن کی اس فوج کے سامنے پایا جس کے ساتھ ان کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اذ انتم بالعدوة الدنیا وھم بالعدوة القصوی والرکب اسفل منکم ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد ولکن لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً، لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ وان اللہ لسمیع علیم"

اسی طرح قرآن کریم نے اس خوف زدگی کی حالت کا بھی ذکر کیا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معرکہ میں اپنی چھوٹی سی فوج کے فنا ہونے کا خطرہ ہو گیا تو آپ نے اپنے رب سے فریاد کی۔ اسی طرح قرآن کریم نے ان فرشتوں کے متعلق بھی بیان کیا ہے جو مسلمانوں کی مدد کرنے اور ان کے دلوں کو تقویت دینے کے لیے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم أني ممدكم بألف من الملائكة مردفين۔ وما جعله الله إلا بشرى ولتطمئن به قلوبكم وما النصر إلا من عند الله، إن الله عزيز حكيم"

اسی طرح قرآن کریم نے اس طمانیت کا بھی ذکر کیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معرکے سے قبل اسلامی فوج کے لیے مہیا کیا، اور اس ثبات کا بھی ذکر کیا ہے جس کے ذریعے اس نے ان کی مدد کی اور انھوں نے دل جمعی کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ کیا اور خوف ان کے دلوں میں راہ نہ پا سکا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إذ يغشيكم النعاس أمنة منه وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به ويذهب عنكم رجز الشيطان وليربط على قلوبكم ويثبت به الأقدام"

اسی طرح قرآن کریم نے نیند کے اس جھونکے کا بھی ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عین اس وقت آیا جب جنگ ہو رہی تھی، جس میں آپ نے فتح کی بشارت پائی اور آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس کی خوشخبری دی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إذ يريكهم الله في منامك قليلا ولو أراكهم كثيرا لفشلتم ولتنازعتم في الأمر ولكن الله سلم إنه عليم بذات الصدور"

اسی طرح قرآن کریم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر حملہ کا حکم دیتے وقت ان پر کنکریاں پھینکیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وما رميت إذ رميت ولكن الله رمى وليبلي المؤمنين منه بلاء حسنا إن الله سميع عليم، ذلكم وأن الله موهن كيد الكافرين"

ابن اسحاق: ان کی طرف کنکریاں پھینکنے کے بعد مشرکین پر حملے کا حکم د

بیان کرتا ہوا کہتا ہے کہ: "پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی، اور اسے قریش کے سامنے پھینک دیا، پھر فرمایا... چہرے بگڑ گئے"۔ پھر انھیں اس سے مارا اور اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: حملہ کرو، پس انھیں شکست ہوگئی۔ اور قرآن کریم نے مسلمانوں کی اس حالت کو بھی جو دشمن کے مقابلہ کے وقت تھی، بیان کیا ہے... اور ہر شخص جو فتح کا شوقین ہے اسے اس حالت پر قائم ہونا چاہیے، اور وہ دشمن کی قوت کو حقیر سمجھے اور اس سے خوف نہ کھائے لیکن جو ہی، خواہ وہ زیادہ ہی ہو، قرآن کریم نے اسلامی فوج پر اللہ کے اس احسان کا بھی ذکر کیا ہے تاکہ انھیں دشمن کی کثرت خوفزدہ نہ کر سکے اور وہ ڈگمگا نہ جائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"واذ یریکموھم اذا لتقیتم فی اعینکم قلیلا"

اسی طرح قرآن کریم نے مسلمانوں کو وہ زبردست فتح بھی یاد دلائی ہے جو انھوں نے معرکہ بدر میں حاصل کی اور وہ ان کی زندگی کے دھارے کی تبدیلی اور ان کے سیاسی، عسکری اور اقتصادی مرکز کی مضبوطی کا باعث بنی جس کے بعد وہ علاقے کے حکمران بن گئے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ کمزور اور خوفزدہ تھے اور انھیں اپنی جانوں کے متعلق بھی خوف رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان
یتخطفکم الناس فآوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من
الطیبات لعلکم تشکرون"

اسی طرح اس نے مسلمانوں سے عموماً اور اپنی فوج سے خصوصاً یہ اپیل کی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور آپس میں اختلاف نہ کریں ورنہ انھیں ناکامی ہوگی کہ ہمیشہ سے اختلاف کا لازمہ ہے۔ اسی طرح اس نے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمیشہ کبر وغرور اور ریاکاری سے دور رہیں جو اس کی فوج کی شکست کا سبب بن گیا جیسے ابوجہل کے غرور وتکبر نے ایسی بڑی شکست دلائی جس کی تاریخ کفر میں کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین۔ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرًا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط۔ واذ زین لھم الشیطان اعمالھم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بریٓء منکم انی اری ما لا ترون انی اخاف اللہ۔ واللہ شدید العقاب"

حملے سے فرار

اسی طرح اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے عین جنگ کے وقت مومنین کو بھاگنے سے آگاہ کیا ہے اور بڑے زور کے ساتھ اس پر واضح کیا ہے کہ دشمن کے ساتھ جنگ کے وقت بھاگنا جرم اور عظیم غداری ہے جس کے مرتکب کی سزا جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفًا فلا تولوھم الادبار۔ ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفًا لقتال او متحیزًا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ ومأواہ جہنم وبئس المصیر"

اسی طرح قرآن کریم نے اس سورۃ میں جو جنگ کی بھرپور فضا میں نازل ہوئی مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ دشمنان اسلام سے جنگ کرنے اور انہیں سزا دینے میں سہل انگاری نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فإما تثقفنهم في الحرب فشرد بهم من خلفهم
لعلهم يذكرون، وإما تخافن من قوم خيانة فانبذ
إليهم على سواء إن الله لا يحب الخائنين ۔ وأعدوا
لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل
ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم
لا تعلمونهم الله يعلمهم وما تنفقوا من شيء في سبيل
الله يوف إليكم وأنتم لا تظلمون"

اگرچہ قرآن کریم نے ان خطرناک حالات میں اپنے پیروکاروں کو ان ظالموں کو، جو اسلام کے متعلق گردش روزگار کے منتظر رہتے ہیں، مارنے کے لیے معرکوں میں حصہ لینے اور قوت کو حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ مگر اس کی اساسی دعوت مصالحانہ ہے جو کہ ہمیشہ صلح ہی کے لیے کرتی ہے۔ قرآن کریم اس کی دعوت اپنی دعوت کے اساسی مقصد کے لیے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وإن جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله إنه
هو السميع العليم"

اسی طرح قرآن کریم نے اس سورۃ میں مہاجرین اور انصار کی تعریف کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ جن کی تلواروں نے تاریخ النبی کے دین اسلام کو زبردست فتح دلائی جس کے ذریعے مسلمان تاریخ میں اس کے وسیع دروازے سے داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"والذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله والذين
آووا ونصروا أولئك هم المؤمنون حقا لهم مغفرة و

دیتی گو یہ :

اسی طرح قرآن پڑھنے اس صورت میں بدر کے قیدیوں کے متعلق تصرف کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے جب آپ نے مسلمانوں کو مال فدیہ کے عوض انہیں آزاد کر دیا جبکہ مشرکین نے مسلمانوں کو تہ تیغ کر لیے اور ان کی جنگی قوت کو توڑنے اور اسلام کے پودے کو مضبوط کرنے کے لیے ان کا قتل کر دینا بہتر تھا۔ خصوصاً ان حالات میں جن میں قریش مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے تیاریاں کر رہے تھے اور ان کی قوت کا کانٹا نکالنے کے لیے فوجیں اکٹھی کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب کرتے ہوئے فرماتا ہے :

" ما كان للنبي أن يكون له أسرى حتى يثخن في الأرض
تريدون عرض الدنيا والله يريد الآخرة والله عزيز
حكيم. لولا كتاب من الله سبق لمسكم فيما أخذتم
عذاب أليم "

فصل ششم

- مدینہ کی طرف فوج کی واپسی
- قیدیوں اور غنائم کے متعلق اختلاف
- مدینہ کو فتح کی خبر کیسے ملی؟
- مکہ کو شکست
- فتح کے بعد مدینہ کا عام موقف
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش
- جزیرہ کے باشندوں پر فتح کا اثر
- تحلیل وتجزیہ، مبدا اور خاتمہ

غنائم کے متعلق اختلاف

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ اس دن بدر میں قیام کیا اور معرکہ کے مقام سے کوچ کرنے سے قبل، فوج میں غنائم کے متعلق اختلاف پیدا ہوگیا۔ جن لوگوں نے شکست کے بعد دشمن کا تعاقب کیا انھوں نے کہا ہم نے دشمن کو تم سے غافل رکھا اور تم نے غنائم حاصل کرلیے لیکن ان کے محافظوں نے کہا تم اس کے ہم سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔ ہم نے اس وقت سامان لینا چاہا جب اس کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا لیکن ہم ڈر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ ہو جائے۔ پس ہم آپ کی حفاظت کے لیے کھڑے رہے۔ اور جن لوگوں نے غنائم جمع کیں وہ کہنے لگے یہ ہماری ہیں کیونکہ ہم نے ان پر قبضہ کرلیا ہے۔ جب اختلاف بڑھ گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے حکم دیا کہ سب سامان واپس کر دیا جائے تاکہ وہ اس کے متعلق غور کریں۔ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ آسمان سے غنائم کی مشکل کا حل نازل ہو گیا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کو جانبازوں میں مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔ اور یہ واقعہ سورۂ انفال کے نزول کے بعد کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم و اطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین"

غنائم کی تقسیم کا کام راستے میں وادی صفراء کے دبہ کے قریب مضیق اور نازیہ[1] کے درمیان ہوا۔ اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مدینہ واپس آ رہے تھے۔

فوج کی مدینہ کی طرف واپسی

بدر میں تین دن قیام کرنے کے بعد آپ نے فاتح فوج کو مدینہ کی طرف واپسی کا حکم دیا اور عفر کے مقام سے آپ نے دو ایلچیوں کو بھیجا کہ وہ پہلے مدینہ پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو فتح کی خوشخبری دیں۔ ان ایلچیوں میں سے ایک مہاجر تھا یعنی زید بن حارثہ اور دوسرا انصاری تھا یعنی عبداللہ بن رواحہ۔

نضر بن حارث کا قتل

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفراء پہنچے تو آپ نے نضر بن حارث بن کلدہ کے قتل کا حکم دے دیا۔ یہ شخص بدر کے روز مشرکوں کا علمبردار تھا اور اس جنگ کے بڑے مجرموں میں سے تھا اور اسلام کے خلاف سخت سازشیں کرنے والا تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ اس نضر کے متعلق اس کی بیٹی قتیلہ نے یہ مشہور اشعار کہے ہیں جو شاندار اور عمدہ اشعار میں شمار ہوتے ہیں ؎

---

[1] بدر سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی بروز جمعہ ۲۲ رمضان کو ہوئی۔

تیرے سوار! اثیل مقام تک، پانچویں روز کی صبح کو انسان پہنچ جاتا ہے اور تجھے اس کی توفیق دی گئی ہے، وہاں ایک مُردے کو پیغام پہنچا کر جب تک اونٹنیاں آتی جاتی ہیں تجھے سفر میں پہنچنا ہے کہ میری طرف سے تمہاری خدمت میں دو آنسو ہیں نے والے ایک بہایا ہوا آنسو اور دوسرا گلے میں اٹک جانے والا آنسو بھیجا ہے، اگر میں اسے آواز دوں تو کیا نضر میری آواز سن سکے گا، وہ مُردہ کیا سنے گا جو بات ہی نہیں کر سکتا۔"

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اپنی قوم کی بہترین عورت کی اولاد ہیں اور شریف خاندانی مرد ہیں، اگر آپ احسان کر دیتے تو یہ بات آپ کے لیے نقصان دہ نہیں تھی اور بعض اوقات تو جوان غصے میں بھی احسان کر دیتا ہے یا آپ فدیہ قبول کر لیتے تو عزیز ترین اور گراں قیمت چیزیں خرچ کر دی جاتیں جن لوگوں کو آپ نے قید کیا ہے نضر ان سب سے آپ کا زیادہ قریبی تھا اور اگر کوئی غلام آزاد ہو سکتا ہے تو وہ ان سب سے زیادہ آزادی کا حقدار تھا۔ بنی ابیہ کی تلواریں اسے نوچنے لگیں، کیسے کیسے رشتے وہاں قطع کیے گئے، اسے ماندہ کر کے موت کی طرف آزردہ حالت میں کھینچا گیا۔ اسے بیڑیوں میں باندھ کر کھینچا گیا حالانکہ وہ بندھا ہوا قیدی تھا۔"

بعض راویوں کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان فصیح اشعار اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا، اگر مجھے اس کے قتل سے قبل ان اشعار کی اطلاع جاتی تو میں اس پر احسان کرتا۔ اور ابن ہشام کی روایت اس روایت کی عدم افادہ کرتی ہے اور یہ ایک معقول بات ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قتل کا حکم اس لیے دیا کہ وہ قتل کا مستحق تھا۔ یہی اشعار ایک جائز حکم تبدیل نہیں کر سکتے۔

عقبہ بن ابی معیط کا قتل

اور جب آپ عرق الظبیہ میں پہنچے تو آپ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ یہ بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے تھا۔ اس کو عاصم بن ثابت بن ابی الافلح[1] نے قتل کیا۔ اور بعض راوی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے قریش کی موجودگی میں قتل کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے مجھ سے کیا سلوک کیا ہے؟ ایک روز یہ میرے پاس آیا، اس وقت میں مقام ابراہیم کے پیچھے سجدہ ریز تھا۔ اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیا اور اسے خوب دبانے لگا اور اس نے اس وقت اپنا پاؤں اٹھایا جب مجھے یقین ہو گیا کہ میری آنکھیں میرے سر سے الگ ہو جائیں گی۔

اور دوسری دفعہ ایک بکری کی گندگی (اوجھڑی) لے کر آیا اور اسے سجدہ کی حالت میں میرے سر پر ڈال دیا۔ پس حضرت فاطمہ[2] آئیں اور انھوں نے اس کو میرے سر سے

---

[1] عاصم بن ثابت بن ابی الافلح انصاری۔ آپ مسلمانوں کے سابقین الاولین میں سے تھے۔ وہ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کی رات ان سے پوچھا تم کیسے لڑتے ہو؟ تو عاصم بن ثابت نے تیر کمان پکڑ لی اور کہنے لگے کہ جب دشمن دو سو ہاتھ کے فاصلے پر آ جائے تو تیر اندازی کرتا ہوں اور جب نیزے کی مار کے قریب آ جائیں تو نیزہ بازی کرتا ہوں یہاں تک کہ نیزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جب نیزہ ٹوٹ جاتا ہے تو ہم تلواریں پکڑ لیتے ہیں اور شمشیر زنی ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح جنگ ہوتی ہے۔ جو جنگ کرنا چاہے وہ عاصم کی طرح لڑے۔ عاصم یوم رجیع کو جو بنی ہذیل کے علاقے میں واقع ہے قتل ہوئے۔ عاصم کے واقعہ کی مفصل روداد ابن ہشام کی سیرت میں ہے۔

[2] فاطمہ الزہرا بنت امام المتقین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] ہیں

دھویا۔

جنگ کے مجرمین

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط، یہ دونوں وہ قیدی ہیں جنھیں بدر کے قیدیوں کے سامنے باندھ کر قتل کیا گیا

یہ دونوں آدمی کفر و عناد اور سرکشی و حسد میں سب سے بڑھ کر تھے اور اسلام کے خلاف جنگ کے سب سے بڑے داعی اور اسے جنگ کا سامان دینے والے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گردش روزگار کے منتظر رہتے تھے اور ان کا باقی رہنا اسلام کے لیے بہت بڑے خطرے کا موجب بن سکتا تھا۔ خصوصاً ان جنگی حالات میں جن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت گزر رہی تھی۔ یہ بات تجربوں سے ثابت ہو چکی تھی کہ اگر انھیں چھوڑ دیا جاتا تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب اور آپ کی دعوت کو نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اہانت کی اور آپ کو جو تکالیف دیں جبکہ آپ مکہ میں الگ تھلگ اور بے سہارا تھے، ان سے بڑھ کر ان کے کرتوتوں پر دلالت کرنے والی اور کوئی چیز نہیں۔

پس آپ نے اسلام کی تحریک دعوت کی مصلحت کے فیصلے کے مطابق دونوں کو قتل

دیکھیئے ص۲: سب سے چھوٹی بیٹی اور اپنے باپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ آپ کی ولادت تعمیر کعبہ کے وقت ہوئی، اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال تھی۔ حضرت علیؓ نے آپ سے ہجرت کے دوسرے سال کے اوائل میں شادی کی، اس وقت آپ کے باپ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی! اس پر پچیس برس گزر چکے تھے۔ مورخین کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت فاطمہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل منقطع ہو چکی ہے۔ [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہ سے افضل کسی کو نہیں سمجھا۔ [illegible] ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی عورتوں سے چار عورتیں افضل ہیں: مریم، آسیہ، خدیجہ اور فاطمہ۔ حضرت فاطمہ کی وفات بروز منگل ۳ رمضان سنہ ۱۱ھ کو ہوئی۔

کردیا۔ خصوصاً اس لیے کہ یہ دونوں معرکۂ بدر کی آگ بھڑکانے کے سب سے بڑے مجرم اور ذمہ دار تھے، جس میں قریش نے ظلم و سرکشی کرتے ہوئے حصہ لیا۔ اگر ان جیسے مجرم لیڈروں کا عناد نہ ہوتا جو اسلام دشمنی کے باعث مکہ کو مجبوراً جنگ کی طرف کھینچ لائے تو قریش اس معرکہ میں حصہ نہ لیتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے قیدیوں کو فقط جرم کرنے کے باعث قتل کیا اور ان دونوں کے سوا دوسرے قیدیوں سے فدیہ قبول کیا اور بعض پر احسان کیا۔ قرآن کریم نے ان قیدیوں کے چھوڑنے پر عتاب کیا ہے جنہیں فدیہ اور احسان سے چھوڑا گیا تھا۔ وہ ان قیدیوں کے متعلق خونریزی کو پسند کرتا ہے اور قبولِ فدیہ پر قتل کو ترجیح دیتا ہے اور قولِ الٰہی میں یہ عتاب صریح طور پر بیان ہوا ہے۔ فرماتا ہے:۔

ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض
الدنیا واللہ یرید الاخرۃ واللہ عزیز حکیم۔ لولا کتاب من اللہ
سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم[1]

قید ہونے کا یہ مفہوم نہیں کہ قیدیوں نے اپنی آزادی کے ایام میں جو جرائم کیے تھے ان کے متعلق عام معافی ہو گئی ہے۔ کبرائے مکہ کے ان کمینوں کا ماضی، اللہ اور اس کے رسول کی ایذا رسانی میں بہت برا ہے۔ ان کے مقام نے ان کو متکبر بنا دیا تھا اور یہ مکہ کے عوام کو جنگ کی طرف کھینچ لائے جس کا کوئی محرک موجود نہ تھا۔ پس جب عدل نے ان کے گلوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو انھیں کیسے چھوڑ دیا جاتا۔[2]

غزوۂ بدر مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان پہلا معرکہ تھا۔ مسلمان تھوڑے اور مشرک زیادہ تھے اور مشرک جانبازوں کی تعداد کا قتل اور قید کے ذریعے کم ہونا اس حالت میں ایک ایسا عظیم نفع ہے جس کی برابری مال نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر

---

[1] انفال: ۶۷، ۶۸ [2] فقہ السیرۃ ص ۱۰۲

ایک دوسرے جذبہ کو بھی مغلوب اور دلوں میں بٹھانا ضروری ہے اور اسی عظیم مقصد کی طرف حضرت عمرؓ نے بڑی قطعیت اور وضاحت کے ساتھ اشارہ کیا ہے کہ ''اگر یہ امر واضح ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی محبت نہیں، ہمارا اندازہ ہے کہ ان دونوں سببوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے دین کے غلبہ کا فیصلہ اپنے ذمہ نہیں کیا ہے۔''[1]

پس آپ نے اسی وقت دوران تحویل نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا اس حکم کی تنفیذ اس لیے ہوئی کہ قرآن کریم اس کی تنفیذ کا خواہاں تھا اور مسلمانوں کے جنگی حالات میں، جن میں انھیں مجبور کر کے جنگوں میں لایا گیا، اس کا تقاضا کرتے تھے جن جنگوں کا آغاز باغیوں نے ہی کیا اور مسلمانوں کے گھروں کے نزدیک ان کی آگ بھڑکائی تھی۔

مبارکباد کے لیے وفود جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم الروحاء پہنچے تو آپ کو مدینہ کے رؤسا فتح پر مبارکباد دیتے ہوئے ملے۔ سلمہ بن سلامہ نے انھیں کہا: تم ان کو کس بات کی مبارکباد دیتے ہو؟ خدا کی قسم! ہم نے تو صرف بوڑھے اور گنجے اونٹوں سے جنگ کی ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا: اے میرے بھتیجے! وہ تو اشراف تھے۔

اور اسید بن الحضیر جو الروحاء میں مبارکباد دینے آئے تھے، نے کہا: یا رسول اللہ! اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو فتح دی اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ یا رسول اللہ! قسم بخدا، میرا بدر سے پیچھے رہنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ مجھے یقین تھا کہ آپ دشمن سے جنگ کریں گے۔ میں نے خیال کیا وہ ایک قافلہ ہے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ وہ دشمن ہے تو میں کبھی پیچھے نہ رہتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے

---

[1] فی ظلال القرآن، ج ۱۰، ص ۲۰۔

سچ کہا ہے۔

مدینہ کو فتح کی خبر کیسے ملی معرکہ بدر کے وقوع کے وقت، مدینہ کے باشندے تین عناصر سے مرکب تھے: مسلمان، یہودی اور منافقین۔

منافقوں اور یہودیوں کی تمنا تھی بلکہ ان کو توقع تھی کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کو شکست اور مشرکین کو فتح حاصل ہوگی۔ ان لوگوں نے ...... مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری دینے والے کے پہنچنے سے قبل ...... جھوٹی خبریں پھیلانے اور افکار کو پریشان کرنے کے لیے ایک دستہ منظم کیا۔ جنھوں نے معرکہ بدر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور آپ کی فوج کی تباہی کی خبر پھیلا دی۔ اس دوران میں مسلمان افسردگی و غم کی کیفیت میں، جو انتظار سے بھی زیادہ گہری تھی، جنگ کی خبروں کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی دوران میں مسلمانوں کی شکست کی جھوٹی خبر کی نشر و اشاعت نے مدینہ کے اطراف کو اس صورت میں گھیر دیا کہ قریب تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی نوخیز فوج کے متعلق خوف سے مسلمانوں کی عقلیں ماری جائیں کہ اچانک عبداللہ بن رواحہ اور زیدؓ بن حارثہ[1] کی تکبیر و تہلیل کی آواز نے مدینہ

---

[1] زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ وہ ان کے غلام بننے کا واقعہ یہ ہے کہ ان کی والدہ اپنی قوم سے ملنے گئی اور زید بھی اس کے ساتھ تھے کہ بنی قین کے سواروں نے جاہلیت میں بنی معن کے گھروں پر حملہ کر دیا۔ وہ زید کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ اس وقت آپ چھوٹے بچے تھے اور انھیں عکاظ کی منڈی میں فروخت کر دیا۔ انھیں حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لیے خرید لیا۔ جب حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی تو آپ نے زید حضور علیہ السلام کو دے دیئے۔ ان کا باپ حارثہ مکہ آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ آپ اس کا فدیہ قبول کریں اور اسے بیٹا واپس کر دیں۔ آپ نے زید سے [illegible] اگر وہ تم کو پسند کرے تو [illegible] ۴۲ [illegible]

کے اطراف میں گونجنے لگیں۔ اور جو مسلمانوں کی کامل فتح اور مشرکین کی تباہ کن شکست اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کے جملہ سالم و سلامت آنے کا اعلان کرتے تھے۔ پس مسلمانوں کے دل خوشی سے لبریز ہو گئے اور یہودیوں اور منافقوں کی جھوٹی خبروں کی اشاعت سے ان کے دلوں میں جو دل دہلا دینے والے خیالات پیدا ہو گئے تھے وہ سب کے سب زائل ہو گئے۔

باوجودیکہ مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی شکست کی خبر دینے والا ایلچی آ چکا تھا پھر بھی یہودیوں اور منافقوں نے اس فتح کی خبروں کی تکذیب کی کوشش کی۔ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی لے کر آیا تھا۔

پس وہ مسلسل جھوٹی خبریں اڑاتے رہے حتیٰ کہ ایک منافق نے زید بن حارثہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء پر سوار دیکھا تو ابولبابہ انصاری کی موجودگی میں کہنے لگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں اور یہ انہی کی اونٹنی ہے جسے ہم پہچانتے ہیں اور اس زید کو معلوم ہی نہیں کہ وہ ڈر کے مارے کیا کہہ رہا ہے۔ اور یہ شکست کھا کر آیا ہے اور یہودی بھی کہنے لگے کہ زید شکست کھا کر آیا ہے اور جھوٹی خبروں کی وسیع نشر و اشاعت کی وجہ سے بہت سے مسلمان مسلمانوں کی فتح کی خبر کی تصدیق میں متردد ہو گئے۔

زید بن حارثہ: زید کے خاندان والا گھر سے بچے کو پکڑ لے گئے حکیم بن حزام نے ان کو خرید لیا جس نے ان کو اپنی پھوپھی خدیجہ کو دے دیا اور جب زید کو خدیجہ کو دیا گیا تو اس نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا اور یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ زید قدامت بعثت میں جب آپ اسلام لائے اولین لانے والوں میں سے تھے پھر آپ مشہور سالاروں میں سے ہو گئے۔ آپ ان پہلے تین سالاروں میں سے ایک ہیں جنہوں نے معرکہ موتہ کی فوج کو منظم کیا۔ آپ ان سالاروں میں سب سے پہلے شہادت پانے والے تھے۔ آپ دشمن کے خلاف معرکہ کی سالاری کرتے ہوئے قتل ہوئے۔

اسامہ[1] بن زید کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے پاس آیا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بدر سے فتح کی خبر دے کر بھیجا تھا) اور اسے علیحدگی میں کہا: جو آپ کہتے ہیں کیا یہ سچ ہے؟ تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں جو کہتا ہوں سچ ہے۔ اسامہ کہتے ہیں، پس میرا دل قوی ہو گیا اور میں نے اس منافق کے پاس آ کر اسے کہا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑانے والا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو ہم تجھے ان کے سامنے پیش کریں گے اور وہ تجھے قتل کر دیں گے تو منافق (گھبرا کر) کہنے لگا میں نے یہ بات لوگوں سے سنی ہے۔

فاتح فوج کے ہراول دستے

باوجودیکہ دونوں ایلچیوں (ابن حارثہ اور ابن رواحہ) نے مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی شکست کی خبر بڑے زور سے دی تھی، پھر بھی یہود اور منافقین کانوں سے ٹکراتے والی واقعی فتح کی خبر کا مسلسل مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مجسم اور محسوس حقیقت نے جس کی بابت میں جھوٹی خبروں کی اشاعت مفید نہیں ہوئی، ان کو گنگ کر دیا۔

---

[1] اسامہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ کے بیٹے تھے۔ آپ اسلام میں پیدا ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت سے تھوڑا عرصہ قبل، اطراف شام میں جنگ کے لیے انھیں ایک عظیم فوج کی کمان عطا فرمائی۔ اسامہ نے اس فوج کی کمان اٹھارہ سال کی عمر میں سنبھالی، حضرت عمرؓ آپ کے جھنڈے تلے تھے۔ جیش اسامہ کے مدینہ چھوڑنے سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اور وہ مدینہ کے نواح میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے حتی کہ ابوبکر کی بیعت خلافت ہوئی، پھر آپ نے اس فوج کو حکم دیا کہ وہ اسامہ کی کمان میں رسول اللہ کی مقرر کردہ جہت کی طرف مسلسل بڑھتا جائے۔ ہاں حضرت ابوبکر نے اسامہ سے عمر ابن خطاب کے لیے اجازت طلب کی (آپ اس وقت ان کی فوج میں شامل تھے) کہ وہ مدینہ ہی میں ٹھہرے رہیں تو اسامہ نے اجازت دے دی۔ حضرت عثمان کے قتل کے بعد اسامہ فتنے سے الگ رہے اور متحارب فریقوں سے علیحدگی پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے۔

پس جب یہودیوں اور منافقوں نے فاتح محمدی فوج کے ہراول دستوں کو مدینہ کے راستوں میں پھیلے ہوئے دیکھا اور ان کے آگے آگے قطار در قطار قیدی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے جا رہے تھے اور ان کے چہروں پر شکست کی ذلت چھائی ہوئی تھی۔ تو وہ بہت شرمندہ ہوئے

جب یہودیوں و منافقوں نے سہیل بن عمرو، عمرو بن ابی سفیان، عباس بن عبد المطلب، نوفل بن حارث اور ولید بن مغیرہ وغیرہ کو جو مکہ کے سادات و سالار تھے۔ دیکھا کہ ان کی مشکیں پیچھے کو کسی ہوئی ہیں اور وہ مشرک فوج کے قیدیوں کے درمیان چلے ہوئے گلیوں میں جا رہے ہیں تو قریب تھا کہ وہ اپنی آنکھوں کا یقین نہ کرتے۔

حق بات یہ ہے کہ معرکہ بدر کا نتیجہ جس طرح پر ہوا وہ ایک عظیم واقعہ ہے جس سے جزیرۂ عرب ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہل گیا۔

فاتح رسول ﷺ کا مدینہ میں داخلہ

فوج کے ہراول دستوں کے ساتھ قیدیوں کے مدینہ پہنچنے سے ایک روز قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی فوج کے سالار اور جنگجو بہادر رکاب میں آپ کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ مدینہ والوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ یہودیوں اور منافقوں کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ و بغض و کینہ ان کے سینوں میں محصور ہو گیا اور اس نے ان کی دست درازی کا خاتمہ کر دیا۔

اسیروں سے سلوک

اسیروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جماعت میں تقسیم کر دیا اور تمہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔ ایک قیدی ابو عزیز جو مصعب بن عمیر کا بھائی اور بدر کے دن مشرکین کا علمبردار تھا، کہتا ہے کہ میں انصار کے ایک قبیلے میں تھا جب وہ مجھے بدر سے لے کر آئے۔ جب انہیں صبح و شام کا کھانا ملتا تو وہ مجھے خاص طور پر روٹی دیتے اور خود کھجوریں کھاتے

کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارے متعلق وصیت کی تھی اور جب کسی آدمی کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا آتا تو وہ مجھے دے دیتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے شرم آجاتی اور میں اسے واپس کر دیتا اور وہ اسے بغیر چھوئے مجھے واپس کر دیتا۔

اسیروں کے انجام کے متعلق اختلاف

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ٹھہر جانے کے بعد ایک بیت یا یہ مجلس شوریٰ منعقد کی۔ قیدیوں کے موضوع اور ان کے انجام کے فیصلے پر بحث کے لیے کبار صحابہ شامل ہوئے۔ اس مجلس میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ[1]، علیؓ، عبداللہ بن رواحہؓ کبار صحابہ اور فاتح فوج کے سالار شامل ہوئے۔ اس مجلس کے ممبران نے اسیروں کے انجام کے متعلق اختلاف کیا۔ ایک فریق کی رائے تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس فریق کے لیڈر حضرت عمر بن الخطاب تھے۔ آپ نے کہا:

"یا رسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی ہے اور آپ کو نکالا ہے ان کو آگے کر کے ان کی گردنیں مار دو۔"

حضرت عمرؓ کی رائے میں تصلب

---

[1] عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اموی قرشی۔ نسب سے بے نیاز تھے۔ تیسرے خلیفہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کے خاوند تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ ہی کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔ آپ بدر میں اپنی بیوی رقیہ کی بیماری کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے۔ ان کی وفات اسی روز ہوئی جب خوشخبری دینے والا بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر لے کر آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا حصہ لگایا اور آپ کا اجر بدری صحابہ کی طرح ہے۔ آپ نے عمر بن الخطاب کے بعد خلافت سنبھالی۔۔ جب شورشیں اٹھیں آپ قتل ہوئے جسے عربوں نے اٹھایا تھا اور آج تک مسلمان اس کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ آپ ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ کو قتل ہوئے۔ مجرموں نے آپ کو ۸۲ سال کی عمر میں قتل کیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری نے ڈالا اور کہا: "یا رسول اللہ! میں ایندھن کی ایک وادی کو دیکھ رہا ہوں، میں انھیں اس میں داخل کر دوں گا۔ پھر ان پر آگ جلا دوں گا"۔

عباس بن عبدالمطلب، جو ایک قیدی تھے، یہ بات سن رہے تھے، انھوں نے ابن رواحہ سے کہا: تم نے اپنا رشتہ کاٹ دیا ہے۔

دوسرے فریق کی رائے تھی کہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے۔ اس فریق کے لیڈر حضرت ابوبکر صدیق تھے، آپ نے کہا

"یا رسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور آپ کے اہل ہیں، ان پر رحم کیجیے اور ان سے نرم سلوک کیجیے، شاید اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے"۔

آخری فیصلہ فریقین کی رائے معلوم کرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے اجتہاد کی تعریف کی۔ آپ نے پہلے فریق کی رائے کو، جو قیدیوں کے قتل کا خواہاں تھا، حضرت نوح علیہ السلام کی رائے سے تشبیہ دی جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کی تباہی کا مطالبہ کیا تھا کہ

"رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً"[1]

اور دوسرے فریق کی رائے کو، جو قیدیوں سے نرم سلوک کا خواہاں تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی جنھوں نے اپنی قوم کے بارے میں کہا کہ

"ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم"[2]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو آرا کے درمیان ایک درمیانی راستہ اختیار کی۔ آپ نے قیدیوں کو قتل اور فدیہ کے درمیان اختیار دے دیا۔ آپ نے انھیں فرمایا: "آج تم محتاج ہو، تم میں سے کوئی شخص قتل یا فدیہ کے بغیر نہیں بچ سکتا۔ اس طرح اسیروں نے

---

[1] نوح: ۲۶

[2] المائدہ: ۱۱۸

مشکل کا خاتمہ ہوا اور مدینہ نے مکہ کو اس فیصلہ سے آگاہ کر دیا اور اس کے بعد اس کی اساس پر تمام قیدیوں کی آزادی کا معاملہ طے ہوا، یا تو اس فدیہ کی ادائیگی کے ذریعے جسے مالداروں نے ادا کیا اور یا اس احسان کے ذریعے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور آپ نے بعض قیدیوں کو ان کے فقر کی وجہ سے بغیر فدیہ کے ہی چھوڑ دیا۔ اسی طرح آپ نے تعلیم یافتہ قیدیوں سے معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ اس کے عوض میں ان کو آزاد کر دیا جائے گا۔

اسیروں کے معاملے میں آیت عتاب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق جو فیصلہ صادر کیا اس کے بعد آسمان سے وحی نازل ہوئی جس میں اس فیصلے کے متعلق عتاب پایا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور وہ دونوں رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بتائیے کہ کونسی بات آپ کو اور آپ کے ساتھی کو رلا رہی ہے؟ اگر مجھے رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر نہ آیا تو تکلف سے روؤں گا۔ آپ نے فرمایا اس بات کی وجہ سے رو رہا ہوں جو آپ کے ساتھیوں نے ان سے فدیہ لینے کے متعلق مجھے پیش کی تھی۔ مجھ پر تمہارا عذاب پیش کیا گیا جو اس قریبی درخت سے بھی زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض" الآیۃ

مکہ کو اپنی فوج کی شکست کی خبر کیسے ملی

اس کے بعد مشرکین مکہ کے تقریباً ساڑھے آٹھ سو سپاہی تباہ کن شکست سے تہامہ کی وادیوں اور گھاٹیوں میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے میدان کارزار سے بھاگ گئے اور خوفزدہ ہو کر مکہ کی جانب چلے گئے۔ ان میں سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ

اپنے دشمنوں کی قلت اور اپنی کثرت کے باوجود شکست کھا جانے پر شرمندگی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوگا۔ جس وقت مدینے میں مسلمانوں کی فتح کی خبر خوشی و مسرت سے حاصل کی۔ مکہ اپنی شکست کی پہلی خبروں کے پھیلنے کی وجہ سے سخت خوف زدہ تھا اور اس کے باشندوں کی عقلیں گم ہو گئیں۔ حتیٰ کہ ان خبروں کی تصدیق مشکل تھی۔ انھوں نے ہزیمت کی خبروں کے ناقلوں پر شدت کا استہزا کیا۔ ان کے دل میں یہ خیال بھی نہ آسکتا تھا اور نہ ہی وہ یہ تصور کر سکتے تھے کہ ایک ہزار جانباز جن میں قریش کے بہترین جوان اور بہترین سوار اور ثابت قدم جنگجو شامل تھے، مدینے کے تین سو جانبازوں کے سامنے ذلت سے ہار جائیں گے جن کی فوج پر ہر چیز میں ان کو فوقیت حاصل تھی، اس بری صورت میں منتشر ہو جائیں گے۔

اگر اس میں عقل ہے تو اس سے پوچھو

سب سے پہلے حیسمان بن ایاس خزاعی نے جو ایک جنگجو اور میدان کارزار سے سب سے پہلے آنے والا تھا، اہل مکہ کو ان کی فوج کی شکست کی خبر سے مکہ کے کانوں کو کھٹکا دیا۔ اہل مکہ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے اور انھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ بے چینی اور افسوس کے ساتھ اس سے جنگ کے نتیجے کے متعلق پوچھا اور ان میں سے ایک نے کہا کہ حیسمان! تیرے پیچھے کیا ہے؟ تو اس نے انھیں ہچکچاہٹ سے زبان باہر نکال کر ان کی فوج پر نازل ہونے والی تباہ کن شکست کی خبر سنائی۔ اس دوران میں کہ وہ انھیں مکہ کے قتل ہونے والے سرداروں اور لیڈروں کے نام گن گن کر بتا رہا تھا کہ صفوان بن امیہ[1] اس کے پاس

---

[1] صفوان بن امیہ بن خلف الجمحی القرشی۔ اس کا باپ بدر میں مشرک ہونے کی حالت میں قتل ہوا۔ یہ جنگ میں شامل تھا جنہوں نے فتح مکہ کے دن مزاحمت کی، یہ اسلام کا شدید ترین دشمن تھا اور ان لوگوں میں شامل تھا جن کے قتل کو رسول کریم ﷺ نے مباح قرار دیا تھا ... بقیہ حاشیہ پر

آ کھڑا ہوا ... یہ ان زعمائے مشرکین میں سے تھا جو بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے ... اور اس نے حیسمان سے شکست کی خبر سنتے ہی حاضرین کو بتا دیا کہ یہ مجنون ہے اور اس بات کو مؤکد کرتے ہوئے انھیں کہنے لگا اگر اس میں عقل ہے تو اس سے میرے متعلق پوچھو۔ لوگوں نے اس سے کہا، صفوان بن امیہ نے کیا کیا؟ اس نے کہا۔ وہ اس وقت پتھروں پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ پس اہل مکہ شرمندہ ہوئے اور صدمہ کے خوف سے لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے

اور ابوسفیانؓ بن حارث کی آمد نے اس بات کو مزید مؤکد کر دیا ... ان سالاروں میں سے تھا جنھوں نے بدر کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دستوں کو منظم کیا تھا۔ اس نے مکی قریش کی شکست کے متعلق حیسمان کی نشر کی ہوئی خبر کی تائید کر دی۔

(بقیہ صفحہ ۲۴۶) خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے کیوں نہ ہوں، فتح مکہ کے روز بھاگ گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا اور یہ لوٹ آیا۔ وہ اسلام لانے سے قبل جنگ حنین میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوا۔ پھر بہت اچھی طرح اسلام لایا۔ یہ جاہلیت کے اشراف اور فصحاء میں سے تھا۔ معرکہ یرموک میں شامل ہوا اور ایک معاون دستے کا سردار تھا۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کے روز مکہ میں فوت ہوا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمزاد اور رضاعی بھائی تھا دونوں کو حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا دکھ دیتا اور آپ کی ہجو کرنے والوں میں شامل تھا۔ یہ مسلمانوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے سال اسلام لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں شامل ہوا اور آپ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھا۔ وفات ۲۰ھ کو ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۱۵ھ کو ہوئی۔

ابولہب کے دل پر شکست کا اثر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں بہت کمزور آدمی تھا اور تیر بنایا کرتا تھا اور انھیں زمزم کے حجرے میں تراشا کرتا تھا۔ خدا کی قسم! میں بیٹھا ہوا تھا کہ رسوائی اور شر کا پتلا ابولہب آگیا وہ اپنی خباثت کی وجہ سے اپنے پاؤں گھسیٹ رہا تھا اور آکر حجرے کی رسیوں پر بیٹھ گیا وہاں اس کی پیٹھ میری پیٹھ کی جانب تھی۔ اسی اثناء میں کہ وہ بیٹھا ہوا تھا، لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ابو سفیان ابن حارث آگیا ہے۔ ابولہب بن عبدالمطلب نے اس سے کہا ادھر میری طرف آ، میری زندگی کی قسم تیرے پاس صحیح خبر ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ بیٹھ گیا اور لوگ اس کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! مجھے بتاؤ لوگوں کا کیا حال تھا۔ ابن حارث نے کہا: خدا کی قسم! ہمارا ان لوگوں سے پالا پڑا تو ہم نے اپنے کندھے دے دیے کہ وہ جس طرح چاہیں ہمیں قتل کریں اور جس طرح چاہیں ہمیں قید کریں۔ اور خدا کی قسم، میں نے زمین و آسمان کے درمیان سفید لوگ ابلق گھوڑوں پر تھے خدا کی قسم! ان کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ ابو رافع کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرے کی رسیاں اٹھائیں اور کہا: خدا کی قسم! یہ فرشتے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ ابولہب نے ہاتھ اٹھایا اور میرے منہ پر زور سے تھپڑ مارا۔ میں نے اس کا مقابلہ کیا تو اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر مجھ پر بیٹھ کر مجھے مارنے لگا۔ میں کمزور آدمی تھا۔ اتنے میں ام الفضل[1] عباس بن عبدالمطلب کی بیوی نے حجرے کا ایک ستون

---

[1] ام الفضل [illegible]

[2] ام الفضل [illegible] الطبقات [illegible]

سے کوڑے مارا جس سے اس کے سر میں سخت زخم ہو گیا اور بہنے لگیں۔ اس کا آقا یہاں نہیں ہے اس لیے تو نے اس کو کمزور سمجھ لیا ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر ذلت کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور خدا کی قسم! وہ صرف سات راتیں زندہ رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پھنسی نکالی[1] جس نے اسے مار دیا۔

بدر کے مقتولین پر نوحہ کرنے کی ممانعت

جب قریش کو جنگ کے نتیجے کے متعلق یقین ہو گیا اور مکہ کے ہر گھر نے اپنی مصیبت کو جان لیا تو ماتم برپا ہونے لگے ... یہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جسے اسلام نے دور کر دیا ہے ... قریش نے اپنے مقتولین پر تھوڑا عرصہ نوحہ کیا۔ اس کے بعد مکہ کے لیڈروں نے حکم جاری کیا کہ کوئی شخص اس معرکہ کے کسی مقتول پر قطعاً

(بقیہ حاشیہ ۱۳۵) مسلم ... اسلام لانے والی پہلی عورت ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہن میمونہ سے شادی کی۔ آپ روایۃ حدیث کرتی تھیں۔ جن سے صحابہ نے آپ سے احادیث لی ہیں۔ ام الفضل صاحب شرف عورتوں میں سے تھیں۔ حضرت عثمان کی خلافت میں اپنے خاوند عباس سے پہلے فوت ہوئیں۔

حاشیہ صفحہ ہٰذا: [1] الکامل ابن اثیر ج ۲ ص ۹۰۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے کہ جب ابو لہب مر گیا تو اس کے دونوں بیٹوں نے اس کی موت کے بعد تین راتیں اسے بے گور و کفن پڑا رہنے دیا اور دفن نہ کیا یہاں تک کہ وہ بدبودار ہو گیا اور قریش عدسی سے یوں بچنے لگے جیسے طاعون سے بچتے ہیں۔ حتیٰ کہ قریش نے ان دونوں سے کہا تمہارا برا ہو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارا باپ اپنے گھر میں پڑا پھول کر بدبودار ہو گیا ہے اور تم اسے دفن نہیں کرتے! ان دونوں نے جواب دیا ہم اس زخم کے متعدی ہونے سے ڈرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک نے کہا تم دونوں چلو میں تمہاری مدد کروں گا۔ بخدا، خدا کی قسم! انہوں نے اسے غسل نہیں دیا مگر دور سے اس پر پانی پھینک دیا۔ وہ اس کے قریب نہیں جاتے تھے۔ پھر وہ اسے اٹھا کر مکہ کے بالائی حصے میں لے گئے اور ایک دیوار سے اس کی ٹیک لگا دی۔ پھر اس پر پتھر پھینک دیے۔

نوحہ کریں اور لوگ صبر کا دامن تھامے رہیں تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب خوش نہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ معرکہ بدر مکہ کی مصیبت ایک خوفناک مصیبت تھی۔ اس کی اتنی طویل تاریخ میں اس قسم کی مصیبت سے واسطہ نہیں پڑا تھا کیونکہ کوئی گھر ایسا نہ تھا جو بیٹے، خاوند، بھائی، باپ یا کسی قریبی کے ماتم سے بچا ہو اس بات نے زعماء مکہ کو خوفزدہ کر دیا کہ وہ اس شہر کے باشندوں سے جنہوں نے بیٹوں کو کھو دیئے وہاں نوحہ گر عورتوں کی آوازوں کو بار بار سنیں۔ مکہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک خوفناک ماتم میں تبدیل ہو گیا اور انھوں نے جس طرح کا نوحہ کیا۔ اس سے مضبوط ترین اعصاب کا آدمی بھی ڈانواں ڈول ہو جاتا تھا۔

پس ان زعماء نے ایک امتناعی حکم جاری کیا جس کے بموجب انھوں نے بدر کے مقتولین پر رونے سے روک دیا تا کہ مسلمان ان پر خوش نہ ہوں۔

اس مصیبت کا خوف اس درجہ تک پہنچ گیا کہ بعض اشراف مکہ نے اپنے کئی بیٹے اس معرکہ میں کھو دیئے تھے۔ ابو جہل کے غرور و تکبر نے بغیر کسی جواز کے شعلہ زن کیا تھا۔

اس معرکہ میں صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ اور اپنے بھائی علی بن امیہ کو کھو دیا اور ابوسفیان بن حرب نے اپنے بیٹے حنظلہ کو کھو دیا اور اس کا بیٹا قید ہوا۔ اور عکرمہ بن ابو جہل نے اپنے باپ ابو جہل جس کا نام عمرو بن ہشام تھا اور اپنے چچا عاص بن ہشام کو کھو دیا اور خالد بن ولید نے اپنے بھائی ولید بن ولید کو کھو دیا۔

کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے

اس معرکہ میں سب سے زیادہ مصیبت اسود بن المطلب کو پہنچی۔ اس نے اس معرکہ میں بیک وقت اپنے تین بیٹے کھو دیئے۔ اس کے بیٹے زمعہ[1]

---

[1] زمعہ بن اسود بن المطلب یہ ان پانچ افراد میں سے تھا جنھوں نے اس اقتصادی [illegible] کی تحریر کو پھا

عقیل اور حارث اس معرکہ میں قتل ہو گئے۔ اسود اپنی قوم کا عمر رسیدہ شیخ اور سردار تھا جب اسے اپنے تینوں بیٹوں کا قتل یاد آتا تو غم اس کے اندرون کو جلا کر رکھ دیتا وہ چاہتا تھا کہ اگر زعماءِ مکہ اسے اپنے بچوں پر علانیہ رونے کی اجازت دے دیں تو اس پر غم کا دباؤ کم ہو جائیگا۔ وہ اپنے بیٹوں کے غم کی وجہ سے سو بھی نہ سکتا تھا اسی حالت میں اس نے رات کو ایک نوحہ گر عورت کی آواز سنی تو اسے امید پیدا ہوئی کہ اسے بھی اپنے بیٹوں پر نوحہ کرنے کی اجازت مل جائے گی۔ اسود کی نظر ختم ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے خادم کو بلایا اور کہا دیکھو کیا رونے کی اجازت ہو گئی ہے یعنی کیا مقتولین بدر پر رونے کی پابندی اٹھ گئی ہے؟ کیا قریش اپنے مقتولوں پر رو رہے ہیں۔ تاکہ میں بھی اپنے بیٹے زمعہ پر روؤں۔۔۔ یہ بیٹا اسے بڑا محبوب تھا ۔۔۔ کیونکہ میرا سینہ جل چکا ہے۔

غلام حالات معلوم کر کے آیا پھر اپنے آقا کو خبر دی کہ پابندی ابھی تک قائم ہے اور نوحہ کرنے والی ایک عورت ہے جو اپنے گمشدہ اونٹ پر گریہ کناں ہے یہ سن کر سفید کنپٹیوں والے شیخ کے غم جوش زن ہو گئے اور اس کے آنسو رواں ہو گئے اور اس نے اپنی ذہانت سے معلوم کر لیا کہ گمشدہ اونٹ کی مالکہ حقیقت میں اپنے اونٹ پر نہیں رو رہی بلکہ اس نے اس کے ضیاع کو اپنے مقتول پر رونے کا بہانہ بنایا ہے جسے اس نے معرکہ بدر میں کھو دیا ہے۔ اس نے ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے ؎

”کیا وہ اس لیے رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی
اسے سونے نہیں دیتی۔ وہ اونٹ پر نہیں روتی بلکہ بدر پر روتی ہے

[illegible] نے آپ کو ستانے کے لیے کوشش کی۔ نیز جس سال ہجرت سے قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بنی ہاشم اور بنی مطلب پر پابندی لگائی گئی تھی

جس میں آپ چھپے ٹھہر گئے ہیں۔"

اسیروں کا فدیہ

اس طرح مکہ ایک عرصہ تک خوف و غم کی حالت میں رہا۔ جب اس کے بعد دلوں سے غم کی آندھیاں کم ہوئیں تو مشرکین کو اپنے ان اسیروں کے انجام کے متعلق غور و فکر کرنے لگے جو ابھی تک مدینہ کے پڑاؤ کی پڑے تھے۔ اسی دوران میں انھیں مدینہ کی مجلس اعلیٰ کے اس فیصلہ کی اطلاع مل گئی جو اس نے قیدیوں کے متعلق کیا تھا۔ یہ فیصلہ انھیں اختیار دیتا تھا کہ وہ ان کے قتل یا ان کی طرف سے فدیہ کی ادائیگی کا فیصلہ کرلیں جس کی مقدار ہر قیدی کے متعلق چار ہزار درہم کی تھی۔ اس موقع پر مکہ نے مدینہ سے رابطہ قائم کیا اور اس کے نمائندے قیدیوں کو چھڑانے اور ان کی طرف سے فدیہ ادا کرنے کے لیے مدینہ آنے لگے۔

عباس بن عبدالمطلب نے اپنا فدیہ کیسے ادا کیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی ایک قیدی تھے اور وہ قریش کے سرمایہ داروں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنا فدیہ خود ادا کیا۔ اسی طرح آپ نے اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم کا بھی فدیہ ادا کیا[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فدیہ کی ادائیگی کا حکم دیا تو آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے پوچھا: وہ مال کہاں ہے جو آپ نے ام الفضل کے پاس رکھا ہے اور آپ نے اسے کہا ہے کہ اگر میں مر گیا تو فضل کے لیے اتنا اور عبیداللہ کے لیے اتنا ہوگا۔ آپ نے

---

[1] عباس نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں اور اپنے حلیف کا جو فدیہ ادا کیا اس کی مقدار سونے کے سو اوقیہ تھی۔ یعنی اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر قیدی کی طرف سے ادا کیے جانے والے فدیے کی مقدار ۲۵ اوقیہ تھی۔

کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو اس مال کے متعلق کوئی علم نہیں۔ اور مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور انھوں نے اپنا اور اپنے دونوں بھائیوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ دیا۔[1]

معرکہ بدر کے دوران مسلمانوں نے عباس بن عبدالمطلب کو قید کرتے وقت ان سے چالیس سنہری اوقیے لے کر ان پر قبضہ کر لیا تھا اور جب فدیہ کے ذریعے قیدیوں کی رہائی کا وقت آیا تو عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ سونے کی جو مقدار بدر کے روز ان سے لی گئی ہے اسے فدیہ سے منہا کیا جائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مطالبے کو رد کر دیا اور فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ یہ چیز ہمیں اللہ تعالےٰ نے دی ہے (یعنی وہ مسلمان مجاہدوں کے قبضہ کے بعد غنیمت بن گئی ہے)[2]

زینب دختر رسول اور اس کا اسیر خاوند ان قیدیوں میں ابوالعاص بن الربیع ابن عبد شمس زینب دختر رسول کا خاوند بھی شامل تھا۔ اس کی ماں ہالہ بنت خویلد ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی بہن تھی۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ اپنی بیٹی زینب کو ابوالعاص سے بیاہ دیں تو آپ نے ایسا کر دیا۔

یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اس وقت زینب اور ابوالعاص

---

[1] الکامل ابن جریر ج ۲ ص ۹۲

[2] ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ ہماری خواہش ہے کہ عباس کو قرابت رسول کی وجہ سے فدیہ معاف کر دیا جائے اور مفت رہا کر دیا جائے آپ نے اس بات کو رد کر دیا اور عباس کو بعینہ دوسرے قیدیوں کی طرح فدیہ دینے کا حکم دیا۔

دونوں شرک پر قائم تھے پس جب وحی نازل ہوئی تو زینب اپنے باپ پر ایمان لے آئی اور ابو العاص اپنے شرک پر قائم رہا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل مکہ میں مغلوب ہونے کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان جدائی نہ کروا سکتے تھے۔

جب ابو العاص بن الربیع قید ہو گئے تو آپ کی زوجہ زینب نے جو مکہ میں تھیں اس کے فدیے میں اپنا ایک ہار بھیجا جسے حضرت خدیجہؓ نے رخصتی کے دن آپ کو جہیز میں دیا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر سخت رقت طاری ہو گئی اور آپ نے مسلمانوں سے کہا اگر تم زینب کے اسیر کو آزاد کرنا اور اس کے ہار کو واپس کرنا مناسب سمجھتے ہو تو ایسا کر لو۔ تو انہوں نے اس کے خاوند کو رہا کر دیا اور ان کا ہار بھی انہیں واپس کر دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے عہد لیا کہ وہ زینب کو مدینہ بھیج دے تو اس نے ایسا کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان جدائی کروا دی۔ اور جب ابو العاص مسلمان ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح کے ساتھ زینب اسے واپس کر دی۔

اس کے دونوں اگلے دانت نکال دیجئے تاکہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے

قیدیوں میں سہیل[۱] بن عمرو بن عبد شمس عامری بھی شامل تھا، یہ بڑا ادیب اور اشراف مکہ میں سے تھا اور قریش کا مشہور خطیب تھا اور دعوت اسلام سے لڑائی میں اس کی مشہور تقریر کا بڑا

---

[۱] یہ سہیل وہی ہے جس نے آنحضرت کی شدید مخالفت کی اور قریش کی جانب سے نمائندہ ہو کر صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیا تھا۔ یہ مکہ کے سرداروں میں سے تھا۔ [illegible] فتح کے سال مسلمان ہو گئے خدمت اسلام میں نمایاں کام انجام دیا۔ صدیق کی بیعت پر ثابت قدم رہے۔ جنگ یرموک میں شہید ہوا۔

شعلہ بیانی ہی وجہ ہے کہ جب ان کے قید ہونے کا وقت آیا۔ تو ان کی زبان کا تسلط ہی تھا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپیل کی کہ آپ ایسے ایسا عیب لگا دیں جس کے بعد وہ آپ کے خلاف تقریر کرنے کی طاقت نہ رکھ سکے۔ آپ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کے دونوں اگلے دانت نکلوا دیجئے تاکہ یہ کسی جگہ کھڑے ہو کر کبھی آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے۔ آپ نے ابن خطاب کی اپیل رد کر دی اور فرمایا:

> "میں مثلہ نہیں کرتا، ورنہ میرا بھی مثلہ کرے گا خواہ میں نبی ہی ہوں۔ پھر آپ نے حضرت عمر سے فرمایا اسے چھوڑ دو، شاید یہ آپ کی حمایت کے مقام پر کھڑا ہو جائے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کے قابل تعریف موقف کے بارے میں درست اشارہ فرمایا۔ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جب مکہ والوں نے اسلام سے ارتداد اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور کمزور ایمان والے منکرین کے بقول فتنہ اپنے سینگ نکالنے لگا تو جب سہیل کو اس بات کی اطلاع ملی.... آپ مطابق اشجاع اور رعب سے لبریز تھے.... تو آپ تقریر کرنے کھڑے ہو گئے اور آپ نے بڑی عقلمندی و قطعیت کے ساتھ کہا:

> "اہل مکہ! اسلام قبول کرنے میں آخری اور ارتداد اختیار کرنے میں پہلے آدمی نہ بنو۔ اللہ کی قسم! جس کے معاملے نے تمہیں مضطرب کیا خواہ وہ کوئی بھی ہو اسے قتل کر دیں گے"..... آپ کے اس دلیرانہ موقف کا فتنہ کو اس کے پھیلاؤ میں ختم کرنے کے لیے بڑا اثر ہوا۔

[illegible] سہیل بن عمرو بڑے راستگو تھے آپ اللہ لوگ حضرت عمر بن خطاب

دروازے پر حاضر ہوئے، جن میں سہیل ابن عمرو، ابوسفیان ابن حرب اور قریش کے کچھ شیوخ بھی تھے، یہاں آپ کی طرف سے اجازت دینے والا اہل بدر کو اجازت دینے لگا۔ یعنی صہیب رومی، بلال حبشی اور اہل بدر کو، اور حضرت عمر ان سے محبت رکھتے تھے اور انھوں نے ان کے متعلق حکم بھی دیا ہوا تھا۔ ابوسفیان کہنے لگا: میں نے کبھی آج کی مانند صورت حال نہیں دیکھی۔ وہ ان غلاموں کو اجازت دیتے ہیں، اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ہماری طرف التفات ہی نہیں کرتے۔ تو سہیل ابن عمرو نے کہا:

اے لوگو! خدا کی قسم، میں نے تمہارے چہروں کے تاثرات معلوم کر لیے ہیں اگر تم ناراض ہو تو اپنے آپ پر ناراض ہو۔ ان لوگوں کو اور تمہیں دعوت دی گئی انھوں نے جلدی کی اور تم نے دیر کی۔ خدا کی قسم، جس فضل کو انھوں نے تم سے پہلے حاصل کیا ہے وہ تمہارے اس دروازے سے پیچھے ہٹائے جانے سے تم پر زیادہ گراں ہے جس میں تم غبطہ کرتے ہو پھر کہا۔ اے لوگو! تمھیں علم ہے کہ ان لوگوں نے تم سے سبقت کی ہے۔ خدا کی قسم! جس امر میں انھوں نے تم سے سبقت کی ہے اس تک پہنچنے کے لیے تمھارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ دیکھو یہ جہاد ہو رہا ہے اس میں شامل ہو جاؤ شاید اللہ تعالیٰ تمھیں شہادت سے سرفراز فرما دے۔ پھر آپ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور شام چلے گئے اور ابن زبیر کہتے ہیں، آپ اپنی جماعت کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے تمام اس طرف چلے گئے اور سب سب وہیں مر گئے۔

جزیرہ کے باشندوں پر معرکے کا اثر

مسلمانوں کی فیصلہ کن فتح کے ساتھ معرکہ یرموک کا اختتام ہو گیا۔ جس سے عرب ممالک میں قریش کی عسکری برتری اور مدینہ کی شہرت کا خاتمہ ہو گیا۔

مسلمانوں کی غیر متوقع فیصلہ کن فتح سے تمام حزب شکست خوردہ ہو گئے اور یہودیوں اور منافقوں کو یہ فتح ہضم نہیں ہو سکتی تھی۔ اگرچہ کفار لڑائی ہار گئے تو اس معرکہ میں مسلمانوں کی فتح کی خبر مختلف انداز سے ملی۔ پھر بھی ان میں اس کا غم عام تھا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کھڑے ہونے پر اتفاق پایا جاتا تھا۔ پس سب نے اس امر پر پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ دوسری بار مسلمانوں کو ایسی شاندار فتح حاصل نہ کرنے دیں گے جو ان کی قوت و شوکت میں اضافے کا باعث ہو۔ مگر اس فتح کے جدید دشمن اپنے بڑے ڈھنگ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں مختلف ہو گئے۔ ہر فریق اس طریق کے مطابق جسے وہ اپنے مقصد تک پہنچنے کا کفیل سمجھتا۔ مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کرنے اور ان کی طاقت کو ختم کرنے کے لیے کام کرنے لگا۔

مکہ شکست کے بعد

جب شکست نے اہل مکہ کی ہوا اکھاڑ کر خاک میں ملا دیا اور ان کے غرور کی ناک کاٹ دی تو اس کے باوجود انھوں نے عاجزی اختیار نہ کی۔ اور وہ مکہ میں آتے ہی تو سب جانے لگے اور اپنے مقتولوں پر رونے لگے، پھر اپنے زخمیوں کے زخموں کا علاج کرنے لگے اور جب انھیں صدمہ کے خوف سے افاقہ ہوا تو مسلمانوں کی طرف سے دی گئی شکست کی عار کو دور کرنے کے لیے مسلسل اجتماعات اور کانفرنسیں منعقد کرنے لگے تاکہ کسی ایسے طریقے پر غور کر سکیں جس سے یہ داغ دھویا جا سکے۔ ان کانفرنسوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے بغض و کینہ رکھنے میں زیادہ کر دیا۔ پھر انھوں نے عام تیاری کا اعلان کر دیا جس کے نتیجے میں اسلحہ و قوت کی ضرورت ہوا اور شکست نے ان مسلمانوں پر ان کے غصے کو بڑھا دیا جو مکہ میں ان کے درمیان رہتے تھے اور وہ اپنے مذہب سے اسلام میں داخل ہونے والوں پر تشدد کرنے لگے اور انھیں زیادہ عذاب دینے لگے اور ان پر مزید ظلم ہونے لگے۔ اس وقت مکہ میں ہر مسلمان اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتا

تھا کیونکہ وہ کمزور اور محتاج تھا اور عذاب اور ذلت کا خطرہ تھا کیونکہ وہاں مشرکین کی حکومت تھی۔

معرکے کے بعد مدینہ کا موقف

مدینہ میں بالکل اس کے برعکس معاملہ تھا.... غلبے کے نقطۂ نگاہ سے .... معرکہ بدر کے بعد مسلمانوں کا اختیار ہی نافذ تھا جس کی وجہ سے بہت سے غیر مسلموں نے دل میں اسلام سے بغض رکھنے اور مسلمانوں کے متعلق خفیہ سازشیں کرنے کے باوجود بظاہر اسلام قبول کر لیا۔ ان لوگوں کے ہراول میں نفاق کا سرخیل عبداللہ بن ابی بن سلول تھا[1] جس نے معرکہ بدر کے بعد اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ اسلام کا اعلان کر دیں۔ یہ بات اس نے اس وقت کہی جب اس نے معرکہ بدر کے بعد مسلمانوں کی قوت کو بڑھتے دیکھا.... یہ معاملہ مضبوط ہو چکا ہے اور اس کے اٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ پھر اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور اس کی پیروی میں اس کی تمام منافق پارٹی نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا۔ مگر باطن میں وہ اسلام کے دشمن گروہوں کے

---

[1] عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث بن عبید الخزرجی۔ ابو الحباب۔ جو ابن سلول کے نام سے مشہور ہے۔ سلول اس کے باپ کی دادی ہے۔ اہل مدینہ میں اسلام کے اندر منافقین کا سرخیل تھا۔ وہ خزرج کی جاہلیت کے آخر میں ان کا لیڈر تھا۔ اس نے تقیۃً جنگ بدر کے بعد اسلام کا اظہار کیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احد کے لیے تیار ہوئے تو ابن ابی تین سو آدمیوں کے ساتھ آپ سے علیحدہ ہو گیا اور انہیں واپس مدینہ لے آیا اور غزوہ تبوک کے موقع پر بھی اس نے ایسے ہی کیا۔ جب کبھی مسلمانوں پر مصیبت آتی تو یہ خوش ہوتا اور ان کی کسی کامیابی کے متعلق جب سنتا تو اسے غم ہوتا۔ اس کے لیے بہت سے واقعات ہیں۔ مدینہ میں سنہ ۹ ھ کو فوت ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ ابن خطاب یہ پسند نہیں رکھتے تھے جس پر یہ آیت نازل ہوئی (ولا تصل علی احد منہم)

منتظر ہے۔ اور ان منافقین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے جنگ کرنے میں جاسوسی اور دھوکے بازی کے طریقے اختیار کیے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی سازشیں کرتے رہے اور آپ کے اصحاب کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتے۔ وہ ان کی قوت کو کمزور کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے جیسا کہ قرآن کریم نے منافقین کے واقعات کو مفصل بیان کیا ہے اور تاریخ کی بنیادی کتابوں نے بھی انھیں روایت کیا ہے۔

معرکے کے بعد — یہودی

اس وقت بت پرستوں اور تھوڑے سے یہودیوں کا یہ گروہ مدینہ اور اس کے مضافات میں رہتا تھا۔ اس نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانیہ دشمنی کرنے سے رک گیا۔ دوسرا گروہ سب کا سب یہودی تھا، وہ آزادانہ طور پر اپنے دین پر قائم رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جیسا کہ اسلام کا قانون ہے ﴿لا اکراہ فی الدین﴾ کہ دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان معاہدہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپ نے وہاں یہودیوں کو پایا جنھوں نے اسے وطن بنایا تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کی اہم دفعات میں یہ بھی تھا کہ فریقین میں سے ہر فریق دوسرے فریق کو تکلیف پہنچانے سے باز رہے گا اور دونوں میں سے کوئی فریق دوسرے فریق کے دشمن کی مدد نہیں کرے گا۔

خود مسلمانوں نے یہود سے عہد شکنی کی کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی انھیں جزیرہ سے نکالنے کے بارے میں غور و فکر کیا، باوجودیکہ مسلمان معرکے کے بعد موقف پر

غالب رہے تھے، بلکہ اس کے برعکس انھوں نے ان سے توقع کی کہ وہ بت پرستی کی جنگ میں اور عقیدۂ توحید کی مدد میں ان کے معاون ہوں گے اور مسلمانوں نے امید کی کہ یہودی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ نبوت کی تصدیق کریں اور قدیم کتب کے ساتھ ان کا تعلق، اور مرسلین کی احادیث سے ان کی الفت، ان پڑھ عربوں کے یہ امر تسلیم کروانے کا سبب بن جائے گی کہ رسالات و پیغامات، برحق ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے، یہ اچھے جذبات، نازل ہونے والے قرآن کے مطابق ہیں۔ اس کی تاکید قرآن کریم کے اس قول سے ہوتی ہے

"ویقول الذین کفروا لست مرسلاً۔ قل کفٰی باللّٰہ شہیداً بینی
وبینکم ومن عندہ علم الکتاب[1]"

یہود کا معاہدہ کی نصوص کی مخالفت کرنا لیکن یہودیوں کے اس گروہ نے جس کا سرخیل عظیم، سود خور، کعب بن اشرف[2] النبہانی تھا، اس معاہدے کی نصوص کی مخالفت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضگی کا اعلان کردیا اور آپ سے اعلانیہ دشمنی کی اور بدر میں مشرکین کی شکست پر دکھ کا اظہار کیا۔

یہ یہودی مشرکین کو خصوصاً اہل مکہ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے اور آپ کی دعوت کا خاتمہ کرنے پر اکسانے لگے اور ان کو ہر ممکن امداد کی پیش کش کرنے لگے اور جو معاہدات انھوں نے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے تھے

---

[1] رعد: ۴۳۔ نقد السیرۃ ص ۱۸۳

[2] کعب بن اشرف طائی، بنی نبہان میں سے تھا اور اس کی ماں بنو نضیر سے تھی۔ جاہلی شاعر تھا جس نے یہودیت اختیار کر لی تھی اور اپنے امروں میں سردار تھا اور مدینہ کے قریب اپنے قلعے میں رہتا تھا اس کی اولاد آج تک باقی ہے، [illegible] کر اپنے قلعے سے باہر قتل ہوا۔

ان کو توڑ کر انھیں مسلمانوں کی مدد۔ یہاں سے آگے دھرنے لگے۔ اس طرح مسلمانوں کو جو فتح حاصل ہوئی تھی اس نے یہود کی صوابدید کو کھو دیا اور اسلام کے متعلق ان کا کینہ بڑھ گیا جس سے اسلام اور اس کی دعوت کے حامل کے خلاف ان کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوگیا اور مسلمانوں نے ان کی متعدد سازشوں کو ظاہر کر دیا جنھیں یہود نے انھیں اور ان کے نبی کو ختم کرنے کے ارادے سے تیار کیا تھا۔

اس کے باوجود مسلمانوں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا یہاں تک کہ معاملہ بگڑ گیا اور فریقین کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع ہوگئی اور فریقین کے درمیان سرد جنگ اس وقت ختم ہوئی جب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی بار بار حماقتوں کے نتیجے میں بڑے بڑے خونریز معرکے ہوئے۔ جن کا حاصل ایک فریق کی تباہی اور دوسرے فریق کی مدینہ سے جلا وطنی تھی تاکہ مدینہ کو ان کی سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے پاک کیا جائے۔ جیسا کہ بنی قریظہ، بنی قینقاع اور بنی نضیر سے ہوا۔ جسے ہم مفصل طور پر معرکہ احد کی ابتدائی گفتگو اور غزوۂ احزاب میں بیان کریں گے ان شاء اللہ!

معرکے کے بعد اعراب کا موقف

اعراب .... اور خصوصاً مدینہ کے ارد گرد رہنے والوں .... کے دلوں میں مسلمانوں کی فتح کا بہت اثر پڑا اور وہ اس فتح سے مضطرب ہوگئے اور انھیں خوف لاحق ہوگیا اور وہ مدینہ میں اسلام کی ایسی حکومت کے قیام سے ڈر گئے جو ان کے اور ان کی مالوف جنگل کے قانون کے مطابق، لوٹ مار کے درمیان حائل ہو۔ جو ان کے رزق کا منبع تھی۔ اور اسی پر ان کے وجود کا قیام تھا اور یہی مسلمانوں کی فتح سے مضطرب ہونے کا سب سے بڑا سبب تھا۔ ان اعراب کے نقطۂ نگاہ سے کفر و ایمان کا مسئلہ کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ اعراب کے تمام علاقوں میں جاہلیت کے

قانون کے مطابق جب ان کی حرمت کے مسئلہ کو ۔ اور ان کے نیزوں کے سامنے میں علاقے کو ، یا لوٹ مار کرنے کا مسئلہ ، کا قیاس کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکے میں مسلمانوں کی فتح اور ان کے اثر و نفوذ کے انتشار سے اعراب کے اضطراب کا باعث سیاسی اور عقائدی تھا اور یہ بات اہل مکہ کے برعکس تھی ۔ وہ اپنے آپ کو بت پرستی کے محافظ ، اور کعبہ کے خادم ، اور جزیرہ کے تمام مشرکین کے روحانی لیڈر سمجھتے تھے ، اس لیے کہ وہ حرم کے علاقے میں رہتے تھے جس کی تمام بت پرست تعظیم کرتے تھے ، اور باوجود تعدد والہ میں اختلافات کے جنھیں وہ خدا تعالیٰ کے سوا پوجتے تھے ، اس کا حج کرتے تھے ۔ جس طرح قریش کو جزیرہ کے تمام باشندوں کی نسبت سیاسی ، تہذیبی اور عسکری لحاظ سے اول درجہ پر سمجھا جاتا تھا جس کی وجہ سے انھیں تمام قبائل عرب کے درمیان ، ان تمام پہلوؤں میں ممتاز مقام حاصل تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ قریش کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ رکھنا اور اسلام سے بغض رکھنا پہلے درجہ میں سیاسی اور عقائدی بواعث پر قائم ہے ۔ اسی وجہ سے وہ جزیرہ کے باشندوں سے بڑھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خاتمہ کے خواہش مند تھے ۔

مسلمان خطرات کے گھیراؤ میں

اسی وجہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے بدر کی فتح کے بعد اپنے آپ کو خطرات کے دائرہ کے وسط میں پایا جو تمام اطراف سے ان کا احاطہ کیے ہوئے تھا ۔ بدر میں ان کی فتح سے مدینہ اور اس کے ارد گرد کا علاقہ ان کے اثر و رسوخ کے ماتحت ہو گیا اور مدینہ میں ان کا مرکز گذشتہ اوقات کی نسبت مضبوط ہو گیا ۔ مگر وہ بت پرستوں اور یہودیوں کی اعلانیہ چھیڑ خانیوں ، اضطرابوں ، سازشوں اور مختلف دسیسہ کاریوں کا نشانہ بن گئے ، جنھوں نے معرکہ بدر کے بعد محسوس کیا کہ وہ ایک عظیم قوت کے سامنے آ گئے ہیں جو ان کے اقتدار و نفوذ کا خاتمہ کر دے گی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش

اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مدینہ اور اس کے اردگرد میں مختلف قسم کی چھیڑ خانیوں، اضطرابوں اور مصیبتوں کا سامنا کر رہے تھے۔ مکہ ان کے خلاف ہنڈیا کی طرح جوش کھا رہا تھا اور اس نے ڈراتے اور دھمکاتے ہوئے شکست کے داغ کو دھونے کے لیے عام تیاری کا اعلان کر دیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے گھر کے صحن میں لڑے گا، کیونکہ غصہ اور کینہ اس سے بہت زور پکڑ گیا۔ مکہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گلو خلاصی کرانے کے لیے ایک مختصر راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور اس نے مدینہ میں آپ کو قتل کرنے کی اسکیم بنائی۔ معرکہ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی یہ پہلی سازش ہے۔

سازش کا فیل ہونا

اس اہم سازش کی تنفیذ کے لیے مکہ نے قریش سے ایک شیطان اور مشہور شہسوار کو منتخب کیا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین سے شدید بغض و عداوت رکھنے والوں میں سے تھا جس کا نام عمیر بن وہب جمحی تھا۔ بدر کے روز مسلمانوں نے اس کے بیٹے وہب کو قید کر لیا تھا جس کی وجہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کینہ اور کراہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے مکہ کے بعض زعماء سے جن کے سرداروں میں صفوان بن امیہ تھا جس کا بھائی اور باپ بدر میں قتل ہوئے تھے، عہد کیا کہ وہ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا۔ اگر عنایت الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو اس سازش کی تنفیذ ایک آسان بات تھی۔

جو وقت سازش کی تنفیذ کے لیے مقرر کیا گیا اس وقت میں کسی مکی مشرک کے وجود کو مدینہ میں برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مکہ سے آکر قیدیوں کا فدیہ دینے والے اور

انھیں آزاد کروانے والے بکثرت مدینہ میں موجود تھے۔ اس لیے سازش کی اسکیم کا فیصلہ یہ ہوا کہ عمیر بن وہب اپنے بیٹے[1] کے فدیہ دینے اور اس کو لانے کے بہانے مدینہ جائے اور وہاں پر نفاق طریقے پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے۔ اس نے صفوان سے عہد کیا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جگہ بھی پائے گا اور جن لوگوں میں بھی پائے گا قتل کر دے گا۔ اور اس کے مقابل میں صفوان بن امیہ نے اس سے عہد لیا کہ وہ اس کے تمام قرض چکا دے گا، اور اگر وہ قتل ہو گیا تو اس کے عیال کی زندگی تک ان کی کفالت کرے گا۔

سازش کی ناکامی

اور عملاً سازش کا مہرہ یہ ظاہر کر کے مدینہ پہنچا کہ وہ اپنے بیٹے وہب کا فدیہ دینے اور اسے آزاد کروانے کے لیے آیا ہے۔ سب سے پہلے جس شخص کو اس کے بارے میں شبہ ہوا اور اس نے اپنی فراست سے اس کے چہرے پر شرارت کے آثار کو پڑھا وہ حضرت عمر بن الخطاب تھے۔ حضرت ابن خطابؓ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ مسجد کے قریب کھڑے بدر کے روز کے متعلق اور اللہ تعالیٰ نے اس میں جو انھیں فیصلہ کن فتح دی تھی اس کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں ابن خطاب نے توجہ سے عمیر بن وہب کو دیکھا کہ اس نے گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے مسجد نبوی کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی ہے تو آپ کو اس کے متعلق شک ہو گیا اور آپ نے اپنے رفقاء سے کہا: یہ خدا کا دشمن عمیر بن وہب ہے یہ شرارت کے لیے آیا ہے اور یہی وہ شخص ہے

---

[1] اس کے بیٹے کا نام وہب تھا۔ وہ اس کے بعد مسلمان ہو گئے اور عمرو بن العاص کی کمان کے تحت فتح مصر میں شریک ہوا۔ اور مصر کی فتح میں حصہ لینے کے لیے ان کے جری دستے کی کمان سنبھالی۔ مصر میں مستقل طور پر مقیم رہے اور شام میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو گئے۔

جس نے ہم میں جنگ کروائی اور بدر کے روز لوگوں کو بھڑکایا۔ جونہی عمیر بن وہب کو ابن خطاب نے دیکھا وہ فوراً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں چلے گئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ عمیر بن وہب خدا کا دشمن ہے۔ یہ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔

اس خبیث سے محتاط رہو

حکم نبوی کے مطابق ابن خطاب، عمیر بن وہب کو مسجد میں لانے کے لیے باہر نکلے اور اسے لانے سے قبل آپ نے مسجد کے دروازے کے پاس موجود صحابہ سے اپیل کی، کہ وہ جلدی سے مسجد میں داخل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا کام سنبھالیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمیر کے داخل ہوتے وقت اس کی حرکات کی نگرانی کریں۔ آپ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ اور اس خبیث سے محتاط رہو۔ یہ اعتبار کے قابل نہیں۔

پھر اس کے بعد آپ نے اسے گریبان سے پکڑا! اور اس کی تلوار کے پٹکے سمیت اسے کھینچ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اسے کھڑا کرتے ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطاب سے فرمایا عمرؓ! اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ نے فرمایا عمیر! قریب ہو۔ عمیر نے قریب ہو کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی صبح خوشگوار ہو۔۔۔ یہ جاہلیت کا سلام ہے۔۔۔۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے سلام سے سرفراز فرمایا ہے جو تیرے سلام سے بہتر ہے۔۔۔ اہل جنت کے سلام کی سلامتی کے ساتھ۔

---

[۱] اور علاوہ عمیر بدر کے ایام میں کفار کی فوج میں انٹیلی جنس کا ہیڈ تھا۔ اس نے مشرکین کی فوج کی گنتی کی تین سو یا اس سے کچھ زیادہ جو کہ مدمقابل ہونے والے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب اس نے اپنے گھوڑے پر موقع کے مقام کے قریب مسلم فوج کے اردگرد جولانی کی۔

سازش کا ہیرو کیسے مسلمان ہوا

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمیر! کس کام آئے ہو؟ اس نے جواب دیا میں اس قیدی کے لیے آیا ہوں جو آپ کے ہاں ہے اس سے مہربانی کیجیے آپ نے فرمایا، تیری گردن میں جو تلوار ہے اس کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا، اللہ تلواروں کا ستیاناس کرے کیا یہ ہمارے کام آئی ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے سچ سچ بتا تو کس لیے تلوار لایا ہے؟ اس نے کہا میں اسے اسی کام کے لیے لایا ہوں۔ آپ نے فرمایا، بلکہ تو نے اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر قریش کے کنوئیں والے اصحاب کو یاد کیا، پھر تو نے کہا کہ اگر میرے پاس عیال نہ ہوتے اور مجھ پر قرض نہ ہوتا تو میں جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیتا۔ پھر صفوان بن امیہ نے تیرے عیال اور قرض کو اس شرط پر اپنے ذمے لیا کہ تو مجھے اس کی خاطر قتل کرے اور اللہ تعالیٰ تیرے اور اس کام کے درمیان حائل ہو گیا۔

عمیر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کی ان باتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے جو آپ ہمیں آسمانی خبریں دیا کرتے تھے اور جو آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اور یہ وہ بات ہے جس میں میرے اور صفوان کے سوا کوئی موجود نہ تھا، خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ خبر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ پس اس خدا کا شکر ہے جس نے اسلام کی طرف میری راہنمائی کی اور مجھے اس جگہ لے آیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کو اس کا دین سکھاؤ اور اسے قرآن سکھاؤ اور اس کے قیدی کو رہا کر دو، تو انھوں نے ایسے ہی کر دیا۔ اس طرح یہ خبیث سازش ناکام ہو گئی۔ اور بجائے اس کے کہ سازش کا ہیرو، کفر کے سرغنوں کو واپس جا کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خوشخبری دیتا وہ تمام مکہ کو اپنے اسلام کا

تبلیغ کرتا ہوا ان کی طرف واپس گیا۔ اس نے اعلانیہ طور پر اہل مکہ کو بتایا کہ وہ مسلمان ہوگیا ہے۔ اور وہ بڑا شجاع تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ مکہ میں اعلانیہ دعوتِ اسلام دینے لگا۔ جہاں خاص طور پر معرکہ بدر کے بعد اس کی طرف دعوت دینا تو کجا اسلام کا اظہار کرنا بھی ممنوع تھا تو اشرافِ مکہ میں سے کسی کو بھی اس سے الجھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

ابن کثیر اپنی تاریخ میں بیان کرتا ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد عمیر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ واپس جانے کی اجازت طلب کی تاکہ وہ اسلام کا داعی بنے۔ اس نے کہا:

> "یا رسول اللہ! میں نور الٰہی کو بجھانے کے لیے کوشش کیا کرتا تھا اور جو شخص دین الٰہی پر ہوتا اسے شدید تکلیف دیا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں۔ میں مکہ جا کر انھیں اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کی طرف دعوت دوں۔ شاید اللہ انھیں ہدایت دے۔ بصورتِ دیگر میں انھیں ان کے دین کے بارے میں اسی طرح ایذا دوں گا جیسے آپ کے اصحاب کو ان کے دین کے بارے میں ایذا دیا کرتا تھا۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی اور وہ مکہ چلا گیا۔ صفوان اس وقت اس کی آمد کی امید رکھتا تھا اور وہ سواروں سے اس کے متعلق پوچھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ عمیر سے پہلے ایک سوار آیا اور اس نے صفوان کو اس کے اسلام قبول کرنے کی خبر دی جس سے وہ شدید غضبناک ہوگیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ کبھی اس سے بات نہیں کرے گا اور نہ کبھی اسے فائدہ پہنچائے گا۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ جب عمیر مکہ آیا تو اس نے وہاں اقامت اختیار کرلی اور لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے لگا اور مخالفین کو شدید اذیت دینے لگا۔ اس کے

باعث بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

تحلیل و تجزیہ

اس طرح معرکہ بدر انجام پذیر ہوا اور اس نے تمام جزیرہ عرب میں روحانی، سیاسی، عسکری اور اقتصادی میزانوں کو تبدیل کر دیا اور مسلمانوں کی عسکری شہرت چوٹی پر پہنچ گئی اور اس نے خصوصاً عرب کے علاقے میں ان کو صاحب قوت والے بنا دیا ... اور پھر جب قریش کی عسکری اور سیاسی شہرت کا جزیرہ عرب میں خاتمہ ہو گیا۔

زائد معرکہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ معرکہ بدر ایک زائد معرکہ تھا، مسلمانوں کی جانب سے اس کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ انہیں اس کی کوئی تیاری اور بغیر کسی سوچے سمجھے ارادے کے اس میں مجبوراً حصہ لینا پڑا۔

جب وہ مدینہ سے نکلے تو ان کا مطلوب قافلہ تھا اور وہ دشمن کا قافلہ تھا جو شام کی طرف سے مکہ کو واپس جا رہا تھا، جس کے محافظوں کی تعداد چالیس جوانوں سے زیادہ نہ تھی۔ اور اس کے لیے اتنی ہی تیاری کی ضرورت تھی جتنی تیاری مدنی فوج نے مدینہ چھوڑتے وقت قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیے کی تھی۔

اور مسلمان ... خصوصاً وہ مہاجرین جن میں سے ہر ایک نے اپنی تجارت کا چھوڑی تھی کیونکہ مشرکین مکہ نے ان کے تمام اموال پر قبضہ کر لیا تھا ... اس لیے وہ قافلے پر قبضہ کرنے کے شدید خواہش مند تھے جو ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا جو ہر قسم کے سامان اور خوراک سے لدے ہوئے تھے ان اونٹوں میں سے ہر ایک قیمتی سامان سے بھرا ہوا تھا۔ اس امر پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عمیر بن الحمام نے حبیب کے ہاتھوں سے کھجوریں گر گئیں اور آپ جنت پہنچ گئے جو آپ نے فرمایا۔ اے الحمد ... میں ان کو پھینک کر اے الحمد ... انہیں ... کے لیے تھے ہیں انہیں ... ہیں۔ (فقہ السیرۃ ص-۱۸۰)

پر قافلہ کے خواہاں تھے لیکن خدا تعالیٰ کا ارادہ ان کے ارادے سے مختلف تھا۔ انھوں نے اپنے آپ کو قافلے کی بجائے ایک زبردست پُرغرور لشکر کے سامنے پایا جس کے پاس سر و سامان کی بہتات تھی خوراک، وہ ایک ہزار تلواریں اٹھائے ہوئے تھے جنھیں مکہ کے چیدہ جانباز جوان اور ماہرین لیڈر موت کی آغوش میں سونپتے ہوئے تھے۔ پس وہ اس معرکہ میں حصہ لینے پر مجبور ہوگئے جس میں دشمن تعداد اور سامان کے لحاظ سے ان پر تین گنا فوقیت رکھتا تھا۔

بغیر ہتھیاروں کے

اور اسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

"وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ"[1]

مسلمانوں کا ارادہ تھا کہ ان کا قافلے سے مقابلہ ہو جس کے پاس ہتھیار نہیں تھے لیکن خدا تعالیٰ نے چاہا کہ گھمسان کی جنگ ہو، غنیمت نہ ہو، حق و باطل کے درمیان تفریق ہو تاکہ وہ حق کو قائم کردے اور باطل کو نابود کردے، اور کفار کی جڑ کاٹ دے اور ان کا ایک فریق قتل ہو جائے اور دوسرا فریق قید ہو جائے اور ان کی عزت خاک میں مل جائے، اور ان کی قوت جاتی رہے اور ان کی حکومت چھن جائے اور اسلام کا جھنڈا اتفاق سے نہیں، استحقاق سے، اور مال غنیمت سے نہیں، جہد اور جہاد سے بلند ہو کر اعدا پر اپنے پھریروں کو لہرائے۔

ہاں خدا تعالیٰ نے مومن گروہ کے لیے چاہا کہ وہ ایک امت اور ایک حکومت بنے، اور اسے اقتدار اور قوت حاصل ہو اور اس نے چاہا کہ اس کی حقیقی قوت کو اس کے دشمنوں کی قوت کے مقابلے میں قیاس کیا جائے تو اس کی کچھ قوت دشمن کی

---

[1] الانفال : آیت ۷

قوت سے بڑھ جائے اور اسے معلوم ہو کہ فتح تعداد، اور تیاری اور مال اور زاد و راحلہ اور گھوڑوں سے نہیں ہوتی بلکہ یہ قوت کبریٰ کے ساتھ رابطے سے ہوتی ہے جس کے مقابلہ میں زمین میں کوئی قوت نہیں ٹھہر سکتی اور یہ بات کلام و اعتقاد سے نہیں واقعہ اور تجربہ سے ثابت ہو تاکہ مومن گروہ اس واقعی تجربہ سے اپنے تمام مستقبل کے لیے زادِ راہ حاصل کرے اور یقین رکھے کہ وہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا خواہ اس کی تعداد کتنی قلیل ہو اور اس کے دشمن کی تعداد کتنی زیادہ ہو۔ اور خواہ وہ مادی لحاظ سے کتنا کمزور ہو اور اس کا دشمن سامان اور تیاری کے لحاظ سے اس سے کتنا بڑھ کر ہو۔ اور ان کے دل میں یہ مفہوم اسی طرح جاگزیں ہو جائے جس طرح ایمان اور طغیان کی قوتوں کے درمیان فیصلہ کن معرکے کے متعلق جاگزیں ہوا ہے۔

اور غور و فکر کرنے والا آج اور آج کے بعد ان لمبی مدتوں کو دیکھے گا۔ جو خود مسلمانوں کے ارادوں کے درمیان اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق جو ارادہ کیا تھا اس کے درمیان تھیں، اور جس میں مسلمانوں نے اپنی بھلائی سمجھی اور جو اللہ نے ان کے لیے بھلائی چاہی۔ وہ غور کرکے ان طویل مدتوں کو دیکھے گا اور جان لے گا کہ لوگ اس وقت کس طرح غلطی کھاتے ہیں، جس وقت وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنی بھلائی کے انتخاب پر قادر ہیں۔ جب تک خدا تعالیٰ انھیں بھلائی کی توفیق نہ دے وہ ایسا نہیں کر سکتے اور خدا تعالیٰ جس بات کا ان کے لیے ارادہ کرتا ہے اس سے وہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے پس پردہ ان کے لیے وہ بھلائی ہوتی ہے جو ان کے دل اور خیال میں بھی نہیں گزرتی۔

پس انھوں نے جو اپنے لیے چاہا اس کو ارادۂ الٰہی سے کیا نسبت؟ اگر ان کا بے ہتھیار قافلے سے واسطہ پڑتا تو غنیمت کا سبب واقعہ بن جاتا۔۔۔ ایک ایسی

قوم کا واقعہ جس نے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کیا اور اسے لوٹ لیا، بلکہ غزوۂ بدر ساری تاریخ میں فیصلہ کن فتح کا واقعہ ہے، حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے کا واقعہ ہے۔ حق کا اپنے مسلح دشمنوں اور ہر قسم کے ساز و سامان والوں پر غالب آنے کا واقعہ ہے، جبکہ وہ قلیل تعداد تھے اور ساز و سامان کی بھی کمزوری تھی۔ یہ دلوں کی فتح کا واقعہ ہے جب وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے اور فانی کمزوری سے نجات پاتے ہیں۔ بلکہ انسانی ضمیر و وجدان کی فتح کا واقعہ ہے جن کے اندر گروہ جنگ کو ناپسند کرنے والے ہوتے ہیں، لیکن وہ اپنے یقین سے اپنے آپ پر اور اپنے اردگرد والوں پر فتح پاتے ہیں اور جنگ میں گھس جاتے ہیں حالانکہ باطل کا پلڑا واضح طور پر بھاری ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنے یقین سے میزان کو الٹ دیتے ہیں اور حق غالب آجاتا ہے۔

غزوۂ بدر اپنے ان اسباب کے ساتھ تاریخ میں ایک مثال رہے گا۔ اور وہ فتح و شکست کے دستور کو قائم کرے گا اور فتح و شکست کے اسباب کو نمایاں کرے گا، حقیقی اسباب کو نہ کہ مادی اسباب کو۔ اور یہ ایک کھلی کتاب ہوگا جسے ہر زمانے اور ہر جگہ کے لوگ پڑھیں گے۔ جس کی دلالت اور فطرت تبدیل نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ایک نشان ہے اور اس کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے جو اس کی مخلوق میں جاری ہو چکی ہیں اور یہ زمین و آسمان کے قیام تک جاری رہے گی۔[1]

فتح کے ظاہری اسباب

اس بات میں کوئی جھگڑا نہیں کہ معرکہ بدر میں لڑنے والی دونوں قوتیں، تعداد، تیاری اور سامان کے لحاظ سے برابر نہ تھیں۔ کفار کی فوج کی تعداد تقریباً ایک ہزار جانباز تھی۔ جب وہ

---

[1] فی ظلال القرآن: سید قطب، ج ۹، ص ۲۔

مکہ سے نکلے تو وہ جنگ کے لیے تیار تھے اور مدنی فوج کی تعداد تین سو دس سے تھوڑی سی زائد تھی۔ جب انہوں نے مدینہ کو چھوڑا تو یہ جنگ کے لیے تیار نہ تھے۔ کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہ گزرا تھا کہ وہ اس قسم کے خوفناک معرکہ میں حصہ لے گا۔ ——— اس معرکہ میں بڑی فتح کے اسباب کیا تھے مسلمانوں کی جانب وہ تمام مادی اسباب مفقود تھے جن سے معرکوں میں عموماً فتح حاصل ہوتی ہے۔

مجمل اسباب

ہم آغاز سے معرکہ کے مراحل کی اطلاع کی روشنی میں تائید الٰہی کے بعد اس فتح کے اسباب کا خلاصہ ذیل میں بیان کرتے ہیں:۔

(۱) مکی فوج میں جوش نہ تھا۔ حالانکہ یہ پُرزور فوج مکہ سے قافلے کے دفاع کے لیے لڑنے کے لیے بڑے جوش سے نکلی تھی اور قریش کی اس ثروت کو بچانے نکلی تھی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم قریشی قافلہ پر قبضہ کر لیا تو اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر جب اس فوج کو اطلاع ملی کہ قافلہ محمد صلی اللہ علیہ کی فوج سے بچ کر نکل گیا ہے تو اس کا جنگی جوش ماند پڑ گیا۔

خصوصاً جبکہ اس فوج کے بہت سے سرداروں نے رابغ اور بدر میں اعلانیہ طور پر اس بات کا اظہار کیا کہ مدنی فوج سے ٹکرائے بغیر واپس ہو جانا چاہیے کیونکہ وہ جس قافلے کو بچانے نکلے تھے اس کے بچ جانے کے بعد جنگ کا کوئی جواز نہ تھا۔

یہ اخنس بن شریق ثقفی کی رائے تھی جو رابغ میں مکی فوج سے الگ ہو گیا تھا اور جب ابوجہل نے اس کے مشورہ پر کان نہ دھرا تو وہ اپنے تمام حلیفوں کے ساتھ جو قبیلہ بنی زہرہ کے افراد تھے، واپس آ گیا۔ اور یہی رائے عتبہ بن ربیعہ اور دیگر اشراف مکہ کی بھی تھی جنہوں نے بدر میں مخلصانہ کوشش کی کہ مکی فوج اس معرکے سے بچ جائے اور انہوں نے قریش کے پڑاؤ میں اعلانیہ پکارا کہ اگر معرکہ بغیر کسی

سبب اور جواز کے ایک ہی تانے بانے کا تکرار تو درست بات نہیں، لیکن ان کی بات نہ مانی گئی کیونکہ رعونت، سنجیدگی اور عقلمندی پر غالب آگئی تھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مکی فوج یا اس کی اکثریت نے اس معرکہ میں ناپسندیدگی کے باوجود حصہ لیا، یا کم از کم وہ اس میں شامل ہونے کے لیے پرجوش نہیں تھے اور یہ امر جنگ کے علم وفلسفہ میں فوجی شکست کے اسباب میں سے ہے۔

(۲) زیادتی ... ہر زمانے اور ہر مقام میں جنگیں انسان کے نزدیک ناپسندیدہ ترین چیزوں میں سے رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ کے ناموں میں سے اس کا ایک نام کریہہ بھی ہے اور ہر زمانے کے عقلمند اس میں بدرست اسباب کے بغیر حصہ نہیں لیتے کیونکہ انہیں اچھی طرح علم ہے کہ عموماً باطل قتل ہوتا ہے اور معرکہ بدر میں سرکشی، تکبر، زیادتی اور فخر قریش کی جانب سے اس کا موجب اول تھے اور اگر آپ چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ابوجہل کی جانب سے تھے جو غرور اور ظلم سے بھرا تھا۔

مکی فوج کے خروج کا بنیادی مقصد ایک ہزار اونٹوں کا بحفاظت دفاع کرنا اور اسے مدنی فوج کے قبضے میں آنے سے بچانا تھا اور مکی فوج کے نزدیک جنگ کا یہی ایک تو فقط جواز تھا جو سرکشی کے عنصر کی اس سے نفی کرتا ہے اور اس فوج کو اس میں حصہ لینے کا ضرورت مند بناتا ہے۔ مگر جب یہ فوج رابغ مقام پر پہنچی جو بدر کے مقام سے تقریباً ۱۲۵ میل دور ہے تو اسے قافلے کے بچ نکلنے کی خبر مل گئی۔ اور جنگ کا موجب اور جواز جاتا رہا اور عقلمندوں نے رابغ ہی سے فوج کی مکہ کی جانب واپسی کی آواز بلند کر دی۔ جیسا کہ انہوں نے حدیبیہ کے وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کرنے اور بغیر جنگ کے مکہ کی طرف واپسی کی کوشش کی حالانکہ اس وقت وہ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے، لیکن ابوجہل نے اصرار کیا کہ سارا لشکر بدر تک آئے اور معرکہ میں حصہ لے۔ پس اس نے حصہ لیا اور قریش کی آرزو کے مطابق

نتیجہ بعینہٖ اس طرح نکلتا ہے کہ ہر فتنہ سرکشی اور ظلم کے سبب سے جنگ کرتی ہے۔

(۳) عقیدہ ۔ فتح کے اسباب میں سے ہے۔ مسلمانوں نے اس معرکہ میں اس عقیدہ سے جو حصہ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق رکھتے ہیں ان میں سے ہر ایک نے اس معرکہ میں اس یقین سے حصہ لیا کہ وہ دو میں سے ایک میں ضرور کامیاب ہوگا، یا اسے موت آئے گی اور یہ وہ شہادت ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہاں ہمیشہ اعلیٰ زندگی بسر کرے گا جو دنیاوی زندگی سے بدرجہا افضل ہوگی اور یا اسے فتح ہوگی جس سے وہ عزت کے ساتھ سربلند ہوکر واپس لوٹے گا اور یہ کہ اس نے ایسے عقیدہ کی اشاعت میں حصہ لیا ہے جس سے موت شیریں معلوم ہوتی ہے۔[1]

بلاشبہ مزید ان مکانات میں فوجیوں کے نزدیک یہ موت کے جذبہ کا ایک اہم باعث ہے۔ چاہیئے کہ ہر فوج کسی بھی معرکہ میں حصہ لینے سے قبل فتح کی ضمانت کے لیے اس جذبہ کو سمجھے۔ مذہب جانتے ہیں یہی صحیح عقیدہ دینی جرأت کی قوت اور عظمت کا بڑا سرچشمہ ہے جس سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جو بندگی کے دروازے سے داخل ہوتی ہے اور زمانے کی چوٹی پر سرداری کے اس تخت پر بیٹھ جاتی ہے جس کے پائے ثابت،

---

[1] اس بلند جذبہ ان [illegible] کی صداقت کی وجہ یہاں آ گئی ہے کہ [illegible] کے مسلمانوں میں کوئی جذبہ روک نہیں سکتا تھا۔ اسی سبب سے عمیر بن حمام [illegible] کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے تو کہنے لگے [illegible] میرے اور جنت کے درمیان صرف یہ کھجوریں ہی حائل ہیں، پھر ان کو پھینک دیا اور مشرکین کی صفوں میں گھس گئے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ اس نے یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فرمان کے بعد کیا جو آپ نے بدر کی لڑائی کے سامنے جنگ سے تھوڑی دیر پہلے فرمایا تھا۔ آپ نے [illegible] فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے جو شخص آج ثابت قدمی اور استقلال سے ثواب کی نیت سے لڑے گا اسے اللہ جنت میں داخل کرے گا۔

عدل و پاکیزگی پر قائم ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ بات ہے جسے تاریخ نے دوسروں سے قبل، اس وقت عربوں کے لیے ریکارڈ کیا جب وہ اپنی صلح اور جنگ میں اسلام کے لائے ہوئے صحیح اور پاکیزہ اصول اور صحیح عقیدہ کی ہدایت پہ چلے۔

مگر مشرکین، صحیح عقیدہ کے دفاع اور صحیح اصول کی راہ میں جنگ کرنے کے بارے میں مسلمانوں کی طرح نہیں ہیں۔ وہ صرف تکبر، ریا، شہرت اور جہالت سے جنگ کرتے ہیں بس اور بس۔

اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی حربی معرکہ میں فتح کے حصول کے لیے صحیح معنوی بلندی کے لیے یہ ضروری عنصر ہو؛ معنوی بلندی کی کان صالح عقیدہ ہے اور جب کسی فوج ... میں صحیح عقیدہ مفقود ہو جائے تو اس کے سالاروں کی اپنے دشمنوں پر فتح کی امید جو صحیح عقیدہ پر مبنی ہو بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ خواہ ان کی فوج اپنے دشمنوں کی فوج سے کئی گنا بڑی ہو۔ اور بدر میں یہی ہوا اور آج تک بہت سے معرکوں میں اکثر یہی ہوتا ہے۔

(۴) جنگ کا جدید اسلوب۔ معرکہ بدر میں مسلمان ایک جدید اسلوب سے داخل ہوئے۔ جس سے عرب اپنی تاریخ میں واقف ہی نہیں تھے۔ اس اسلوب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمن پر اچانک جا پڑے تھے اور اس اچانک پن کا

لہ اس امر پر سب سے زیادہ دلالت ابوجہل کے اس خطاب سے ہوتی ہے جو اس نے اس وقت کیا جب چند مشرکوں نے قافلے کے بچ نکلنے کے بعد فوج کی مکہ کی طرف واپسی کے لیے کوشش کی۔ اس نے اس خطاب میں کہا۔ خدا کی قسم: ہم جب تک بدر نہیں جائیں گے واپس نہیں ہوں گے۔ ہم وہاں تین دن قیام کریں گے۔ اونٹ ذبح کریں گے، کھانا کھائیں گے، شراب پئیں گے اور گانے والیاں ہمیں نغمات سے محظوظ کریں گی، عرب ہمارے متعلق، ہمارے مارچ کے متعلق سنیں گے۔ وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ پس چلو، چلو!

مسلمانوں کی قوت پر بڑا اثر پڑا۔

اس نئے اسلوب کا خلاصہ درج ذیل صورت میں بیان ہو سکتا ہے:-

(الف) کمان: مسٹر اسعد الرحمٰن محمود شیث خطاب[۱] اپنی کتاب "سالار رسول" میں بیان کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے سالار اعلیٰ تھے۔ وہ مسلمان جنگ میں ایک کمان کے ماتحت ایک اسکیم کے مطابق کام کرتے تھے آپ فیصلہ کن وقت پر فیصلہ کن کام کی طرف ان کو متوجہ کر دیتے تھے اور ایک کمان کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے۔

(ب) مسلمانوں کا ڈسپلن: آپ کے احکام کی تنفیذ کے مطابق صحیح ڈسپلن کی ایک شاندار مثال تھا۔ ورنہ ڈسپلن ہی فوج کی بنیاد ہوتا ہے اور ممتاز فوج وہی ہوتی ہے جو مستحکم ڈسپلن سے آراستہ ہو اور مسلمان فوج اس وقت اس نقطے کے لحاظ سے ممتاز تھی۔

---

[۱] اسعد الرحمٰن محمود شیث خطاب عراقی فوج کے عظیم لیفٹیننٹ [illegible] ہیں۔ اسلام کی فوجی [illegible] چکے ہیں۔ حضرت [illegible] اور مجتبیٰ [illegible] کی زندگی [illegible] تو ہے [illegible] ان کی کتابوں سے بڑی تعلیم ملتی [illegible] جب کوئی شخص توحید، ایمان اور عقیدہ کی قبولیت کے بغیر [illegible] نہیں ہو سکتا۔ اس تہذیب کا سبب یہ تھا کہ آپ مسلمانوں کے اندر اشتراکیت [illegible] اسلام [illegible] کرتے تھے وہ اشتراکیت [illegible] ڈکٹیٹرشپ کے ساتھ [illegible] حکومت کے [illegible] ان سے [illegible] انکار کرتے [illegible] کے انقلاب کی آپ ہی ایک مثال تھے آخر [illegible] بن گئے۔ آپ کی کتاب [illegible] رسول [illegible] کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری [illegible] کے [illegible] ہوتی ہے [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] اس طرح [illegible] بیان کی ہیں [illegible] آپ کے عسکری [illegible] ثابت کر دیا ہے نبی اور رسول ہونے کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت کے سب سے بڑے عسکری سالار تھے۔ اور [illegible] افسروں [illegible] ہے۔

میرے نزدیک ڈسپلن کا مفہوم ہے.... احکام کی اطاعت کرنا اور انھیں شوق، خوشدلی اور رازداری سے نافذ کرنا ہے اور مسلمان اپنے سالار کے احکام کو بڑے شوق اور شاندار رازداری اور خوشدلی سے نافذ کرتے تھے اور حق بھی یہی تھا کہ وہ ایسا کرتے کیونکہ ان کا سالار مثالی سالار کی صفات سے متصف تھا۔

آپ نے مصائب میں اعصاب پر قابو رکھ کر اور جنگوں میں نادر شجاعت کا اظہار کر کے اور اپنے آپ کو اپنے اصحاب کے برابر سمجھ کر اور ہر فیصلہ کن کام میں ان سے مشورہ لے کر ایک مثالی سالار کی صفات کا اظہار کیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کا ہیڈ کوارٹر ایک اونچی جگہ پر بنایا گیا۔ جہاں سے میدان کارزار نظر آتا تھا اور آپ نے اس ہیڈ کوارٹر کے محافظ ذمہ دار سالار سعد بن معاذ کی کمان میں بنائے۔

مگر مشرکین کی عام کمان نہ تھی۔ مکہ کے اکثر لیڈر مشرکین کی فوج کے ساتھ تھے معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ سالاروں میں سب سے نمایاں تھے ممکن ہے ان میں سے ایک کی فوج کا سالار اعظم ہو۔ ان دونوں کے نقطہ نظر میں اختلاف تھا اور قبائلی عداوت بھی ان میں موجود تھی اس لیے کل فوج غیر منظم صورت میں کسی اصلاحی کمان اور سابق تنظیم کے بغیر لڑی۔

(ب) جدید حربی۔ سالار رسول ؐ کا مؤلف بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے بدر کے نزدیک ہوتے ہی فوج کی جدید تنظیم کی جو صحرائی جنگ کی جدید حربی سے قطعاً مختلف نہ تھی۔ اس کا ہراول اور بڑا حصہ اور پچھلا حصہ بھی تھا۔ اور آپ نے انٹیلی جنس سے بھی معلومات حاصل کیں اور صحرائی جنگ کے قریب آنے پر انتظامات کے یہی صحیح طریقے ہیں۔

جنگ میں مسلمان صفوں کی صورت میں لڑے جبکہ مشرکین کر و فر کے طریق سے

مطابق لڑے اور ہم نے اس لیے دونوں طریقوں کے فرق کو بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ مسلمانوں کی فتح کے اہم اسباب میں سے ایک اہم سبب کا علم ہو جائے۔

کر و فر کا طریقہ یہ ہے کہ جانباز پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کرتے ہیں جن میں تیرانداز، شمشیروں سے لڑنے والے، نیزے مارنے والے، پیادہ اور سوار ہوتے ہیں۔ اگر دشمن ان پر چڑھ آئے اور وہ کمزوری محسوس کریں تو واپس آ جاتے ہیں۔ پھر دوبارہ تنظیم کر کے حملہ کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ حملہ کرتے اور بھاگتے رہتے ہیں یہاں تک کہ انھیں فتح یا شکست ہو جائے۔

صفوں کے طریقہ پر جنگ۔ جانبازوں کو دو یا تین یا اس سے زیادہ تعداد کے مطابق صفوں میں ترتیب دینے سے ہوتی ہے۔ سواروں کے حملوں کو روکنے کے لیے پہلی صفوں میں نیزوں سے مسلح آدمی ہوتے ہیں اور بعد کی صفوں میں تیروں سے مسلح آدمی ہوتے ہیں تاکہ دشمن کے حملہ آوروں کو روک سکیں۔

اور یہ صفیں اپنی اپنی جگہوں پر اپنے سالار کے ماتحت ہوتی ہیں یہاں تک کہ کر و فر سے حملہ کرنے والوں کا شدید دھکا اپنی شدت کھو دیتا ہے... اس وقت صفیں باری باری آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفوں کا اسلوب، کر و فر کے اسلوب پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ وہ ترتیب پر اعتماد کرتا ہے اور اپنی احتیاطی قوت کے ساتھ ہمیشہ سالار کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ جس سے وہ ان مواقعت کا بھی علاج کرتا ہے جو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے اور وہ دشمن کے سامنے حملے کو بھی روکتا ہے یا غیر متوقع گھات والی فوج کو مارتا ہے یا ان بازوؤں کو بچاتا ہے جنہیں دشمن اپنے سواروں یا پیادوں سے خوفزدہ کر دیتا ہے۔ پھر ضرورت کے وقت پچھلی صفوں کے آگے آنے کا میدان حاصل ہو جاتا ہے۔

صفوں کا طریقہ دشمن پر مکمل کنٹرول کا احساس دلاتا ہے اور جنگی حالات سے

احتیاطاً بچاتا ہے اور بیک وقت حملے اور دفاع کے مناسب حال ہے اور گوریلا[1] کا اسلوب جس پر قریش نے اپنی جنگ میں بدر کے بعد عمل کیا، سالاروں کے کنٹرول کو ختم کر دیتا ہے اور اسے جنگی حالات کے لیے کسی احتیاط کی ضمانت نہیں دیتا۔

اور اللواء الرکن محمود شیت خطاب بیان کرتا ہے کہ معرکہ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صفوں کے اسلوب پر عمل پیرا ہونا مشرکین پر آپ کی فتح کا ایک اہم سبب ہے اور عسکری تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قدیم زمانے کے عظیم سالاروں، سکندر، ہنی بال اور جدید زمانے کے سالاروں نپولین، مولٹکے، رومیل اور چرچل وغیرہ کو اس لیے فتوحات حاصل ہوئیں کہ انھوں نے جنگ میں غیر معروف جدید اسلوب پر عمل کیا یا انھوں نے غیر معروف جدید ہتھیاروں سے جنگ کی۔

اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرتی میں جس اسکیم کو ایجاد کیا اور بدر کی جنگ میں اس پر عمل کیا اور اس کے ذریعے ان مشرکین پر اقتدار حاصل کیا جنھوں نے اس سے قبل اپنی جنگوں میں اس قسم کی اسکیم پر عمل نہیں کیا تھا تو اس معرکے میں اس کا مسلمانوں کی فتح پر بہت اثر پڑا۔

ہمارے نزدیک حربی نقطہ نگاہ سے یہ چار اسباب وہ اہم اسباب ہیں جنھوں نے اس معرکہ میں مشرکین کو شکست دی۔ اس بنا پر ان کی شکست سے جاہلیت کی حکومت کے محل میں کمزوری کا آغاز ہو گیا اور اس شاندار فتح نے مسلمانوں کو تاریخ میں اعلیٰ کے طاقتی دروازہ سے داخل کر دیا۔

---

[1] امریکہ کے ریڈ انڈینز کے ہاں رمز کے اسلوب پر عمل ہوتا ہے۔

خاتمہ اور اُمید

آخر میں ہم دل کی بات بھی بھولی قوم کو بتانے کی کوشش کرتے ہوئے جنھیں اسلام کے دشمنوں نے ہماری اسلامی تاریخ کے قیمتی خزانوں پر پردہ ڈال دیا ہے، ہر رنگ و نسل کے دانشور مسلم نوجوانوں کو یہ پیغام دیتے اور انھیں سمجھاتے ہیں کہ تخریب کاروں نے ان کے درمیان اور اس روشن تاریخ کے صفحات پر نفع بخش نظر ڈالنے کے درمیان بڑی رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں، وہ انھیں توجہ دیں، انھوں نے ان کی توجہ ایسی قوم کی تاریخ پر مرکوز کرا دیا ہے جو ان کی قوم نہیں اور انھیں ان بہادروں اور مفکرین کی سیرت پر غور کرنے میں مشغول کر دیا ہے جو ان کے ماضی اور حال سے کوئی تعلق نہیں رکھتے یا ان کی تاریخ کو بھونڈی صورت میں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ اس میں غور و فکر کرنے سے بچتے اور اس سے نفرت کرتے ہیں، انھوں نے ان کو اس قیمتی تاریخ کے خزانوں سے نفع اٹھانے سے محروم کر دیا ہے۔

اسی طرح ہم موجودہ وقت میں تمام اسلامی ممالک کے تعلیم و تربیت کے ذمہ دار اصحاب سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی تعلیم کے طریقوں پر نظر ثانی کریں۔ خصوصاً اس حصہ پر جو دینی تربیت اور اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں پہلوؤں کو مکمل طور پر ترک کر دیا گیا ہے۔ اکثر اسلامی ممالک میں تمام تعلیمی مراحل میں ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ یہ سب کچھ اس تخریبی منصوبے کی تنفیذ کے لیے ہو رہا ہے جسے اکثر بلاد اسلامیہ کی آزادی سے قبل اسلام اور اس کی شاندار تاریخ کے خلاف تیار کیا گیا تھا۔

افسوس! بہت سے اسلامی ممالک غاصبوں سے سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد اب بھی اپنے تعلیمی سلیبسوں کو ان تخریبی سلیبس کے مطابق بناتے ہیں جسے بڑے ممالک پر قابض ہونے والوں نے اپنے کوچ سے پہلے تیار کیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے۔ بہت سے اسلامی ممالک کے تعلیمی سلیبس دینی تربیت اور صحیح اسلامی تاریخ کے حصوں سے بالکل خالی ہیں۔ بعض عرب ممالک میں اس سلیبس کے کچھ حصے دینی تربیت اور اسلامی تاریخ پر بھی مشتمل ہیں مگر ان حصوں کو نہایت سطحی طریق پر اور بغیر کسی جوش اور توجہ کے پڑھایا جاتا ہے جس سے تدریس کے دوران میں ان حصوں کی کوئی قابل ذکر بات طالب علم کے ذہن میں نہیں بیٹھتی۔ خصوصاً اس کا فیل ہونا، دیگر حصوں کی نسبت پاس یا فیل ہونا شمار نہیں ہوتا لیکن دینی حصص اور اسلامی تاریخ کی ڈگری میں طالب علم کا ناکام ہونا اس طرح اثر انداز نہیں ہوتا جیسے انگریزی زبان، نقشہ نویسی اور جغرافیہ وغیرہ میں اس کا فیل ہونا اثر انداز ہوتا ہے۔

کیا اس طریق پر چلنے سے کوئی دینی تخریب کاری بھی ہے؟ اس لحاظ سے کہ ہم ایک اسلامی امت ہیں۔ ہمارے لیے اپنے دین کی ہدایت اور اپنی تاریخ کی عظمت کے بغیر زندہ رہنا محال ہے۔

اور شاید یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ بعض وہ ممالک جو اپنی تاریخ میں استعمار کے آگے نہیں جھکے، انہیں بھی وہ نقصان پہنچ رہا ہے جو دوسرے ممالک کو پہنچا ہے کیونکہ یہی بیماری ان کے تعلیمی ڈھانچے میں سرایت کر گئی ہے اور تدریجاً ان کے سلیبس کے دینی حصوں کو ختم کر رہی ہے۔

کوئی سال نہیں گزرتا جس میں ہم دیکھتے نہ ہوں کہ ان حصوں کو گھٹا دیا جاتا ہے یا ایسے حصوں سے بدل دیا جاتا ہے جن میں تقویت اور سیاسی وجود کی مضبوطی کی کوئی بات نہیں ہوتی جیسے کہ نقشہ نویسی اور کھیلنا کودنا وغیرہ جیسے [illegible]

جن کو دینی حصوں سے ختم کر کے بغیر تدریس کے حصوں میں شامل کیا جا سکتا ہے ۔
ن شخص غلطی کرتا ہے ... بلکہ وجود کی تخریب میں حصہ دار بنتا ہے ... جو یہ خیال کرتا ہے کہ دینی حصوں کو کمزور کرنے اور تاریخ اسلامی کی طرف توجہ نہ دینے میں حکومت کے سیاسی وجود کی تقویت یا متمدن اقوام کے درمیان اس کے مقام کی بلندی ہے ۔ یہ خیال اور اس کی ترویج دراصل ان تخریب کاروں کی جانب سے ہے جنھوں نے اس کی تنفیذ کے لیے خصوصی تجربہ حاصل کیا ہے اور ایک مدت کی ثقافت نے ان کے لیے مقدر کر دیا ہے کہ وہ تعلیمی میدانوں میں حساس رہنما مناصب پہ کام کریں ۔

کیا یہ بات عقل میں آ سکتی ہے کہ ایک حکومت قائم ہو اور سب سے پہلے وہ اسلام کی اساس اور اس کی طرف دعوت دینے اور اسے مضبوط کرنے اور اس کے آداب سے تمسک کرنے اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لیے قائم ہو مگر جب وہ اس کی ہدایت پر چلنا شروع کرے اور اس کی علمبردار بنے تو اس کا کوئی وجود نہ ہو اور نہ ہی اس کی کوئی شان ہو ... کیا یہ بات عقل میں آ سکتی ہے کہ جس حکومت کی یہ شان ہو ۔ اس کا منشا اس میں ہو کہ وہ اپنے تعلیمی سلیبس سے دینی حصوں کو ختم کر دے ۔

ہم عربی اور غیر عربی اسلامی ممالک کے تعلیم و تربیت کے ذمہ دار اصحاب سے دوبارہ واضح طور پر کہتے ہیں کہ تعلیمی سلیبس کو دینی تربیت اور اسلامی فقہ کے حصوں سے خالی رکھنے اور تاریخ اسلامی کی طرف توجہ نہ دینے سے دانشور نوجوانوں کے درمیان تخریبی مذاہب کی اشاعت ہوگی ... جو اس خطرناک تعلیمی سیاست کے اتباع میں جمہور کے تمام دینی اور اخلاقی محرکات سے عاری ہو جائیں گے اور اس کے نتیجے میں اسلامی ممالک میں فتنے اور اضطرابات پیدا ہوں گے جن سے مصیبتوں اور دکھوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ قریب ہے کہ یہ ایک متاثر علامت ہو جائے ۔ جیسا کہ دیکھتا ہو

میں رہتی ہے۔

عالم عرب میں اس وقت جو قلق و اضطراب پایا جاتا ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ نوجوان تعلیم و تربیت کے مراحل میں اسلام کے بتائے ہوئے صراط مستقیم سے انحراف کر گئے ہیں جس پر اس نے اپنی امت کو زندگی کے تمام مراحل میں چلنے کی دعوت دی ہے۔

اور جب تک اس صورت پر بغیر فہم و دانش اور حکمت کار فرما ہونے کے تیز قدم اٹھاتے رہیں گے کہ [illegible] عرب، جب تک اسلام کی طرف رجوع نہ کریں گے اور دین و دنیا اور اخلاق و معاشرت میں اس سے تمسک نہ ہوگا۔ ہرگز امن و استقرار کا دور لوٹ نہ سکے گا اور نہ ہی سکون و اطمینان حاصل ہوگا۔ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوگی جس سے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔

[illegible]

* * *

اس کتاب کے اہم ماخذ

نام کتاب	نام مؤلف
۱۔ تفسیر ابن کثیر	ابن کثیر
۲۔ فتح القدیر (تفسیر)	محمد بن علی شوکانی
۳۔ کشاف	زمخشری
۴۔ فی ظلال القرآن	سید قطب
۵۔ صحیح بخاری	امام بخاری
۶۔ صحیح مسلم	امام مسلم
۷۔ زاد المعاد	ابن قیم
۸۔ تاریخ العرب قبل الاسلام	ڈاکٹر جواد علی
۹۔ سیرت ابن ہشام	محمد بن اسحاق
۱۰۔ الاغانی	ابو الفرج اصبہانی
۱۱۔ الصداقة والصدیق	ابو حیان توحیدی
۱۲۔ صبح الاعشی	احمد بن علی قلقشندی
۱۳۔ المغنی فی الفقہ	ابن قدامہ
۱۴۔ الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف	علاؤ الدین مرداوی

نام کتاب	نام مؤلف
۱۵۔ کشاف القناع	منصور بن یونس البہوتی
۱۶۔ شبہات حول الاسلام	محمد قطب
۱۷۔ جمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمان
۱۸۔ غایۃ المنتہی	شیخ مصطفےٰ السیوطی الرحیبانی
۱۹۔ طبری	محمد بن جریر طبری
۲۰۔ القانون الدولی العام	ڈاکٹر سموحی فوق العادہ
۲۱۔ محمد نبی و رجل دولۃ	ڈاکٹر منٹگمری واٹ
۲۲۔ حقائق الاسلام و اباطیل خصومہ	عباس محمود العقاد
۲۳۔ ما یقال عن الاسلام	״
۲۴۔ فقہ السنۃ	سید سابق
۲۵۔ الرسول القائد	اللواء الرکن محمود شیت خطاب
۲۶۔ الادب المفرد	امام بخاری
۲۷۔ تفسیر امام محمد عبدہ	سید رشید رضا
۲۸۔ حیاۃ محمد و رسالتہ	مولانا محمد علی
۲۹۔ سیرت حلبیہ	ابن برہان الدین
۳۰۔ فقہ السیرۃ	محمد غزالی
۳۱۔ سمط النجوم العوالی	عبد الملک بن حسین عصامی
۳۲۔ البدایۃ والنہایۃ	اسماعیل بن کثیر
۳۳۔ الکامل فی التاریخ	محمد بن الاثیر
۳۴۔ جوامع السیرۃ	علی بن حزم

نام کتاب	نام مؤلف
۳۵ ۔ آثار المدینہ	عبدالقدوس انصاری
۳۶ ۔ وفاء الوفاء	علی بن احمد سمہودی
۳۷ ۔ دائرہ معارف القرن الرابع عشر العشرین ۔	محمد فرید وجدی
۳۸ ۔ لسان العرب	ابن منظور افریقی مصری
۳۹ ۔ نیل الاوطار	محمد بن علی شوکانی
۴۰ ۔ مجلہ تاریخ شمارہ ۱۲ سال ۸۰ء	
۴۱ ۔ الیہود فی القرآن	عفیف عبدالفتاح طبارہ
۴۲ ۔ طبقات کبریٰ	ابن سعد
۴۳ ۔ معجم البلدان	یاقوت حموی
۴۴ مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع	صفی الدین عبدالمومن بن عبدالحق
۴۵ ۔ معجم الشعراء	عمر رضا کحالہ
۴۶ ۔ الاعلام	خیرالدین زرکلی
۴۷ ۔ دیوان حماسہ	بوتمام طائی
۴۸ ۔ العرب قبل الاسلام	جرجی زیدان
۴۹ الابطال	تھامس کارلائل
۵۰ ۔ حضارۃ العرب	گستاف لوبن
۵۱ ۔ التشریع الجنائی فی الاسلام	عبدالقادر عودہ شہید
۵۲ ۔ اصابہ	ابن حجر عسقلانی

نام کتاب	نام مؤلف
۵۳۔ استیعاب	ابن عبد البر
۵۴۔ ایام العرب فی الاسلام	محمد ابو الفضل علی بجاوی
۵۵۔ الروض الانف	سہیلی
۵۶۔ نہایۃ الارب	قلقشندی
۵۷۔ معجزہ محمد رسول اللہ	عبد العزیز ثعالبی
۵۸۔ قصص الانبیاء	عبد الوہاب نجار
۵۹۔ تاریخ ابن خلدون	عبد الرحمن بن خلدون
۶۰۔ مروج الذہب	مسعودی
۶۱۔ معجم قبائل العرب	عمر رضا کحالہ
۶۲۔ معجم البکری	البکری

* * *

قیمت -/۹۹ روپے